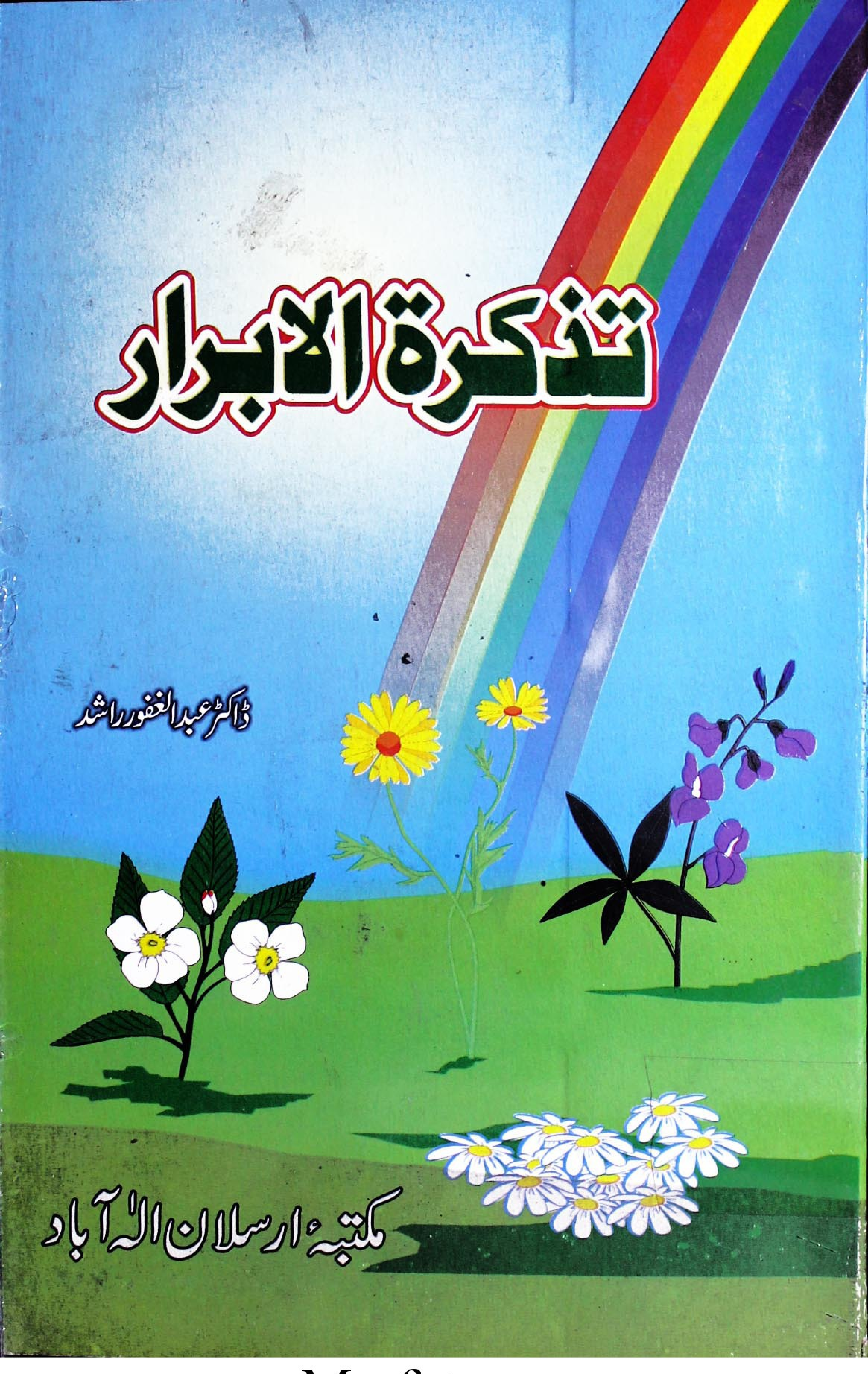

تذکرۃ الابرار

ڈاکٹر عبدالغفور راشد

مکتبہ ارسلان الٰہ آباد

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تذکرۃ الابرار

(تذکرہ علمائے حدیث قصور)

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد

مکتبہ ارسلان، الہ آباد (قصور)

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

129471

نام کتاب: تذکرۃ الابرار

نام مولف: پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد

ناشر : مکتبہ ارسلان، الہ آباد

مطبع : میٹرو پرنٹرز

کمپوزنگ: انیس طاہر، محمد آصف

قیمت : 120 روپے

ملنے کے پتے

1۔ مکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور

2۔ مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

3۔ کتاب سرائے، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

4۔ اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

فہرست

حلقہ قصور

تقریظ از مولانا عبدالعظیم انصاری 5

1- مولانا محی الدین لکھوی 10

2- مولانا عبدالقادر قصوری 27

3- مولانا صوفی ولی محمد فتوحی والا 36

4- مولانا کمال الدین ڈوگر 40

5- حافظ محمد عظیم میر محمدی 42

6- مولانا محمد حیات قصوری 45

7- مولانا عبدالکریم گرنتھی فیروزپوری 50

8- مولانا سید عبدالرحمٰن شاہ پٹی والے 54

9- مولانا عبدالقدوس میواتی گوڑگانوی 57

10- مولانا امام دین بھکھے گراں 62

11- مولانا سراج دین وڈانہ 65

12- میاں محمد ابراہیم جاگووالہ 69

13- مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلوی 73

14- مولانا محمد عبداللہ حسینوی 76

15- مولانا عبدالرحیم رحمانی حسینوی 78

16- حافظ عبدالرحمٰن قصوری 83

17- مولانا عبدالرحمٰن انصاری 85

18- مولانا محمد عبداللہ کچہ پکہ 86

19- سید سعید احمد مشہدی بھمبہ کلاں 88

20- مولانا عبیداللہ ڈھولن ہٹھاڑ 90

21- حاجی محمد ابراہیم شیخ سعد 92

22- چوہدری محمد حسین بھلر لکھنکے 93

23- مولانا عبدالخالق ڈھولن ہٹھاڑ 94

24- حاجی محمد علی فیروزپوری راجہ جنگ 95

25- مولانا محمد ابراہیم بیگ پوری 99

26- مولانا عبدالعظیم انصاری قصور 100

27- مولانا عبدالخالق سلفی 107

حلقہ چونیاں

1- حافظ محمد سلیمان خاں بھوجیانی 109

2- مولانا عبدالواحد روڑی 113

3- مولانا محمد کنگن پوری 116

4- صوفی دین محمد گہلن ہٹھار 118

5- مولانا محمد جمشیری 125

6- مولانا محمد امین گہلن ہٹھار 127

7- مولانا ولی اللہ بھاگیوال 130

8- حافظ عبدالرحمٰن فتح محمد کلاں 132

9- مولانا امام دین بن غلام محمد 134

10- میاں سراج دین آکی کے 137

11- مولانا ابوداؤد عبداللہ بابرخانوی 142

12- مولانا محمد عبداللہ بابرخانوی 145

Marfat.com

13- مولانا شفیق الرحمان رحمانی موکل 146
14- حاجی شیخ شمس الدین شام کوٹ 148
15- حافظ سیف اللہ حنیف شام کوٹ 150
16- مولانا محمد عبداللہ ڈوبہ 153
17- میاں فتح دین چھانگا مانگا 154
18- حاجی دین محمد شیخ چونیاں 156
19- حکیم احمد دین گہلنوی 158
20- بابا حاجی احمد دین الہ آباد 160
21- حاجی محمد لقمان موکل 162
22- مولانا محمد ابراہیم بھاگو کے 163
23- مولانا عبدالرحمٰن سریسر 165
24- مولانا محمد عبداللہ سریسر ہٹھار 166
25- مولانا عبدالغفور موکل 167
26- مولانا محمد یحییٰ بقاپوری 168
27- مولانا ثناء اللہ بقاپوری 170
28- حافظ نور محمد میواتی 171
29- مولانا شرف الدین مستوول 173
30- شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال 175
31- پروفیسر غلام حسین تہاڑیہ تلونڈی 182

حلقہ پتوکی

1- مولانا حکیم محمد اشرف سندھو 186
2- مولانا محمد اسحاق رحمانی 191
3- مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری 196
4- مولانا عبدالقیوم نارو کی ماجھہ 202
5- مولانا عبدالعزیز کوٹ ماجھی خان 206
6- مولانا محی الدین سلفی 209
7- مولانا حکیم محمد حسین 212
8- مولانا عبدالکریم حسینوی 218
9- حکیم عبدالعزیز حسینوی 220
10- مولانا حکیم بدرالدین بدر 224
11- مولانا رضاء اللہ ذوق 226
12 حافظ بشیر احمد حسینوی 229
13 حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی 231
14 مولانا حبیب اللہ شاہ گہلنوی 233
15 مولانا شہاب الدین ثاقب زیروی 235
16 مولانا عبدالرحیم کوٹلوی 238
17 حافظ عبیداللہ جمبر کلاں 243
18 حافظ محمد اسحاق حسینوی 245
19 قاری محمد صدیق الحسن حبیب آباد 24`9
20 میاں مولا بخش گوہڑوی 252
21 میاں محمد جمیل گوہڑوی 254

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

مولانا عبدالعظیم انصاری

ضلع قصور مسلک اہل حدیث کے لحاظ سے ایک مردم خیز خطہ ہے۔ اس علاقے میں علمائے لکھویہ اور علمائے غزنویہ کا بہت اثر ورسوخ رہا ہے۔ جو اب تک قائم ہے۔ اس لحاظ سے ضلع بھر میں دوسرے اضلاع کی مناسبت سے جماعت کی افرادی قوت قابل رشک ہے۔ اسی حساب سے ضلع میں اہل حدیث علمائے کرام کی تعداد بھی کثرت سے رہی ہے۔ اور اب بھی موجود ہے۔ لیکن آج تک کسی اہل قلم نے ان علماء وفضلاء کی دینی، ملی، سیاسی اور رفاہی خدمات اور ان کے سیر وسوانح کی طرف عنانِ توجہ مبذول نہیں فرمائی۔

شخصیات ورجال کا تذکرہ، تاریخ وسیر کے موضوع کو ہدف تحریر ٹھہرانا اور وسعت علمی وذہنی بساط کے مطابق اس فن پر سیر حاصل بحث کرنا مسلمانوں کا ہمیشہ سے دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ خصوصاً اصحاب علم وفضل، مفسرین ومحدثین، داعیانِ حق وواعظان گرامی اور خطباء عظام کے حالات زندگی ان کی علمی ودینی خدمات اور سیر وسوانح کو معرضِ تحریر میں لانا مسلمانوں کا خصوصی شعار رہا ہے۔ اسماء الرجال اور راویان حدیث کے سلسلے میں ضخیم اور کثیر کتب مرتب ہو کر رائج ہیں جو اس کی شاہد عادل ہیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلے جس نابغہ شخصیت نے تاریخ کے موضوع پر طبع آزمائی

Marfat.com

فرمائی اور اسے ہدف تحریر قرار دیا وہ سید غلام علی آزاد بلگرامی ہیں جن کی وفات 1785 مطابق 25 ذی قعدہ 1200ھ میں ہوئی۔ اصحاب علم وفضل کے حالات وکوائف پر برصغیر پاک وہند میں لکھنے والے وہ اولین مورخ ہیں۔ جنہوں نے اس سلسلے میں دو قابل قدر کتابیں مرتب فرمائیں۔ ایک کتاب عربی زبان میں ''سبحۃ المرجان'' اور دوسری فارسی ''مآثر الاکرام''۔ ان میں ہندوستان کے علماء وفضلاء کی علمی، دینی اور تدریسی وتبلیغی خدمات اور کاوشوں پر نہایت شرح وبسط کے ساتھ بحث فرمائی اور موضوع کا حق ادا کر دیا۔

اس کے علاوہ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے والد گرامی جناب مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے ایک بہت ضخیم کتاب کئی جلدوں میں ''نزھۃ الخواطر'' لکھ کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا اس میں ہر مسلک کے اہل علم کا تذکرہ موجود ہے۔

بعض اہل قلم وقرطاس نے کسی خاص علاقے مثلاً پنجاب یا سندھ کے ''تذکرہ علمائے سندھ'' اور تذکرہ علمائے پنجاب کے نام سے کتابیں مرتب کر کے یہ فریضہ انجام دیا۔

بعض نے کسی خاص شہر کے علماء یا کسی ایک عالم دین، محدث یا مفسر کے سیر وسوانح اور اس کی دینی، ملی، علمی، سیاسی، تبلیغی اور رفاہی خدمات کا تذکرہ لکھ کر اپنی علم دوستی کا اظہار کیا۔

اس طرح ہر مکتب فکر کے مشاہیر اور فنِ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات نے اپنے ممدوحین اور اپنے مسلک سے وابستہ علماء کرام کے حالات زندگی پر مناسب طور پر خامہ فرسائی اور طبع آزمائی کی اور ان کی خدمات دینی کو تفصیل کے ساتھ معرض تحریر میں لانے کی کوشش کی۔ جماعت اہل حدیث کے اہل قلم نے بھی اس سلسلے میں قابل تحسین خدمات انجام دیں۔

امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے ''تاریخ اہل حدیث'' لکھ کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ اس کے علاوہ مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہرویؒ نے ''تراجم علمائے حدیث'' کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ جس میں جماعت اہل حدیث کے عمائد وزعماء، اصحابِ دعوت و عزیمت، اربابِ صفات وکمالات اور اعاظم رجال کے حالات کا تذکرہ درج تھا۔ لیکن بوجوہ وہ

Marfat.com

اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور ہندوستان کے صرف چند صوبوں کے علماء کرام کا تذکرہ پہلی جلد کی صورت میں لکھ کر شائع کر سکے۔ معلوم ہوا کہ دوسری جلد کا مسودہ تیار تھا۔ لیکن اس کے لئے طباعت کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہ ہوئی اور وہ خدا کو پیارے ہو گئے۔

اس ضمن میں ہمارے دوست مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی خدمات اور کاوش نہایت قابل تعریف و تحسین ہے۔ انہوں نے ''فقہائے ہندو پاک'' کے نام سے تیرہ جلدوں پر ایک عظیم اور ضخیم سلسلہ مرتب فرمایا۔ کتاب ''الفہرست'' کو اُردو قالب میں ڈھالا اس کے علاوہ ارمغان حنیف، نقوش عظمت رفتہ، بزم ارجمنداں، کاروان سلف اور قافلہ حدیث ایسی نہایت معلوماتی کتابیں مرتب فرما کر شائع کیں جو زیادہ تر اہل حدیث اہل علم حضرات کے تذکرہ پر مشتمل ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اب ''کویت'' میں قائم ایک ادارہ ''احیاء التراث الاسلامی'' کی خواہش پر جناب عارف جاوید محمدی جو ادارہ کے عملہ اہتمام میں ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں کی وساطت سے ایک نہایت جامع کتاب ''تاریخ اہل حدیث'' مرتب فرما رہے ہیں۔ جو زمانہ رسالتمآب ﷺ سے لے کر تا ہنوز مسلک اہل حدیث کی مکمل اور مستند تاریخ ہو گی۔ جناب مولانا بھٹی صاحب نے بتایا کہ اس کی پہلی جلد مکمل ہو کر اشاعت کے مراحل سے گزر رہی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا بھٹی حفظ اللہ کو صحت و عافیت کے ساتھ تا دیر زندہ و سلامت رکھے تا کہ وہ یہ کارِ خیر مکمل فرما سکیں۔ اس کے علاوہ بہت سے حضرات نے انفرادی طور پر شخصیات کے حالات و کوائف اور ان کے سوانحی خاکے جماعتی مجلات میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے جو قابل تحسین ہے۔ اس عاجز راقم الحروف نے بھی اپنے اساتذہ کرام کے سوانح حیات پر ''تذکرہ علمائے بھوجیاں'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کر کے شائع کی ہے اور مختلف رسائل و جرائد میں دیگر اہل حدیث علمائے کرام پر بہت سے مضامین بھی سپرد قلم کر کے شائع کیے ہیں۔ جنہیں احباب نے بہت پسند فرمایا۔ اب ہمارے نوجوان دوست جناب ڈاکٹر پروفیسر عبدالغفور راشد صاحب جو علم و فضل کے لحاظ سے منفرد حیثیت کے حامل، اوصاف و صفات عالیہ کے ضمن میں کثیر

Marfat.com

الجماعت اور دینی و دنیوی پونجی اور دولت سے مالا مال ہیں انہوں نے خصوصی طور پر اس موضوع پر توجہ مبذول فرمائی ہے اور اس سلسلے میں ایک قابل قدر کتاب "اہل حدیث منزل بہ منزل" شائع کر کے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ رسائل و جرائد میں مختلف اہل حدیث علماء کے حالات و سوانح پر ان کے تحریر کردہ مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ ایک عظیم کارنامہ جو وہ انجام دے رہے ہیں وہ ضلع قصور کے علمائے حدیث اور فضلائے کرام پر ایک ضخیم کتاب مرتب کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں زیادہ تر تذکرہ جماعت کے ان اہل علم بزرگوں کا ہے جنہوں نے مسلک اہل حدیث کی نشر و اشاعت، قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کی ترقی و ترویج اور جماعت کے لئے تقاریر و خطاب کے ذریعے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ وقت کے گزر جانے اور مرورِ زمانہ کے باعث اگرچہ یہ کام نہایت دشوار اور مشکل ہے لیکن کوشش و ہمت اور خلوص دل کے ساتھ ایک مشق کی تکمیل کا عندیہ لے کر جو کام بھی کیا جائے اللہ تعالیٰ کی مدد اس میں شامل ہوتی ہے۔

میں نے ڈاکٹر عبدالغفور راشد صاحب کی اس زیر ترتیب کتاب کا مسودہ چند مقامات سے ملاحظہ کیا۔ مولانا محمد حیات قصوریؒ اور چند دیگر علماء کرام کے بارے مختصر معلومات بھی مہیا کیں۔ کتاب میں مندرج بزرگوں کے علم و فضل، تقویٰ و طہارت ان کی علمی و دینی خدمات ہمارے لئے مشعل راہ اور مینارۂ نور ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ان اسلاف نے کن کٹھن اور مشکل حالات میں کلمہ حق بلند کیا اور بلاخوف تردید وہ اس پر ثابت قدم رہے۔ کسی قسم کا طمع و لالچ انہیں رہ حق سے برگشتہ یا منحرف نہ کر سکا۔ ان کی زندگی، ان کی علمی و تحقیقی تگ و تاز، تدریسی و تبلیغی خدمات، حق گوئی و بیباکی، وعظ و تبلیغ، اور بے لوث سعی و جہد کا ثمرہ ہے کہ آج جماعت اہل حدیث کا ہر جہت و ہر نوع بول بالا ہے۔ ورنہ اُن کے دور میں تو انہیں آوازہ حق بلند کرنے کی پاداش میں مسجد سے نکال دیا جاتا۔ انہیں وہابی، گستاخِ رسول اور بے ادب وغیرہ کے خطاب سے نوازا جاتا، موجودہ حالات کے مطابق ان کی کدو کاوش اور مشکلات کے مقابلے میں اپنے امن و سکون اور ہر دلعزیزی کا موازنہ کریں تو فرق واضح نظر آئے گا۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ اور سعی وجُہد کو قبول فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے۔

پروفیسر عبدالغفور راشد صاحب لائق تحسین اور قابل ستائش ہیں جو نہایت دیدہ ریزی اور محنت کے ساتھ ضلع قصور کے علماء اہل حدیث کے حالات زندگی اور سوانح حیات جمع فرما کر مرتب کر رہے ہیں۔ یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا دیکھنے میں نظر آتا ہے۔ آج سے صدی یا نصف صدی پیشتر کے اسلاف کے حالات کے کھوج لگانا اور ان کی تدوین و ترتیب کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ یہ نہایت جان جوکھوں، مستقل مزاجی، محنت شاقہ کا کام ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پروفیسر صاحب کو اس میں کامیاب اور سرخرو فرمائے۔ آمین

(مولانا) عبدالعظیم انصاری

Marfat.com

مولانا محی الدین لکھویؒ

مولانا محی الدین لکھویؒ کا سکونتی تعلق تو دیپالپور ضلع اوکاڑہ کے قریبی گاؤں الہ آباد (تارا سنگھ) سے تھا لیکن وعظ و تبلیغ اور درس و تذکیر کے اعتبار سے ان کی زیادہ مصروفیات ضلع قصور میں رہیں۔ مولانا بلاشبہ ایک درویش منش عالم دین بے لوث مبلغ، بے غرض داعی اور امانتدار سیاستدان تھے۔ انہوں نے کبھی کسی بیگانے کی بے جا مخالفت اور کسی اپنے کی بلاوجہ طرفداری نہیں کی۔ گفتار میں نرم خو کردار میں پختہ معاملات میں میانہ رو اور فرائض کی ادائیگی میں انتہائی مستعد تھے ان کے بارے میں کچھ جاننے سے پہلے ہمیں ان کے خاندانی پس منظر کو دیکھنا ہوگا۔ وطن عزیز میں ہی نہیں بیرون ملک بھی جہاں کتاب وسنت ؐ سے تعلق خاص رکھنے والے لوگ آباد ہیں دو خاندانوں غزنویوں اور لکھویوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس میں موجودہ علماء سے زیادہ ان کے اسلاف کی خدمات کا دخل ہے اس خاندان کو لکھوی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا آبائی مسکن لکھو کے ضلع فیروز پور تھا اور یہ وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔

جہاں تک تاریخ کی کتابوں میں لکھوی خاندان کا تاریخی پس منظر ملتا ہے کہ لکھوی خاندان کے ایک بزرگ حافظ بارک اللہ کے دادا جی حافظ محمد امین ڈھنگ شاہ ضلع قصور (سابقہ ضلع لاہور) سے ہجرت کر کے لکھو کے میں آباد ہوئے اور گاؤں ڈھنگ شاہ جس شخص کے نام سے موسوم ہے وہ اسی خاندان کے ایک بزرگ اور حافظ محمد امین کے دادا جی ابوداؤد المعروف ڈھنگ شاہ تھے جن کے نام سے گاؤں آباد ہوا وہ گاؤں کے مالک زمیندار بھی تھے اور ان کا حلقہ ارادت بھی تھا۔ ان کی وفات کے بعد قبر کو مزار کی شکل دے دی گئی جس پر نذر و نیاز اور رسومات وخرافات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ابوداؤد ڈھنگ شاہ کے فرزند ملک عالم شاہ نے اس سے سمجھوتہ

Marfat.com

کیے رکھا لیکن ملک عالم شاہ کے فرزند حافظ محمد امین ان خرافات کو برداشت نہ کر سکے جن کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۔

حافظ محمد امین اگر چہ مسلکا حنفی تھے لیکن ان کا میلان عبادت الٰہی اور اتباع سنت کی طرف کچھ زیادہ ہی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ خانقاہی نظام اور مزاراتی سج دھج کو چھوڑ کر ڈھنگ شاہ (قصور) سے لکھوکے ضلع فیروز پور جا آباد ہوئے ڈھنگ شاہ میں آج بھی ان کے نام کی تقریبا چھ ایکڑ زمین ہے جو امام وخطیب کیلئے وقف ہے۔

اسے حافظ محمد امین کی رسومات سے دستکشی و بیگانگی اور قرآن وسنت سے محبت کا فیضان کہا جا سکتا ہے کہ ان کے بعد نسل در نسل علماء حافظ قرآن چلے آرہے ہیں۔ اس وقت لکھوی خاندان میں بنات واطفال کی اکثریت حافظات وحفاظ قرآن کی ہے۔ اگر چہ نئی نسل نے عصری تعلیم کا رخ کیا ہے لیکن اکثریت دینی خدمات کی طرف مائل ہے۔ ایک بات خصوصی طور پر قابل ذکر ہے کہ قصور شہر سے لے کر بہاولپور تک دریائے ستلج کے قریبی دیہات جہاں اہل حدیث آباد ہیں ان کی اکثریت لکھوی علماء کے مریدین اور متاثرین کی ہے۔ اس کی اور بھی وجوہات ہونگی لیکن بادی النظر میں جو وجہ نظر آتی ہے وہ ان علماء کی پرخلوص دعوت اور بے لوث خدمت ہے۔
لکھوی خاندان کے بزرگ حضرت مولانا حافظ بارک اللہ لکھوی بڑے دنیا بیزار اور دیندار شخص تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں جو خدمات انجام دیں وہ بے حد قابل ستائش ہیں۔ وہ لکھوکے میں اقامت گزیں تھے اور مسجد کو اپنا مسکن ومحور بنایا ہوا تھا۔ اسی جگہ لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتے تھے۔ فیضان علم جاری تھا۔ علاقہ بھر کے لوگوں میں احترام پایا جاتا تھا کیونکہ وہ زہد وتقویٰ سے سرشار، دنیوی لذتوں سے بیزار اور صبر ورضا کے پیکر تھے۔ ان کا گاؤں ریاست ممدوٹ میں تھا۔ ریاست ممدوٹ کا نواب جس کا نام مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے اپنی کتاب ''بزم ارجمندان'' میں نواب قطب الدین اور مولانا محمد ابراہیم خلیل نے اپنی کتاب ''الفیوض المحمدیہ'' میں نواب جمال الدین خان لکھا ہے لیکن واقعہ کی صحت وجہت تقریبا ایک ہی ہے۔

Marfat.com

نواب آف ممدوٹ شکار کی غرض سے نکلا تو چلتے چلتے اس علاقہ میں آ گیا۔ مصاحبین میں سے کسی نے کہا کہ نواب صاحب آپ اتفاق سے اس علاقے میں آ ہی گئے ہیں تو اس علاقے کی مشہور شخصیت عالم با عمل اور ولی کامل حضرت بارک اللہ کی زیارت ہی کر لیں۔ نواب قطب الدین خاں جب زیارت کیلئے پہنچے تو حضرت مسجد کے صحن میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔ نواب نے گھوڑے سے اتر کر سلام کیا اور مصافحہ کیلئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ حضرت کی نظر پڑی انہوں نے دیکھا کہ نواب ممدوٹ نے ہاتھ میں سونے کا کنگن پہنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے مصافحہ نہیں کیا اور ہاتھ پیچھے جھٹک کر یہ کہتے ہوئے مسجد کے اندر چلے گئے کہ ہم دنیا چھوڑ کر اللہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ یہاں بھی ہمیں ستانے آجاتے ہیں۔ نواب ممدوٹ کو یہ انداز پسند نہ آیا کیونکہ نوابوں اور شاہوں کے عقیدت و محبت کے اپنے انداز ہوتے ہیں۔ واپس ریاست کے صدر مقام جا کر ان کی ریاست بدری کے احکام جاری کر دیے گئے۔ کہا گیا کہ وہ درویش صفت عالم ہیں ان کی توقیر کی جائے اور سزا میں تخفیف کی جائے لیکن نواب ممدوٹ نے جاہ و حشمت میں سرمست اور غیض و غضب میں مغلوب ہو کر ریاست بدر کر دیا۔

حافظ بارک اللہ لکھوکے سے نکلے دریائے ستلج کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ ریاست بہاولپور میں ہیڈ سلیمانکی کے نزدیک ''حاصل ساڈو'' جا قیام پذیر ہوئے۔ ان کا جسد عنصری ایک کشتی میں ستلج کے بہاؤ میں وہاں پہنچا جبکہ ان کا فیضان علم واردات ستلج کے کنارے وہاں تک پہنچا۔ ایک عجیب واقعہ رونما ہوا کہ بظاہر کوئی آثار و قرائن نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی ایک ایسا سیلاب آیا جس نے نواب ممدوٹ کے محلات اور باغات کو شدید نقصان پہنچایا۔ جس سے نواب کو بڑا ذہنی دھچکا لگا۔ اس موقعہ پر ریاستی مشیروں نے کہا کہ آپ نے غیض و غضب میں حجرہ نشین اور مسجد میں اقامت گزیں کو جو ریاست بدر کیا ہے یہ سب اسی کا نتیجہ ہے۔ نواب ممدوٹ نے ایک وفد بھیجا جو بہاولپور پہنچا نواب آف بہاولپور نے بھی سفارش کی۔ تو حضرت حافظ بارک اللہ پھر واپس لکھوکے چلے گئے۔ نواب نے گاؤں کی جاگیر پیش کی جسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مسجد میں درس

Marfat.com

وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا بلکہ اپنے فرزند نبیل اور ولد جلیل حافظ محمد لکھوی کو ساتھ ملا کر باقاعدہ ایک درس گاہ کا آغاز کیا جس کا نام "مرکز الاسلام" رکھا۔

بہاولپور میں قیام کے دوران ان کی ملاقات مجاہدین سے بھی ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب سیدین شہیدینؒ بالاکوٹ کے علاقے میں جہاد اسلامی میں مصروف تھے۔ مولانا غلام رسول مہر نے اپنی کتاب سرگزشت مجاہدین میں لکھا ہے۔

سید جعفر علی نقوی ۱۲۴۵ھ میں مجاہدین کا ایک قافلہ لے کر سید صاحب کی خدمت میں سرحد کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ریاست بہاولپور سے گزرتے ہوئے حافظ بارک اللہ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ یہ حافظ صاحب کی جلاوطنی کا زمانہ تھا (سرگزشت مجاہدین ص ۶۵۰)

زیارت حرمین شریفین کا قصد کر چکے تھے اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے کہ واپس جانا پڑا واپس جا کر اپنی تمام عمر خدمت دین میں صرف کر دی۔ ان کے بعد ان کے ولد فطین و وارث امین حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی نے شب و روز اور صبح و مساء گلستان اسلام کی آبیاری کی۔ حافظ محمد ایک بلند پایہ عالم دین تھے جنہوں نے ماہر نباض کی طرح لوگوں میں موجود دینی کمزوریوں اور روحانی بیماریوں کا علاج کیا۔ انہوں نے درس و تدریس وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف ہر میدان میں جدوجہد کی اور حد درجہ کی خدمات انجام دیں۔ ان کے گوہر بار قلم نے علم و عرفان کے موتی بکھیرے اور تقریباً ہر ضروری موضوع پر ضوفشانیاں کیں ان کے چند ایک علمی شاہکار انتہائی قابل ذکر اور باعث قدر ہیں۔

۱۔ تفسیر محمدی: سات ضخیم جلدوں میں پنجابی شعروں میں قرآن پاک کی تفسیر ہے جس کے دو ترجمے ہیں ایک فارسی میں جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تفسیر "فتح الرحمان" سے لیا گیا جبکہ دوسرا ان کا اپنا ہے تفسیر محمدی کا تاریخی نام "موضح فرقان" رکھا گیا۔

۲۔ حواشی سنن ابوداؤد: عربی زبان میں سنن ابوداؤد پر حواشی و تعلیقات میں یہ تالیف پہلی مرتبہ دہلی میں ۱۲۷۲ھ میں شائع ہوئی دوسری مرتبہ کانپور میں۔

Marfat.com

۳۔ التعلیقات علی مشکوٰۃ المصابیح: عربی زبان میں مشکوٰۃ المصابیح پر تعلیقات ہیں۔

۴۔ سیف السنۃ: روافض کے نظریات کے ردّ میں پنجابی اشعار میں مختصر کتاب ہے۔

۵۔ احوال الآخرت: اس عنوان پر دیگر مؤلفین نے بھی قلم اٹھایا لیکن پنجابی شعروں میں حضرت حافظ صاحب کی کتاب منفرد ہے۔

۶۔ زینت الاسلام: موضوع کے اعتبار سے منفرد کتاب ہے۔

احوال الآخرت اور زینت الاسلام حقیقی طور پر اپنی طباعت کے دور سے لے کر ماضی قریب تک ہر گھر کی زینت تصور کی جاتی تھیں۔ اب بھی دیہات کے مذہبی گھرانوں میں ان سے بجا طور پر استفادہ کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ انواع بارک اللہ انواع محمدی، دین محمدی، ردنیچری، فرقہ اسماعیلیہ، محاسن الاسلام، وصیت نامہ، کھیتی، قصہ شیخ قصوری، خواجہ نامہ، عجالہ ضادیہ، فضائل ابوحنیفہ، تبیل الرشاد، ابواب الصرف، قوانین الصرف، علم الصرف، علم النحو، علم المعانی، اور وصیت نامہ (وصایا علماء) جیسی بلند پایہ تالیفات ان کے علم وفضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حضرت حافظ محمد خاندانی اور آبائی طور پر حنفی مسلک پر عمل پیرا تھے لیکن جب استاذ العلماء سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی علمی و تحقیقی شہرت سنی تو پچاس سال کی عمر میں ۱۲۷۸ھ میں ان کی خدمت میں دہلی چلے گئے۔ تقریباً ایک برس ان کی خدمت میں گزارا۔ افہام و تفہیم کیلئے تقریبا ایک سال خوب بحث و تکرار رہی۔ بالآخر عمل بالحدیث کا آغاز کر دیا اور پھر دبستان دہلی سے فیضیاب ہو کر مراجعت کی تو مرکز الاسلام لکھوکے میں علاقہ بھر کے تشنگان علم و عرفان کو توحید و سنت کے چشمہ صافی سے خوب سیراب کیا۔

فقہی علم پر تو پہلے ہی مکمل دسترس تھی۔ اب علم حدیث میں بھی مہارت تامہ نصیب ہو گئی۔ چنانچہ اس میدان میں خوب خدمت کی۔ جید علماء نے ان سے استفادہ واکتساب کیا۔ جن میں سے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا محمد حسن، مولانا محمد حسین لکھوی، مولانا

Marfat.com

عبدالقادر لکھوی، مولانا خدا بخش واعظ محمدی اور مولانا عبداللہ بہاولپوری، ودیگر علماء قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ سیدین شہیدین کی تحریک جہاد اسلامی میں شرکت تو نہیں کی لیکن ان سے خصوصی محبت ورغبت تھی۔

حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کے چھ بیٹے تھے۔ فتح دین، محی الدین عبدالرحمٰن، محمد حسن، محمد حسین، زین العابدین اور نورالدین لیکن علم وعمل اور زہد وورع میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن نے خاص مقام حاصل کیا جنہوں نے اپنے اسلاف کی علمی وفکری میراث کو قائم وجاری رکھا۔ انہیں ان کے والد گرامی نے علماء غزنویہ کی دانشگاہ امرتسر میں عارف باللہ ولی کامل مجاہد عظیم اور متبحر عالم حضرت سید محمد عبداللہ غزنوی کی خدمت عالیہ میں علم وعرفان کے جواہر گرانمایہ اپنے دامن میں سمیٹنے کیلئے بھیجا۔ غزنوی علماء اخلاق واخلاص، زہد وورع، خوش گوئی اور خوش پوشی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ غزنوی کی صحبت صالحہ نے مولانا محی الدین کے علم وعرفان اور اتقاء وصالحیت کو دو آتشہ کر دیا۔

والد گرامی نے ان کا نام محی الدین رکھا تھا۔ استاد گرامی نے عبدالرحمٰن کے نام سے موسوم کیا۔ اس لیے وہ محی الدین عبدالرحمٰن کے نام سے موسوم ہوئے۔ حالات وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی عمر طویل نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کی وفات کے دو سال بعد ۱۳۱۴ھ کو انتقال کیا۔ حج بیت اللہ کیلئے گئے۔ مسجد نبوی میں سجدہ کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی سختی سے عمل بالحدیث کے قائل تھے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید وتکفیر میں بھی موثر کردار ادا کیا۔ مرزا قادیانی کے خلاف اولین فتویٰ میں ان کا نام بھی مرقوم ہے۔ مولانا نے قادیانی مرزا پر کفر کا فتویٰ لگایا تو اس نے غصہ میں آکر بددعا دی کہ ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی لیکن بارگاہ الٰہی سے انہیں ولد صالح عطاء ہوا جس کا نام انہوں نے محمد علی رکھا۔

Marfat.com

مولانا محمد علی لکھوی کی ولادت ۱۸۹۰ء کو لکھو کے میں ہوئی۔ وہ اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے اوران سے پہلے دو یا تین بچے بچپن میں ہی وفات پا چکے تھے اس لیے ان کی ولادت پر خوشیاں منائی گئیں اور درازی عمر کیلئے دعائیں مانگی گئیں۔انہوں نے لمبی عمر پائی اور دین اسلام کی بڑی خدمت کی لیکن بچپن میں ہی انہیں ایک جانکاہ صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔وہ ابھی چار برس کے تھے کہ ان کے والد گرامی مولانا محی الدین عبدالرحمٰن حج بیت اللہ کیلئے حجاز مقدس گئے اور وہاں سے دار خلد کو سدھار گئے۔اب ان کی کفالت کی ذمہ داری والدہ ماجدہ نے اٹھائی۔ سایہ پدری سے محروم بہن نے لاڈلے بھائی کو بڑا پیار دیا لیکن وہ عصری تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے۔ سکول میں صرف تین جماعتیں ہی پڑھ سکے لیکن ان کے گھر میں ہی علم وعرفان کی نہر جاری تھی۔ مولانا عبدالقادر محدث لکھوی کتاب وسنت کی تدریس میں مشغول تھے لہٰذا انہی سے اکتساب کا آغاز کیا اوران سے نحو وصرف اور دیگر علوم پڑھے۔مولانا عبدالقادر لکھوی کا شمار بھی پاک وہند کے مقتدر اور فحول علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے تمام عمر درس وتدریس میں صرف کر دی اور علماء کی کثیر جماعت نے ان سے کسب فیض کیا۔مولانا عبدالقادر بن حکیم محمد شریف بن حافظ بارک اللہ لکھوی ۱۸۴۴ء کو لکھو کے میں پیدا ہوئے۔انہوں نے اپنے دور کے جید علماء سے استفادہ کیا۔ حضرت حافظ محمد لکھوی سے درسیات میں تعلیم پائی اور پھر مزید رسوخ کیلئے سید عبداللہ غزنوی امام عبدالجبار غزنوی اور شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کی خدمت عالیہ میں حاضری دی اور کتاب وسنت کے چشمہ صافی سے اپنی پیاس بجھائی۔

تحصیل علم کے بعد واپس لکھو کے میں آ کر اپنے آبائی علمی مرکز جامعہ محمدیہ میں مسند تدریس پر فروکش ہو گئے اور تقریباً پچاس سال خدمات انجام دیتے رہے۔متبحر عالم دین، خدا پرست، پیکر اخلاص اور صبر ورضا کی تصویر مولانا عبدالقادر لکھوی صرف تین روپے ماہانہ مشاہرہ پر خدمات انجام دیتے رہے۔ان سے بے شمار علماء مستفید ہوئے لیکن چند ایک نام انتہائی معروف ہیں۔سید مولانا عبدالاول غزنوی، سید مولانا عبدالغفور غزنوی، سید مولانا عبدالواحد

Marfat.com

غزنوی، مولانا کمال دین ڈوگر، مولانا محمد حسن لکھوی، مولانا نورالدین لکھوی، مولانا زین العابدین لکھوی، امام عبدالوہاب دہلوی اور مولانا خدابخش واعظ وغیرھم۔ مولانا انتہائی صابر وشاکر اور متقی و پرہیز گار انسان تھے۔ ان کی دو شادیاں ہوئیں ایک سے مولانا سعد اللہ عبداللہ اور احمد اللہ پیدا ہوئے جبکہ دوسری شادی لدھیانہ کے لودھی خاندان میں ہوئی جن کے بطن سے مولانا عطاء اللہ محدث لکھوی اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ایک صاحبزادی امۃ اللطیف مولانا محمد علی لکھوی کے عقد میں آئیں جن کے بطن سے مخدوم مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالقادر لکھوی نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۳۲۴ھ کو خلد بریں کا سفر اختیار کیا۔ مولانا عطاء اللہ لکھوی کا مقام و مرتبہ بھی بڑا امتیاز ہے اور دینی خدمات کا سلسلہ بھی بڑا وسیع ہے۔ ان کے دور میں پنجاب میں چند معروف علمی مراکز تھے۔ جہاں فحول علماء کرام مسند تدریس وتذکیر پر جلوہ افروز تھے۔ لیکن علوم حدیث میں جو مہارت تامہ اور نحو وصرف میں درک وفہم مولانا عطاء اللہ کو حاصل تھا اس کی شان منفرد ہے۔ مولانا بلاشبہ اپنے دور کے صرف ونحو کے امام تھے۔ انہوں نے مولانا عبدالقادر لکھوی مولانا غلام احمد مدرسہ نعمانیہ لاہور اور امام عبدالجبار غزنوی سے اخذ علم کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے تحصیل علم کیلئے رام پور بانس بریلی اور سہارن پور کے مراکز علم میں بھی قیام کیا۔ درسیات سے فراغت کے بعد اپنے آبائی علمی مرکز میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور تقریباً اڑتالیس برس خدمات جلیلہ انجام دیتے رہے۔ ان سے فیض پانے والوں میں مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا عبدالقادر زیروی، مولانا عبدالقادر حصاری، مولانا حافظ محمد بھٹوی، مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی، میاں محمد باقر جھوک دادو، مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی، مولانا حافظ محمد اسحاق حسین خانوالہ، مولانا احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا حبیب الرحمان لکھوی، مولانا حافظ عبدالرشید گوہڑوی مولانا محمد کنگن پوری، مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی جیسے معروف علماء کرام شامل ہیں۔ مولانا نے ۸ مارچ ۱۹۵۷ء کو انتقال کیا۔

Marfat.com

عارف باللہ حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کی صاحبزادی رقیہ ان کے عقد میں آئیں جن کے بطن سے مولانا عبدالرحمان لکھوی، مولانا حبیب الرحمان لکھوی، حافظ شفیق الرحمان لکھوی اور حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی تولد ہوئے۔ چاروں صاحبزادوں نے علم وعمل میں بڑا مقام حاصل کیا۔ حافظ شفیق الرحمان لکھوی بقید حیات ہیں جبکہ دیگر تین بھائی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ حافظ شفیق الرحمان لکھوی اور حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی دونوں بھائی ''مدرسہ محمدیہ'' کے نام سے رینالہ خورد میں ایک ممتاز دینی ادارہ میں خدمات انجام دے رہے تھے کہ مولانا حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی داغ مفاقت دے کر خلد بریں میں جا بسے۔ ان کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حافظ حفظ الرحمٰن لکھوی مدرسہ کے ناظم و مہتمم ہیں۔ متدین عالم دین اور عجز وانکسار کے پیکر ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی کمانڈر ذکی الرحمان لکھوی مرکز الدعوۃ والارشاد کے جہادی ونگ ''لشکر طیبہ'' کے جرنیل اعظم ہیں۔

محدث مولانا عطاء اللہ لکھوی کے فرزند مولانا حبیب الرحمٰن لکھوی بھی اپنے والد ماجد کی طرح علوم صرف ونحو میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ طبیعت میں سادگی اور مزاج میں عاجزی جبکہ ذکر میں سنجیدگی تھی۔ اپنے والد بزرگوار کے ارتحال کے بعد جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں ہی درس وتدریس کا آغاز کیا۔ علماء کی کثیر جماعت نے ان سے کسب فیض کیا ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء کو رحلت فرمائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند نبیل مولانا ابوتقی حفیظ الرحمٰن لکھوی فاضل مدینہ یونیورسٹی ان کی علمی میراث کے وارث ہیں۔ لاہور میں معروف دانشگاہ جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ'' کے ناظم ومہتمم ہیں۔ متبحر عالم دین اور علوم صرف ونحو کی کئی کتابوں کے مؤلف ہیں لیکن ابھی ان کی کوئی معتبر کتاب منصۂ شہود پہ نہیں آئی۔ ان کے چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر حبیب الرحمٰن جن کا رائیونڈ میں اپنا شفاخانہ ہے۔

حافظ شفیق الرحمان لکھوی بھی انتہائی سادہ اور ماہر علوم وفنون عالم ہیں۔ مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد کے شیخ الحدیث ہیں۔ بے شمار لوگوں نے ان سے علمی اکتساب کیا ہے جو ملک کے طول

Marfat.com

وعرض میں کتاب وسنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مرحومین اور موجودین علماء کرام کی مساعی جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ ان کے بڑے صاحبزادے پروفیسر خلیق الرحمٰن لکھوی مدینہ یونیورسٹی کے فاضل اور گورنمنٹ کالج سیالکوٹ میں عربی ادبیات کے استاد ہیں۔ ان سے چھوٹے رفیق الرحمٰن اور سعید الرحمٰن شارجہ میں قیام پذیر ہیں۔

مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبدالقادر لکھوی امام سید عبدالجبار غزنوی اور شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ چند اہل قلم نے لکھا ہے کہ سید مولانا عبدالواحد غزنوی اور مدرسہ نعمانیہ لاہور کے اساتذہ کرام سے بھی فیض حاصل کیا۔ تحصیل علم کے بعد اپنی آبائی درسگاہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کیلئے ان کے آباء واجداد اور اولاد واحفاد نے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ مولانا وسیع المطالعہ شخص تھے۔ تقریر وخطاب میں علمی نکات بیان کرتے تھے لیکن انداز نرم اور دھیما ہوتا۔ دعوت وارشاد کے ساتھ جہادی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے۔ چمرکنڈ کے مجاہدین کے ساتھ ان کا باقاعدہ رابطہ تھا۔ ان کے لیے مالی امداد اور افراد کو بھیجتے تھے۔ نیزہ بازی کے ماہر تھے اور اس کے مظاہرے کا اہتمام بھی کرتے رہتے تھے۔ اپنے جسم کو مضبوط اور مستعد رکھنے کیلئے ورزش بھی کرتے تھے۔ ان کی ان سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت کی طرف سے ان کی خفیہ نگرانی بھی کی جاتی تھی۔ ان کو گرفتار کرنے کیلئے پولیس وہاں پہنچی لیکن گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کیلئے حجاز مقدس تشریف لے گئے تو دس ماہ بعد مراجعت ہوئی۔ پھر آنا جانا لگا رہا بالآخر انہوں نے مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور سعودی حکومت کی طرف سے مدینہ منورہ میں تدریس حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مختلف ممالک کے بے شمار طلبہ نے ان سے استفادہ کیا۔ تاریخی شواہد بتلاتے ہیں کہ خاندان لکھویہ کی ممدوٹ خاندان کے نوابوں اور خوانین سے دوستی نہیں رہی۔ ممدوٹ خاندان نوابوں کا جبکہ لکھوی خاندان

Marfat.com

درویش صفت علماء کا۔ ان دو خاندانوں میں عدم قرب کی وجہ شاید وہ سلوک تھا جو نواب قطب الدین خاں نے حافظ بارک اللہ لکھوی سے کیا تھا۔ ممدوٹ کے آخری حکمران نواب افتخار حسین خاں کے خلاف الیکشن لڑنے کیلئے مولانا محمد علی لکھوی نے اپنے بیٹے مولانا محی الدین لکھوی کو مدینہ منورہ سے خط لکھا۔ چنانچہ ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مولانا محی الدین لکھوی مقابلہ کیلئے میدان میں نکلے لیکن امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی نے ایک خط بھیج کر منع کر دیا جس بنا پر اس مقابلے سے دستکش ہو گئے۔ کم وبیش چالیس سال مسجد نبویؐ میں درس حدیث دینے والے مولانا محمد علی مدنی لکھوی ۱۹ دسمبر ۱۹۷۳ء کو اس دار فانی سے خلد بریں کی طرف رحلت فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مولانا محمد علی مدنی لکھوی نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی لکھوکے میں مولانا عبدالقادر محدث لکھوی کی دختر نیک اختر محترمہ امت اللطیف سے جن کے ہاں چھ اولادیں ہوئیں دو بیٹے محی الدین اور معین الدین اور چار بیٹیاں محترمہ سلامتؒ بی بی اور محترمہ عائشہ بی بی محترمہ امت الرحمٰن اور محترمہ رضیہ بیگم۔ مولانا محمد علی جب مدینہ منورہ چلے گئے تو وہاں بھی ایک شادی کی جن کے بطن سے دو بیٹے محمد حسن اور محمد حسین تولد ہوئے۔

مذکورہ سطور میں ایک مختصر اور جامع خاکہ پیش کیا گیا ہے جن سے یہ انداز لگانا آسان ہوگا کہ خاندان لکھویہ کا پس منظر کتنا تابناک ہے اور اس خاندان کے افراد نے کس طرح کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کیلئے شب وروز محنت کی۔ اسی خاندان کے ایک چشم وچراغ مولانا محی الدین لکھوی ہیں۔

مولانا محی الدین کی ولادت باسعادت ۱۹۱۴ء کو مولانا محمد علی لکھوی کے گھر لکھوکے میں ہوئی۔ ابتدائی طور پر لکھوکے مڈل سکول سے مڈل پاس کیا۔ جبکہ میٹرک کا امتحان فیروز پور ہائی سکول سے پاس کیا۔ اس کے بعد دینی تعلیم کی طرف راغب ہو گئے اور مرکز الاسلام لکھوکے میں مولانا عطاء اللہ لکھوی جو رشتہ میں آپ کے ماموں تھے سے صرف ونحو کی بیشتر کتابیں جبکہ حدیث

Marfat.com

کی کتابوں میں سنن ابی داؤد جامع ترمذی سنن نسائی اور ابن ماجہ پڑھیں۔ مشکوۃ المصابیح مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے پڑھی۔ منتہی علوم اور کتب حدیث میں امہات پڑھنے کیلئے گوجرانوالہ کارخ کیا جہاں محدث العصر مولانا حافظ محمد گوندلوی سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھیں۔ گوجرانوالہ میں قیام کے دوران شیخ الحدیث مولانا محمد اسمعیل سلفی سے بھی استفادہ واکتساب کیا۔ دوران تعلیم بیشتر وقت ان کے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین لکھوی اور مولانا محمد اسحٰق بھٹی مؤلف کتب کثیرہ ان کے ہم سبق رہے۔ بیس سال کی عمر میں انہوں نے درسیات سے فراغت پائی۔ واپس آ کر درس وتدریس دعوت وارشاد اور وعظ وتذکیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے خطبہ جمعۃ المبارک شروع کیا تو انہوں نے ابھی اپنی عمر عزیز کی بیس بہاریں دیکھیں تھیں۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اسلامیان ہند کی عظیم تر جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا تو مولانا محی الدین کی عمر تینتیس برس تھی۔ لکھو کے ضلع فیروز پور سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے یہاں آ کر کھرل کلاں میں اقامت گزیں ہوئے۔ پاکستان میں ان کے خاندان کو کھرل کلاں اور تارا سنگھ میں زمینیں الاٹ ہوئیں۔ ہجرت کے بعد ابتدائی چھ سال کھرل کلاں میں گذارے۔ پھر قلعہ تارا سنگھ منتقل ہو گئے۔ یہ دونوں گاؤں ضلع اوکاڑہ میں ہیں قلعہ تارا سنگھ کا نام تبدیل کر کے الٰہ آباد رکھ دیا۔ تادم آخر یہیں رہے حتی کہ اسی الٰہ آباد میں اپنی جان اللہ العلمین کے سپرد کر دی۔ اور اس بستی کے باہر ان کی زمین میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ میں بلا تفریق مسلک لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

مولانا محی الدین لکھوی کثیر العیال شخص تھے۔ انہوں نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی تقسیم ہند سے پہلے ۱۸ برس کی عمر میں ہوئی۔ پہلی بیوی کے بطن سے دو بیٹے حافظ محمد اور حافظ احمد جبکہ تین بیٹیاں محترمہ میمونہ بیگم محترمہ نفیسہ بیگم اور محترمہ فاطمہ بیگم تولد ہوئیں۔ ہجرت کے وقت ایک بیٹا محمد اور ایک بیٹی میمونہ ان کے ساتھ تھے۔ دوسری شادی مولانا نے چالیس سال کی عمر میں

Marfat.com

بیس سالہ خاتون سے کی۔ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں مرحمت فرمائیں جن کے اسماء گرامی اسطرح ہیں محمد حامد، محمد حمود، محمد حماد، محمد حمید، محمد زید، ذکیہ بیگم، صفیہ بیگم، مریم بیگم، سلمٰی بیگم، بشریٰ بیگم اور زہرہ بیگم۔ بڑے صاحبزادے حافظ محمد لکھوی دینی علوم کے زیور سے آراستہ صاف گو اور خوش پوش انسان تھے۔ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں منتہی طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ راقم الحروف نے غالباً ۱۹۷۸ء میں ان سے سنن ابی داؤد پڑھی۔ طبیعت میں جلال کا غلبہ تھا۔ جب غصہ آتا تو سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ ایک دن ہمارے ساتھی نے دوران سبق کوئی غلطی کی جو استاد گرامی کو ناگوار گزری جس پر مارنا شروع کیا۔ مارتے مارتے تھک جاتے تو رک جاتے۔ تھوڑا سا ستا کر پھر مارنا شروع کر دیتے پھر تھک کر رک جاتے۔ غصہ وجلال کیا تھا ایک طوفان تھا جو تھمتا ہی نہ تھا اور کسی دیگر استاد یا طالب علم میں اتنی جرأت وسکت نہ تھی کہ روک سکے۔ لیکن کمال نیاز مندی طالب علم کی کہ اس نے بڑی تابعداری اور ہمت سے مار کھائی۔ جب غصہ تھم گیا تو بڑا پیار کیا اور کہنے لگے بھائی اگر مجھے غصہ آ جائے تو بھاگ جایا کرو۔ بیٹھ کر مار نہ کھایا کرو۔ بڑے دریا دل اور طلبہ سے شفقت و پیار کرنے والے بھی تھے۔ ایک اور وصف خاص تھا کہ لباس کو کبھی شکن نہیں پڑنے دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ حدیث پڑھانے والے کو صفائی پسند اور خوش پوش ہونا چاہیے۔ علماء کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا جو اندرون اور بیرون ملک دین اسلام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چند برس پہلے اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔

حافظ احمد لکھوی کا نمبر دوسرا ہے۔ وہ بھی درسیات کے فارغ التحصیل اور گریجویٹ ہیں۔ دیپالپور ہائی سکول میں عربی ادبیات کی استاد اور اسی شہر میں قیام پذیر ہیں۔ اور ان کے بعد مولانا محمد حامد لکھوی ہیں جو بڑے پارسا لیکن اقوال وافعال اور تصورات ونظریات میں منفرد خیالات کے مالک ہیں۔ وہ بھی دیپالپور میں رہائش پذیر اور ہائی سکول میں مدرس ہیں۔

پروفیسر محمد حمود لکھوی کا نمبر چوتھا ہے۔ گورنمنٹ کالج اوکاڑہ میں علوم اسلامیات کے استاد ہیں جبکہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں نائب مدیر بھی ہیں۔ بڑی فاضلانہ اور دانشورانہ طبیعت کے

129471

Marfat.com

مالک ہیں۔ مستقبل میں میدان سیاست میں شہسواری کا بھی مکمل ارادہ رکھتے ہیں پروفیسر حمود مولانا معین الدین لکھوی کے بھتیجے اور داماد بھی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اسلامیہ میں تعینات ہیں۔ ان کی بیگم جو مولانا معین الدین لکھوی کی صاحبزادی ہیں وہ بھی گورنمنٹ کالج برائے خواتین لاہور میں شعبہ اردو کی پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر حماد لکھوی بڑے معتدل مزاج اور صابر و قانع شخص ہیں۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں اسلام میں حریت فکر کا تصور کے عنوان پر مقالہ لکھا جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ایوارڈ ہوئی۔ تدریسی ذمہ داری کے علاوہ لاہور کی کسی جامع مسجد میں اعزازی خطیب بھی ہیں۔ چھٹے نمبر پر محمد حمید لکھوی ہیں جنہوں نے علوم اسلامیہ میں ماسٹرز کیا ہوا ہے جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے محمد زید لکھوی ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات بھی ہیں۔ تمام صاحبزدگان اپنی اپنی جگہ پر اپنے اپنے انداز میں دین اسلام کی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ مولانا محی الدین لکھوی نے قلعہ تارا سنگھ میں رہنا پسند کیا۔ اس کی شائد بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کی والدہ ماجدہ جو مولانا محمد علی لکھوی کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں وہ اسی گاؤں میں اقامت پذیر تھیں۔ مولانا معین الدین لکھوی بھی ابتدا میں کئی برس قلعہ تارا سنگھ میں رہائش پذیر رہے۔ پورا ہفتہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں گزارتے اور ہفتہ میں ایک دن گاؤں چلے جاتے پھر انہوں نے مستقل طور پر اوکاڑہ شہر میں رہائش اختیار کر لی اور دینی دانشگاہ جامعہ محمدیہ جو کہ ان کے اسلاف کی میراث ہے اس کو آباد کرنے کیلئے خوب محنت کی۔ مولانا معین الدین لکھوی اگرچہ جماعتی اور ملکی سیاست میں بڑے سرگرم رہے لیکن کسی موقعہ پر جامعہ کو فراموش نہیں کیا۔ مولانا نے ۱۹۷۴ء سے لے کر ۱۹۹۴ء تک بیس سال مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی بطور امیر خدمت کی۔ ان کی امارت وصدارت میں عظیم الشان آل پاکستان کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ مولانا نے ملکی سیاسیات میں بھرپور اور فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۱۹۷۴ء میں بلدیہ اوکاڑہ کے ممبر بنے۔ ۱۹۵۳ء میں عام

Marfat.com

انتخابات میں مہاجر سیٹ پر الیکشن لڑا جس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں مجلس شوریٰ پاکستان کے ممبر نامزد ہوئے۔ ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۹۰ء میں دوسری مرتبہ اور پھر ۱۹۹۶ء میں تیسری مرتبہ رکن قومی اسمبلی بنے۔ مولانا ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی عمر عزیز اسی سال سے متجاوز ہے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ کبھی پیرانہ سالی کے خوف کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیا۔ آج بھی اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کیلئے مستعد نظر آتے ہیں۔

مولانا کے تین صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا بارک اللہ لکھوی آبائی زمینوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ان سے چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر زعیم الدین عابد ڈسٹرکٹ ہسپتال اوکاڑہ میں سینئر معالج ہیں اور بطور معالج اچھی شہرت کے حامل ہیں۔ تیسرے صاحبزادے ڈاکٹر عظیم الدین زاہد میو ہسپتال لاہور میں تعینات ہیں۔ صاحب دل اور ماہر معالج ہیں۔ دلی امراض کو سمجھتے ہیں اور ان کا مناسب علاج بھی کرتے ہیں۔ شعبہ میڈیکل میں خدمت کے جذبہ سے سیاست بھی کرتے ہیں۔ پنجاب پیرامیڈیکل ایسوسی ایشن کے سیکرٹری جنرل ہیں۔

مولانا محی الدین لکھوی کا ذریعہ معاش کاشت کاری اور زمینداری تھا۔ ان کی قلعہ تارا سنگھ کھرل کلاں اور پھلروِن وزیر کے میں وسیع زمینیں تھیں۔ جن کی معقول آمدن سے ان کا گزر اوقات اچھا ہوتا تھا۔ جس کی بنا پر وہ فارغ البالی سے کتاب وسنت کی خدمت کرتے رہے لیکن مولانا کے رہن سہن اور چال چلن میں کبھی اس بات کا اظہار نہیں ہوا کہ وہ صاحب ثروت اور زمینوں کے مالک ہیں۔ عجز وانکساری کی تصویر صبر ورضا کے پیکر اور اتقاء وصالحیت کا مجسمہ تھے۔ گذشتہ دنوں شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف مدظلہ العالی نے اتقاء وصالحیت کی علامت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس معاملہ میں اور بھی لوگوں سے ملاقات ہوئی لیکن مولانا محی الدین کو منفرد پایا۔ انہوں نے کہا کہ بعض علماء اور صوفیاء کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے کہ اس سے لوگ ہمیں حقیر سمجھیں

Marfat.com

گے اور کہیں گے کہ یہ چھوٹا آدمی ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے۔ ان کے اندر کا بڑا پن ان کو ایسا نہیں کرنے دیتا لیکن مولانا کا معاملہ بالکل ہی مختلف تھا۔ انہیں کوئی ایک روپیہ بھی دیتا وہ لے لیتے کہ اس سے نفس کی نفی ہوتی ہے۔ بڑا پن ختم ہوتا ہے لیکن طبیعت میں فیاضی اس قدر کہ کوئی سائل سوال کرتا تو جیب میں ہاتھ ڈالتے جو کچھ ہوتا نکال کر سائل کی ہتھیلی پر رکھ دیتے۔ دنیوی لذتوں سے تو دور کا تعلق بھی نہیں رکھتے تھے اگر کوئی دعوت دیتا تو خوب بلا تفریق طبقہ ہر امیر و غریب کی دعوت قبول کر لیتے اور کھانے میں سادگی اختیار کرتے اور دوسروں کو بھی یہی درس دیتے۔ ایک شخص نے بڑی عقیدت سے دعوت کا اہتمام کیا تو دعوت قبول کرتے ہوئے تاکید کی کہ کسی قسم کا تکلف اختیار نہیں کرنا جو بھی گھر میں سبزی یا دال میسر ہو پکا دینا لیکن میہماندار نے خاصا پر تکلف کھانا پکایا۔ مولانا جب کھانے لگے تو سالن میں پانی ڈال دیا تا کہ عملی طور پر تکلفات پر پانی ڈالا جائے۔ کسی کے ہاں کھانا کھاتے وقت کبھی نقص بھی نہیں نکالتے تھے اور کبھی کوئی شکوہ و شکایت زبان پر نہ لاتے تھے۔

مولانا پیکر عجز و انکسار، خوش گفتار اور نرم رفتار ہونے کے ساتھ مستعد بھی تھے۔ دیہاتی جوانوں میں کھیلا جانے والا بہادری کا نشان کھیل گتکا خوب جانتے تھے اور یہ کھیل صرف مستعد اور فعال آدمی ہی کھیل سکتا ہے۔ مولانا اس کھیل کے ماہر تھے اور گھڑ سواری بھی اعلیٰ پایہ کی کرتے تھے۔ اڑیل سے اڑیل گھوڑے پر پلک جھپکنے میں سوار ہو جاتے۔

مولانا ملکی سیاسیات کی لذتوں سے آشنا تھے لیکن اس مشکل ترین میدان میں بھی شرافت کی روایات کے امین رہے اور اپنے دامن کو کسی انتقامی یا معاندانہ روش سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ ۱۹۵۳ء کے عام انتخابات میں مہاجر سیٹ پر ایم این اے کامیاب ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد ہی مستعفی ہو گئے اور پھر اس کے بعد عملی طور پر کبھی کوئی فعال کردار ادا کرنے کے قائل نہیں رہے۔ مختلف مواقع پر اپنے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین لکھوی کے حلقہ انتخاب میں ضرور گئے لیکن وہاں بھی یہی اپیل کرتے دکھائی دیے کہ آپ لوگ جس کو زیادہ اہل سمجھتے ہیں اسے ووٹ

Marfat.com

دے دیں۔

مولانا زندگی کے تمام معاملات میں میانہ رو معتدل مزاج، اور حلیم الطبع تھے۔ زندگی کی کٹھنائیوں اور تلخیوں کو صبر و رضا سے سہہ جانے والے اور زبان پہ حرف شکایت نہ لانے والے تھے۔ ہر حال میں تقدیر پہ شاکر رہنے والے عابد زاہد اور ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہنے والے زبان خالق و مالک کے ذکر سے تر رہتی لیکن ہمیشہ مسنون اور اوراد وظائف کرتے کبھی غرض مندانہ تسبیاں نکالتے اور نہ ہی چلے کاٹتے۔

نماز میں خشوع و خضوع اور فرمان نبویؐ کے مطابق ایسی صورتحال اختیار کرنے کی کوشش کرتے جس میں تصور پایا جائے کہ نماز میں انسان اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ مولانا کو دیکھنے والوں کا ان کے متعلق حسن ظن اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ ولی کامل متقی پرہیز گار اور اتقاء و صالحیت کے پیکر تھے۔ دنیوی لذتوں سے ناآشنا اور اخروی رغبتوں کے حریص تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول مقبولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کیلئے رب تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں اپنے ایسے بندوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مہمان نوازی سے فیض یاب کروں گا اور جنت میں اپنے انبیاء و اصدقاء اور شہداء و صلحاء کی قابل فخر رفاقت و مصاحبت عطا کروں گا اللھم اجعلنا منھم۔

Marfat.com

مولانا عبدالقادر قصوری

مولانا عبدالقادر اپنے عہد میں فرد وحید اور نابغہ روزگار تھے۔ان کی خدمات جلیلہ کی بناپران کے خاندان کو ہی نہیں بلکہ قصور شہر کو بھی شہرت ملی۔ برصغیر پاک وہند میں ایک مستند شخصیت ،سیاسیات میں شرافت کے امین، قانونی نکتہ وری میں رجل متین اور علم وعرفان کی بذلہ سنجیوں میں ثقہ عالم دین مولانا عبدالقادر قصوری جنہوں نے اسلام اور ملت اسلامیہ کیلئے وہ عظیم قربانیاں دیں۔جو تاریخ کا سنہری باب ہیں۔

مولانا عبدالقادر کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔کئی مولفین نے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے"قصوری خاندان" کے نام سے مستقل کتاب بھی شائع ہوئی ہے۔ یہاں قارئین کیلئے ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالقادر پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔اس دور میں لاہور سے دو نامور وکیل تھے جن کے نام آسمان وکالت پہ مہر تاباں کی طرح دمکتے تھے۔دونوں اہل حدیث تھے۔مولانا عبدالقادر قصوری اور بیرسٹر میاں عبدالعزیز مالواڈہ۔تحریک پاکستان کے حوالے سے ان دونوں بزرگوں کی خدمات قابل تحسین ہیں۔مولانا عبدالقادر نے انگریزوں کے انخلاء اور وطن عزیز کے استخلاص کیلئے مجاہدانہ جدوجہد کی مجلس احرار کے بانیوں میں سے تھے۔وہ اس نقطہ نگاہ کے مالک تھے کہ برطانوی سامراج کو شکست دینے ،غلامی کی زنجیروں کو توڑنے اور برصغیر میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے حصول کیلئے متفقہ جدوجہد کرنی چاہیے۔

آل انڈیا مسلم لیگ میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ 1936ء کے عام انتخابات کیلئے جو پارلیمنٹری بورڈ بنا اس کے ممبر نامزد ہوئے۔مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں بھی نمایاں خدمات

Marfat.com

انجام دیں۔ 1920ء میں تحریک ہجرت چلی تو مولانا اس کے روح رواں تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی طرف سے بیعت پر مامور تھے۔ ہر طبقہ میں بلاتفریق مذہب وملت ان کا احترام پایا جاتا تھا۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے جو خدمات انجام دیں وہ تحریکی تاریخ کا روشن باب ہیں۔

برصغیر میں تحریک خلافت چلی تو اس کے صف اول کے ہراول دستے میں کام کیا۔ مولانا قصوری پنجاب خلافت کمیٹی کے صدر بنے۔ تحریک خلافت میں جب تک رہے نمایاں خدمات انجام دیتے رہے۔ خلافت کے ذمہ داران میں بھی انہیں قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مولانا آزاد اور علی برادران انہیں خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ مولانا قصوری جس پارٹی جس تحریک اور جس طبقے میں رہے نمایاں حیثیت میں رہے اور بنیادی وکلیدی کردار ادا کیا۔

ہندوستان میں ترک موالات کی تحریک چلی تو مولانا نے وکالت چھوڑ دی حالانکہ ان کا شمار کامیاب اور مستند وکلا میں ہوتا تھا۔ جب تحریک ختم ہوئی تو انہیں کہا گیا کہ آپ وکالت شروع کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ جسے میں نے حرام جان کر ختم کیا ہے دوبارہ کیسے شروع کر سکتا ہوں۔ وہ بڑے راسخ العقیدہ مسلمان اور بڑے ثابت قدم لیڈر تھے۔ قول وفعل میں تضاد نہیں تھا۔ جو بات کرتے تھے اس کا پہرہ دیتے تھے اسی لیے برصغیر کی ممتاز شخصیات قائداعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور مولانا ظفر علی خان ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

مولانا نے سیاسیات برصغیر میں غیر متزلزل کردار ادا کیا۔ شعائر اسلامی کی پاسداری کیلئے عالمانہ شان اختیار کی اور تحریک جہاد کے سنگلاخ راستوں میں آہنی چٹان بنے رہے۔ مجاہدین چمرقند کے ساتھ ان کا باقاعدہ رابطہ تھا۔ تحریک جہاد میں پنجاب کے لوگوں نے جو حصہ ڈالا اس میں قصوری خاندان کا ذکر نمایاں طور پر ملتا ہے۔ مجاہدین کیلئے رقوم جمع کر کے ارسال کرنا اور تربیت کیلئے افراد کو روانہ کرنا اس سلسلے میں مولانا عبدالقادر قصوری اور ان کے بیٹے

Marfat.com

مولانا محمد علی قصوری اور مولانا محی الدین احمد قصوری نے بلاشبہ مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ عظیم مجاہد جرنیل عبدالکریم ثمر قندی کہا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس مولانا عبدالقادر قصوری اور علامہ محمد اقبال جیسی چھ شخصیات ہوں تو وہ انگریزوں کو سرزمین ہند سے نکال باہر کریں۔ سیاست میں متانت، علم میں پختگی، سوچ میں تدبر، گفتگو میں تمکنت اور تقریر میں بہاؤ تھا۔ علم و آگہی کا یہ آفتاب 1946ء کو غروب ہو گیا۔

مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹ مولانا عبدالقادر قصوری کے فرزند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان تھے۔ 1892ء میں قصور میں ولادت ہوئی۔ پنجاب سے بی اے نمایاں پوزیشن میں پاس کیا۔ مزید تعلیم کیلئے 1921ء میں انگلستان چلے گئے تین سال کیمرج یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے۔ وہاں سے ریاضیات میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکاوت و ذہانت میں وافر حصہ عطا کیا تھا۔ اسی لیے تو تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ کیمرج میں حصول تعلیم کے دوران طلبہ سیاست میں بھی طبع آزمائی کرتے رہے۔ چنانچہ طلبہ کی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ کیمرج سے تعلیم حاصل کر کے 1914ء میں وطن واپس آئے۔ یہ دور بڑا مشکل ترین دور تھا۔ جنگ عظیم کی بھٹی گرم ہو چکی تھی۔ ہندوستان میں لوگ انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ افغانستان کی حالت بھی کشیدہ اور ناگفتہ بہ تھی۔ مولانا محمد علی مزید تعلیم کیلئے واپس انگلستان جانا چاہتے تھے کہ ان کی ملاقات ایک باغی لیڈر اور جلاوطن راہنما ڈاکٹر عبدالغنی سے ہو گئی۔ انہوں نے راستہ روک لیا کہ مزید تعلیم سے بڑھ کر آپ کی یہاں ضرورت ہے۔ وہ ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت کیلئے ممتاز، سامراج کے خلاف بغاوت میں سرفہرست تھا۔ وقت کے تقاضا کے پیش نظر اور ان کی ذہانت و فطانت کی بنا پر انہیں حبیبیہ کالج کابل کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ وہاں قیام کے دوران ان پر بغاوت کا الزام لگا دیا گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں جمال الدین افغانی کے گھر میں محصور اور پناہ گزین ہونا پڑا۔ 1916ء کو وہاں سے ثمر قند چلے گئے جہاں پہنچ کر انگریز کے خلاف صف آرائی کی۔ مولانا

Marfat.com

قصوری نے یاغستان میں رہ کر تمام قبائل کو انگریز کے خلاف اکٹھا کیا جس کا اسے بہت نقصان پہنچا اس دوران ہر طرح سے انہیں لالچ دیا گیا۔ لیکن کوئی بھی طمع ولالچ ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکا۔ انگریز سرکار نے مولانا کی گرفتاری کیلئے انعام بھی رکھا اور ان کی تصویر بھی شائع کی گئی لیکن ہر طرح سے اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

تمام حیلوں سے لاچار انگریز حکومت کے اہم ترین نمائندہ سر جارج روس کیمپل اور مولانا محمد علی قصوری کے درمیان ایک ملاقات ہوئی جو اپنی اہمیت اور دلچسپی کی بنا پر درج کی جا رہی ہے۔

کیمپل: آپ کو حکومت میں اعلیٰ منصب دیا جائے گا تا کہ آپ کی قابلیت ضائع نہ ہو۔

مولانا: مجھے سرکاری خدمت سے معذور ہی سمجھئے۔

کیمپل: (مسکراتے ہوئے) کیوں ابھی تک آپ کے دماغ میں اسلامی حکومت کے قیام کا خیال بسا ہوا ہے؟

مولانا: یہ خیال تو میرے رگ و ریشے میں پیوست ہو چکا ہے۔ میں کسی طور بھی انگریز کی ملازمت قبول نہیں کر سکتا۔

کیمپل: مجھے بہت افسوس ہوگا کہ آپ جیسا ہونہار نوجوان اپنی قابلیت اور عمر ایک بے کار خیال کی تحصیل کیلئے ضائع کر دے۔ مجھے تو یقین ہے کہ سرکاری راہنمائی میں آپ ہندوستانی مسلمانوں کیلئے دوسرے سر سید احمد خاں بن سکتے ہیں۔

مولانا: میں آپ کی عنایت کا مشکور ہوں لیکن میں ہندوستانی مسلمانوں کیلئے دوسرا سر سید بننے کی بجائے دوسرا سید احمد شہید یا سید اسماعیل شہید بننا چاہتا ہوں۔

کیمپل: مولانا ذرا سوچئے کہ ہم نے کیونکر مسلمانوں کے انہی علماء ومشائخ کی مدد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کو فنا کر دیا۔ ہندوستان میں سید احمد شہید کو ملیامیٹ کر دیا۔ ترکی وایران میں جمال الدین افغانی اور مدحت پاشا کی تحریک کو کچل دیا یہ سب کام آپ کے علماء ومشائخ

Marfat.com

اور رہنماؤں نے کیے۔ اگر آپ بھی سرکار انگریز کے خلاف چلیں گے تو آپ کا بھی وہی حشر ہوگا۔ ہم آپ کو بڑی ملازمت پیش کر سکتے ہیں تاکہ آپ کی قابلیت چمکے اور آپ دنیا کی ممتاز ترین ہستیوں میں شمار ہونے لگیں۔

مولانا: ایسی ملازمت پر مجھے معذور ہی خیال کیجئے۔ (خدمات اہل حدیث نمبر ۱۷)

مولانا قصوری خلوت وجلوت اور سفر وحضر میں بلند کردار کے مالک رہے۔ وہ چاہتے تو باوقار طریقے سے اعلیٰ حکومتی منصب قبول کر کے اپنے لیے آسانیاں پیدا کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ مسلمانوں کی آزادی اور انگریز کے انخلاء کیلئے دشوار گزار اور سنگلاخ راستہ اختیار کیا۔ وہ چار سال بعد یاغستان سے وطن واپس آئے تو والد گرامی نے انہیں اور ان کے بڑے بھائی مولانا محی الدین کو رقم دے کر بمبئی بھیج دیا۔ جہاں دونوں نے کاروبار شروع کر دیا۔ بمبئی میں مولانا قصوری کا مکان قائد اعظم محمد علی جناح کے مکان کے بالکل قریب تھا۔ قیام پاکستان سے قبل وہ بمبئی سے قصور آ گئے تھے لیکن قیام پاکستان کے بعد انہوں نے لاہور میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

مولانا قصوری مستند، ثقہ اور صاحب الرائے عالم دین تھے۔ وہ باقاعدہ مسجد مبارک اہل حدیث لاہور میں خطبہ جمعہ بھی دیتے رہے اور لارنس باغ میں ہر اتوار کو درس قرآن کا آغاز کیا۔ جس میں بڑے بڑے ماہر علوم وفنون شریک ہوتے اور ان سے اکتساب واستفادہ کرتے۔ اس جگہ اب باقاعدہ مسجد دارالسلام تعمیر ہو چکی ہے اور معروف دانشور ڈاکٹر اسرار احمد وعظ وخطاب کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ مولانا قصوری نے دعوت وجہاد، وعظ وتبلیغ، درس وتدریس، انذار وتبشیر اور ارشاد وتذکیر کے علاوہ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی۔

''اللہ کی بادشاہت''، ''قرآنی دعوت انقلاب'' اور ''مشاہدات کابل ویاغستان'' جیسی ان کی تالیفات زیور طبع آراستہ ہوئیں۔ ان کے علاوہ رسائل وجرائد میں انکے علمی وتحقیقی مقالات

Marfat.com

ومضامین بھی شائع ہوتے رہے۔مولانا قصوری نے زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کالوہا منوایا۔اہل حدیث کی تنظیمی وجماعتی زندگی میں بھرپوردلچسپی لیتے رہے۔1948ء میں بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے اپنے ہم عصر علماء کرام کے ساتھ مل کر مرکزی جمعیت اہل حدیث کی بنیاد رکھی تو پہلے تاسیسی اجلاس میں مولانا محمد علی قصوری نے شرکت کی۔اپریل 1954ء میں دوسری سالانہ آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس ملتان میں ہوئی تو اس کی صدارت مولانا قصوری نے کی۔اس کے علاوہ بھی جماعتی ربط ونظم میں بھرپور طریقے سے شریک کار رہے۔بالآخر کاروان آزادی کے راہرو،لشکر غیور کے سالار،علم وعرفان کے بحر بے کنار،فرد وحید،نابغہ روزگار اور اسلاف کی زندہ وتابندہ روایات کے امین مولانا قصوری جراتوں اور عزیمتوں کے سفر کرتے ہوئے ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو راہ ملک عدم کو سدھار گئے اور اپنے پیچھے انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔

مولانا محی الدین احمد قصوری۔مولانا عبدالقادر کے بڑے صاحبزادے جن کی ولادت 1889 میں ہوئی انہوں نے 1911ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ان کے والد گرامی انہیں قانون کی اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتے تھے لیکن وہ ایسا نہ کرسکے ابتدائی طور پر گوجرانوالہ میں اسلامیہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بنے لیکن جلد ہی اس سے دستکش ہوگئے۔مولانا کا اصلی نام برکت علی تھا اور یہی نام ان کی سندات پہ درج تھا۔لیکن یہ نام انہیں مولانا ابوالکلام کی صحبت سے ملا۔مولانا دینیات کے بھی عالم تھے اور دینی کتب انہوں نے مولانا عبدالقادر قصوری،مولانا فضل حق،مولانا اسماعیل دلاوری اور مولانا عبدالرحمٰن سے پڑھیں۔مولانا کا مولانا ابوالکلام آزاد سے بڑا قریبی تعلق تھا بلکہ عقیدت وارادت کا رشتہ تھا اور مولانا آزاد خصوصی شفقت فرماتے تھے۔مولانا قصوری نے مولانا آزاد کے ماہنامہ ''الہلال'' میں باقاعدہ خدمات انجام دیں۔مولانا قصوری بڑے وسیع النظر،صاحب الرائے،عمیق المطالعہ،مستقل مزاج،غیر متزلزل اور صاف گو عالم دین تھے۔انہوں نے ہر مقام اور ہر محاذ پر اسلاف کی روایات کو زندہ رکھا۔ان

Marfat.com

کا خاندان علم وفضل میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا۔ انہوں نے بھی اس علم وفضل کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

مولانا نے حق گوئی و بے باکی میں اپنے آباء کی طرح تمام مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ جیل کی مشقتیں برداشت کیں۔ انہیں 1916ء میں قصور سے گرفتار کیا گیا اور پھر تین سال تک قید و بند اور پابندی ونظر بندی کی مسلسل صعوبتیں برداشت کیں۔ انہیں قصور سے گرفتار کر کے تقریباً ڈیڑھ سو میل دور ضلع ہوشیار پور مقام ''دسوہہ'' میں نظر بند کر دیا گیا۔ گرفتاری کے دوران ان سے اذیتناک اور المناک سلوک کیا گیا لیکن انہوں نے تمام سلوک و رویے جوانمردی سے برداشت کیے۔ رولٹ بل کے تحت انہیں جیل میں ڈالا گیا۔ جب رہائی ملی تو مکمل تن دہی سے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنے چچا مولانا عبداللہ قصوری بی اے سے مل کر دعوت وارشاد کیلئے ایک جماعت بنائی جس کا نام ''جمعیت دعوت وتبلیغ'' رکھا۔ اس جماعت کے تحت انہوں نے مختلف شہروں میں دعوتی خدمات انجام دیں اور اس جماعت کی طرف سے انہوں نے دعوتی لٹریچر شائع کیا۔ مولانا نے تفسیر سورہ فاتحہ اور تفسیر سورہ یوسف بھی مکمل کی۔ تفسیر سورۃ فاتحہ طبع بھی ہوگئی تھی۔

مولانا قصوری مرکزی جمعیت اہل حدیث سے بھی وابستہ رہے۔ اس کے تاسیسی اجلاس 1948ء میں شرکت کی۔ اکتوبر 1956ء میں گوجرانوالہ میں کل پاکستان سالانہ کانفرنس میں انہیں مرکزی ناظم تعلیمات بنایا گیا۔ اپریل 1965 میں سیالکوٹ میں آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس کی صدارت انہوں نے کی۔ علاوہ ازیں جماعت کی مختلف اہم اور ذمہ دار کمیٹیوں میں باقاعدہ شامل رہے۔ مولانا علمی اعتبار سے بڑی قد آور شخصیت تھے اور زہد وورع میں ان کا ممتاز مقام تھا۔ انہوں نے تقریری وتحریری، قلمی وشفوی اور دعوتی و جہادی ہر میدان میں قابل ذکر اور باعث تحسین خدمات انجام دیں۔ وہ مجاہدین کے ساتھ باقاعدہ تعاون کرتے رہے۔ معروف

Marfat.com

صوفی بزرگ اور ولی کامل مولانا ولی محمد فتوحی والا کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات تھے۔مولانا نے بیاسی سال کی عمر میں 24 جنوری 1971ء کو رحلت فرمائی۔اور قصور کے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ان کی اولاد میں سے معین قریشی (معین الدین احمد) بڑے نامور ہوئے جو پاکستان کے نگران وزیر اعظم بھی رہے۔

میاں محمود علی قصوری: مولانا عبدالقادر قصوری کے سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے۔1910ء میں قصور میں پیدا ہوئے۔1930ء میں انہوں نے بمبئی یونیورسٹی سے قانون کا امتحان پاس کیا۔1932ء میں قانون کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے وہ انگلستان چلے گئے۔اور وہاں یہ اعزاز حاصل کیا کہ پہلے ایشیائی تھے جنہوں نے اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ تحریک پاکستان میں وہ مسلم لیگ کے ہمنوا رہے اور پورے ملک کے دورے کیے۔بعد میں انہوں نے ایک اپنی پارٹی بھی بنائی۔1970ء کے انتخابات کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت بنی تو وہ وفاقی وزیر قانون بھی رہے۔وہ بڑے اعلیٰ پائے کے سیاستدان اور ماہر قانون دان تھے۔انہوں نے زندگی میں انسانی حقوق کیلئے بھی بڑی طویل جنگ لڑی اور ایسے مقدمات وہ بلا معاوضہ لڑتے تھے۔میاں صاحب بڑے خوش اطوار اور وضعدار شخص تھے۔زندگی میں مختلف کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔بالآخر انہوں نے 1987ء میں انتقال کیا۔ان کی نماز جنازہ مولانا فضل الرحمان الازہری نے پڑھائی اور وہ قصور میں مدفون ہوئے۔ان کے صاحبزادے بیرسٹر میاں خورشید محمود قصوری ملکی سیاست میں نمایاں مقام رکھتے ہیں جو دو مرتبہ حلقہ قصور سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو چکے ہیں اور ان دنوں وزارت خارجہ اور وزارت قانون و انصاف کا قلم دان سنبھالے ہوئے ہیں۔۔مولانا عبدالقادر قصوری کے خاندان نے سیاسیات پاکستان میں اساسی اور بنیادی کردار ادا کیا اور ان کی اولاد و احفاد میں درجنوں افراد ایسے ہیں جن کی وطن عزیز کیلئے خدمات مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔آخر میں چند اشعار نذر قارئین کیے جا رہے ہیں جو ممتاز صحافی

Marfat.com

مولانا ظفر علی خاں نے ہدیہ عقیدت کے طور پر مولانا قصوری کیلئے کہے تھے۔

قبلہ عبدالقادر ان احرار کے سردار ہیں آج جو پنجاب میں حق کے علمبردار ہیں
جن سے ہے اسلام کی محفل کی رونق برقرار جن کی ملاحی سے آزادی کے بیڑے پار ہیں
سر کٹاتے ہیں رسول اللہؐ کے ناموس پر قید ہونے کیلئے آمادہ ہیں تیار ہیں
ان کی قلت کی چھڑی سے رہ گئے ہیں ٹوٹ کر ہند میں جتنے طلسم اندک وبسیار ہیں
فقر میں بھی ان کے آتی ہے نظر شان غنا بسکہ دامن گیر رسم احمدؐ مختار ہیں

زر بکف ہونا بڑا آسان ہے اس دور میں
سر بکف ہونے کے ڈھب لیکن بہت دشوار ہیں

Marfat.com

مولانا صوفی ولی محمد فتوحی والا

مولانا ولی محمد کا شمار عابد وزاہد، صابر وقانع، خوش اخلاق منکسر المزاج، خوش اطوار وشب زندہ دار اور اصحاب علم وعرفان کبار علماء میں ہوتا ہے۔ان کی ولادت 1863ء کو شرقپور کے قریبی گاؤں ''ولڑ کا'' میں ہوئی۔ان کے والد گرامی چوہدری الہ دین گاؤں کے مناسب حال زمیندار تھے۔انہوں نے اپنے بیٹے کا نام ولی داد رکھا۔ولی داد نے ابھی اپنی زندگی کی نویں بہار ہی دیکھی تھی کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔اس بنا پر انہیں اوائل عمری میں ہی تفکرات اپنے دامن میں سمیٹنے پڑے۔زندگی کے زینے چڑھتے ہوئے جب انہوں نے سن شعور کی دہلیز پر قدم رکھا تو اپنا نام ولی داد کی بجائے ولی محمد رکھ لیا۔

مولانا ولی محمد کی تعلیم وتربیت کے بارے میں زیادہ معلومات فراہم نہیں ہو سکیں کہ انہوں نے کن فحول وکبار علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔زیر قلم سطور تحریر کرتے وقت مولانا ولی محمد کی تالیف ''حیات طیبہ'' کا مقدمہ جسے مولانا محمد اسماعیل حلیم نے رقم کیا۔تقریباً اسی پر اکتفا کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ مولانا ولی محمد نے گاؤں کے امام سے قرآن مجید کے صرف تین پارے سادہ انداز میں پڑھے۔جبکہ ان کا علم وفضل اور وعظ وتذکیر کا سلسلہ قابل تحسین تھا۔اپنے بیان وخطاب میں جب وہ کسی کتاب کا حوالہ دیتے تو صفحہ اور سطر بھی بتا دیتے۔ان کا اپنا بیان تھا کہ مجھے تمام علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔

مولانا ولی محمد عابد وزاہد اور خدا پرست انسان تھے۔ان کا طرز معاشرت انتہائی سادہ تھا۔وہ ہمیشہ سادہ لباس زیب تن کرتے جو کھدر سے بنا ہوتا۔ان کی خوراک بھی بالکل سادہ ہوتی لیکن مہمان نوازی کا وصف ان میں نمایاں تھا۔مولانا محی الدین احمد قصوری کی روایت ہے کہ ایک

Marfat.com

مرتبہ میں اور میرا چچا مولوی عبداللہ قصوری بی اے انہیں ملنے ان کے گاؤں فتوحی والا گئے تو ہم نے اپنے پہنچنے کی اطلاع کی تو وہ فوراً تشریف لے آئے۔ سلام دعا کے بعد ابتدائی بات یہ کی کہ آپ کھانا تو کھائیں گے۔ یہ کہہ کر گھر چلے گئے اور تھوڑے ہی وقت میں بھنا ہوا قیمہ لے کر آئے۔ یہ دیکھ کر ہم بڑے متعجب ہوئے اور پوچھا کہ چھوٹے سے گاؤں میں اتنی جلدی یہ سب کیسے ممکن ہو گیا تو فرمایا کہ قربانی کے موقعہ پر ہم اپنے حصہ کا گوشت خشک کر لیتے ہیں تا کہ کوئی مہمان آئے تو مہمان نوازی میں دقت نہ ہو۔ مولانا جس طرح خود سادہ مزاج اور سادہ پوش تھے اسی طرح ان کی مسجد بھی بالکل سادہ سی تھی جس کے ساتھ ایک سادہ سا حجرہ بنا ہوا تھا جس میں وہ تشریف فرما ہوتے اور وہاں ارادتمندوں کا ہجوم لگا رہتا۔

مولانا بڑے خدا پرست، موحد اور کھرے اہل حدیث تھے۔ اسی لیے وہ اپنے خاندانی افراد کی بدعات وخرافات اور رسومات وخصومات میں غایت درجہ دلچسپی برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ اپنا آبائی مسکن ترک کر کے فتوحی والا نزد قصور میں اقامت گزیں ہوئے۔ وہ فطری اور جبلی طور پر جود وسخا کے پیکر تھے۔ جو کچھ ان کے پاس ہوتا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے۔ حتی کہ اپنی موروثی زرعی زمین جو تقریباً ستر ایکڑ پر مشتمل تھی فروخت کر دی اور حاصل ہونے والی تمام رقم مجاہدین کی اعانت کیلئے دے دی۔ انہوں نے تحریک جہاد اور مجاہدین کی کامیابی کیلئے بڑی جدوجہد کی اور تقریری وتحریری اور مالی وبدنی ہر لحاظ سے خدمات سرانجام دیں۔ وہ قریہ قریہ گھوم کر مجاہدین تیار کرتے اور ان کیلئے اعانت اکٹھی کرتے مجاہدین چمرقند ویاغستان کے ساتھ ان کا نہ صرف گہرا رابطہ رہا بلکہ وہاں جا کر قیام کرتے اور عملی معاونت ومساعدت کر کے قلب وذہن کی لذتوں سے بہرہ ور ہوتے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں تحریک جہاد کے تین امراء کی یکے بعد دیگرے بیعت کی۔ سب سے پہلے امیر المجاہدین مولانا عبداللہ پھر امیر عبدالکریم اور پھر امیر نعمت اللہ کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔ امیر نعمت اللہ کے دور امارت میں تقریباً پانچ برس یاغستان کی سنگلاخ وادیوں میں قیام پذیر رہے۔

Marfat.com

۱۹۲۱ء میں ان کی یاغستان سے واپسی ہوئی تو ان کے ساتھ ان کی دوسری رفیقہ حیات بھی آئیں جن کے ساتھ وہاں قیام کے دوران عقد کیا تھا۔ یہ ان کی دوسری شادی تھی۔ جبکہ پہلی شادی تقریباً بائیس سال کی عمر میں گلی کندی گراں متصل سنہری مسجد لاہور میں ہوئی۔ دونوں بیویوں کے بطن سے پانچ اولادیں ہوئیں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا مولانا صوفی محمد عبداللہ جو بعد میں صادق آباد میں قیام پذیر ہوئے۔

مولانا کا وعظ وتقریر، تبلیغ وتذکیر اور بیان وخطاب بالکل سادہ ہوتا۔ جو بات کرتے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جاتی۔ انہوں نے قصور کے ملحقہ دیہات وقصبات اور چکوک وموضعات کے لوگوں کو غیر محسوس انداز میں خالص کتاب وسنت کی دعوت دی۔ فتوحی والا کے بعد ان کا قیام بھاگیوال (چونیاں) میں بھی رہا۔ پھر کچھ عرصہ روڈے عثمانوالہ میں رہائش پذیر رہے۔ پھر دوبارہ بھاگیوال چلے گئے۔ پھر تقریباً تین سال چک ۴ جی ڈی غلام رسول (رینالہ خورد) میں بھی قیام پذیر رہے۔ ۱۹۲۵ء میں زیارت حرمین شریفین کیلئے حجاز مقدس چلے گئے۔ جہاں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کے بعد ۲۷ سال کی عمر میں اس دار فانی کو خیر باد کہتے ہوئے دارِ بقا کی طرف ارتحال کر گئے۔

مولانا صوفی ولی محمد کا قلم وقرطاس کے ساتھ بھی تعلق خاطر رہا اور انہوں نے عوام الناس کے فیض وافادہ عام کیلئے تین کتب بھی مرتب کیں۔

۱۔ حیات طیبہ: اس کتاب میں زہد ورہبانیت کا فرق واضح کیا اور مسئلہ کاٹ پر سیر حاصل بحث کی اور قرآن وسنت کی روشنی میں کامل مومن کی حیات طیبہ کے صحیح خدوخال بیان کیے۔

۲۔ خشوع عارف: اس میں عارفین کی نماز کا طریقہ اور خشوع بیان کیا اور نماز واذان کا ترجمہ بھی تحریر کیا۔

۳۔ زہد الانسان: یہ مولانا کا پنجابی منظوم کلام تھا جس میں انسان کے زہد کے متعلق مفید راہنمائی کی۔

Marfat.com

مولانا ایفائے عہد اور وعدہ کی پابندی کے عمل پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اس سلسلہ میں ان کے متعلق ایک روایت جو زبان زد عام وخاص ہے نذر قارئین ہے۔ مولانا فتوحی والا سے ببر کھائی گئے جو اس وقت اللہ آباد سے مغرب کی جانب واقع ہے اور کنگن پور سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس دور میں بسوں کی سہولت نہیں تھی۔ آمدورفت کیلئے ریل گاڑی پر ہی گزارا تھا۔ جمعہ کا دن تھا تقریباً بارہ بجے دن انہوں نے ببر کھائی میں دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر کہا کہ میں واپس جا رہا ہوں وہاں جا کر میں نے خطبہ جمعہ دینا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کا وہاں پہنچنا ممکن نہیں کہ گرمی کی شدت اور پھر سواری کے بغیر قلیل وقت میں آپ کیسے جا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ اصرار بسیار کے باوجود روانہ ہو گئے۔ اب لوگوں کو بڑا تجسس ہوا کہ وہ کیسے پہنچیں گے۔ چنانچہ انہوں نے پیچھے ایک آدمی بھیجا جس نے جا کر گاؤں کے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ مولانا پہلی اذان سے پہلے وہاں پہنچے اور خطبہ بھی انہوں نے ہی ارشاد کیا۔ یہ واقعہ ان کی کرامت بھی کہہ لیں لیکن اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص دنیا سے بے نیاز ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے تو اللہ بھی اس کا ہو جاتا ہے اور اپنے بندے کی ضرورتیں بھی خود پوری کرتا ہے۔

Marfat.com

مولانا کمال الدینؒ ڈوگر

مولانا کمال الدین بن سردار رانا ۱۸۵۶ء میں موضع چھینے والا ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ایک گاؤں ''پنجے کے'' میں مولانا محمد دین سے حاصل کی پھر مرکز الاسلام لکھو کے جا کر مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی سے استفادہ کیا۔ مولانا قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو کچھ قرآن پاک میں نظر آیا ہے وہ دنیا کی کسی دوسری چیز میں نہیں۔ مولانا بڑے صابر وقانع اور متوکل علی اللہ شخص تھے۔ وہ منکسر المزاج اور مستجاب الدعوات بھی تھے۔ ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کھڈیاں خاص ضلع قصور میں کسی اجتماع میں شرکت کیلئے چلے گئے۔ مسجد میں کیڑوں کی بہتات تھی۔ لوگوں نے شکایت کی کہ حضرت! اس مسجد میں کیڑے بہت زیادہ ہیں۔ کہنے لگے کہ ایک کیڑا میرے پاس لے آؤ۔ کیڑا لایا گیا تو اس کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور کہا بھئی! وعظ ونصیحت کی ضرورت تو ہم انسانوں کو ہے جو اسی مقصد کیلئے جمع ہوئے ہیں تمہیں اس کی ضرورت نہیں پھر تم کیوں آئے ہو؟ پھر کچھ پڑھ کر پھونکا اور کہا کہ اس کو لے جاؤ اور گاؤں کی آبادی سے باہر چھوڑ آؤ۔ ایسا ہی کیا گیا اور ایسا کرنے سے تمام کیڑے غائب ہو گئے اور پھر کبھی واپس نہیں آئے۔ (فیوض محمدیہ۔ ص ۲۱۹) اس قسم کے کئی واقعات زبان زدعام ہیں جو اس بات کی غماضی کرتے ہیں کہ مولانا کمال دین انتہائی خدارسیدہ شخص تھے۔ وہ شب زندہ دار اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والے قیامت کے خوف اور حساب وکتاب کی گرفت سے اکثر لرزاں اور رونے دھونے والے۔

خوف خدا سے رونے کے سلسلہ میں ایک معروف واقعہ ان سے منسوب ہے جس میں کچھ لطافت کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ ان کا تعلق ڈوگر خاندان سے تھا اور اس خاندان کے افراد عمومی

Marfat.com

طور پر جرائم کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔اب تو اس خاندان میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی نہیں۔ سیاست کے میدان میں انہوں نے نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں اور قومی وصوبائی اسمبلیوں تک پہنچے ہیں۔دیگر شعبوں میں بھی ترقی کی ہے لیکن دینی مصروفیات کے حامل لوگوں کی کمی رہی ہے۔ مولانا کمال الدین گاؤں میں رہتے تھے اور مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں آیا۔ وضو کرتے وقت اس نے ایک بھڑ (ڈیموں) کو دیکھا اور اسے مار دیا۔ وضو سے فارغ ہو کر نماز پڑھنے لگا مولانا کمال الدین یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔دیکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔نمازی اپنی نماز سے فارغ ہوا مولانا کو روتے دیکھا تو صورتحال کی نزاکت کو سمجھ گیا۔مولانا سے عرض کیا کہ میں نے وضو کرتے وقت ایک موذی بھڑ کو ہی مارا ہے کون سا جرم کیا ہے جو آپ نے اتنا محسوس کیا ہے۔مولانا نے کہا کہ جسے تو نے مارا ہے اس نے تمہیں کوئی ایذاء تو نہیں دی تم نے صرف اسے موذی بھڑ سمجھ کر ہی مار دیا ہے میں اس لیے رو رہا ہوں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے صرف ڈوگر سمجھ کر ہی دوزخ میں نہ پھینک دے اس خوف سے میں زار و قطار رو رہا ہوں۔

مولانا کمال الدین کے بارے میں بزرگوں کی زبانی بہت سے ایسے واقعات سنتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا مرحوم نے تمام زندگی اپنی اُخروی زندگی کی فکر میں گزار دی اور دنیا میں ایسے رہے جیسے کوئی مسافر راستے میں چلتا ہوا چند لمحے ستانے کیلئے کسی درخت کے سائے میں ٹھہر جاتا ہے۔ایسی صورتیں اب دیکھنے کو کہاں ملتی ہیں۔

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

Marfat.com

حافظ محمد عظیم میر محمدیؒ

حافظ محمد عظیم انتہائی متقی اور پرہیز گار شخص تھے۔ ایام طفولیت سے ہی ان کا رجحان و میلان عجز و انکساری اور صالحیت و اتقاء کی طرف ہو گیا جو تادم آخر قائم و دائم رہا بلکہ عرفان و سلوک میں انہوں نے ممتاز مقام حاصل کیا اور اسی عزت و تکریم کے ساتھ زندگی کے شب و روز بسر کر دیے۔ ان کا آبائی تعلق بھوجیان جیسے مردم خیز قصبے سے تھا جہاں علم و عرفان کی ایسی قندیلیں اور شمعیں روشن ہوئیں جنہوں نے سرزمین ہند ہی نہیں بلکہ بیرون ہند بھی تاریک وادیوں کو روشن کیا۔ حافظ محمد عظیم کا تعلق ایسے خانوادہ سے تھا جس کا رجحان اکثر و بیشتر جدال و خصام کی طرف رہا ہے لیکن ان کی بلند بختی کہ ان کے والد بلند خاں اور چچا مستقیم خاں کتاب و سنت کا مسلک اختیار کر چکے تھے جس کی بنا پر ان کے گھروں میں مروجہ جاہلانہ طرز زندگی کی بجائے ان اطوار کو اختیار کر لیا گیا جن کا تقاضا کتاب و سنت نے کیا ہے۔

حافظ میر محمدی نے تحفیظ قرآن کے بعد اخذ علم کیلئے مدرسہ محمدیہ لکھو کے اور مدرسہ غزنویہ امرتسر میں قیام کیا لیکن ان کا قلبی اور طبعی رجحان عرفان و سلوک کی طرف تھا لہٰذا وہ مروجہ علوم دینیہ میں کوئی بہت زیادہ استفادہ نہیں کر سکے۔ اپنی تشنگی کی سیرابی کیلئے وہ زیادہ عرصہ سید محبوب علی شاہ لکھوی اور مولانا صوفی کمال الدین ڈوگر کی خدمت میں رہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان دو شخصیات کا صحبتی رنگ ان کی قباء حیات پہ غالب رہا۔ ان کے زہد و ورع اور سلوک و عرفان کے بارے میں لوگوں نے کافی حکایات و روایات بیان کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا عبدالعظیم انصاری کی تحریر ''تذکرہ علماء بھوجیان'' سے استفادہ کیا گیا ہے اور انہی کے ذرائع روایت پر ایقان و اعتماد کیا گیا ہے۔ انہوں نے تذکرہ بھوجیان میں لکھا ہے

Marfat.com

کہ میر محمد گاؤں کے ایک زمیندار محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ میں اوائل عمری میں مڈل سکول راؤ خاں والا میں پڑھتا تھا اور روزانہ پیدل اپنے گاؤں سے سکول جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں سکول جانے کیلئے گھر سے نکلا۔ میں نے راستہ میں دیکھا کہ حافظ محمد (عظیم میر محمدی) صاحب تیز قدموں سے جا رہے ہیں۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ انہوں نے راؤ خانوالہ سے گاڑی پر سوار ہونا ہے اسی لیے جلدی میں ہیں لیکن صورتحال کچھ اس طرح کہ فاصلہ زیادہ اور وقت بہت کم ہے۔ میں نے کہا کہ گاڑی آنے والی ہے آپ اس پر سوار نہیں ہو سکتے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں تم چپ چاپ میرے پیچھے آؤ بات کوئی نہیں کرنی لیکن جب دایاں قدم اٹھانا ہے تو ''اللہ'' اور بائیں قدم پر ''ہو'' کہنا ہے۔ ابھی ہدایات جاری تھیں کہ گاڑی نے بگل بجایا میں نے کہا کہ گاڑی راجہ جنگ سٹیشن پر آگئی ہے۔ لہٰذا ہم نہیں پہنچ پائیں گے۔ وہ مجھے ڈانٹتے ہیں کہ باتیں نہیں کریں بلکہ ذکر کرتے ہوئے چلتے آئیں۔ ہم چلنے لگتے ہیں ابھی راؤ خانوالہ اسٹیشن سے تقریباً ایک میل پیچھے ہی ہیں کہ گاڑی گزر جاتی ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ گاڑی تو گزر گئی وہ پھر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ ہم آگے بڑھتے ہوئے جب سٹیشن سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر پہنچتے ہیں تو گاڑی اسٹیشن سے چل پڑی لیکن پھر حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ تھوڑا سا آگے جا کر گاڑی رک گئی۔ حضرت حافظ صاحب ٹکٹ خرید کر گاڑی پر سوار ہوتے ہیں پھر گاڑی چل پڑتی ہے۔ ہم یہ خلاف معمول واقعہ دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ اللہ کے جو بندے اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں اللہ بھی ان کے اعتماد کو کمزور نہیں پڑنے دیتا۔

حافظ محمد صاحب کی اولاد و احفاد اور دیگر احباب و اصحاب کے ہاں کئی ایسے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ انتہائی متوکل علی اللہ مطمئن بذکر اللہ شخص تھے۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیوی رغبتوں اور لذتوں سے ناآشنا تھے۔ انہیں بیٹھتے اٹھتے اور چلتے پھرتے بس ایک ہی فکر دامن گیر رہتی کہ ہمارا اللہ ہم پر راضی ہو جائے اور ہماری اخروی زندگی بہتر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا بھی وعدہ ہے کہ جو بندہ اللہ کا ہو جائے اللہ اسکا ہو جاتا ہے اور پھر اس کی تمام ضروریات

Marfat.com

واحتیاجات کا خود خیال رکھتا ہے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ مرحوم حافظ محمد صاحب آیت الکرسی پڑھ کر بغیر محافظ کے کھیتوں میں مویشی باڑے میں چھوڑ آتے۔ ان کے مویشی محفوظ رہتے کبھی نقصان نہ ہوتا۔ حالانکہ ابتدا سے ہی میر محمد ستو کی کے علاقہ میں جرائم پیشہ افراد کی کثرت رہی ہے۔

حافظ محمد کے علاوہ بھی اس خاندان کے کئی افراد اتقاء وصالحیت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کے بھائی حافظ دوست محمد بھی بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کے شب و روز عبادت الٰہی میں بسر ہوتے۔ بڑے قانع و مطمئن اور صبر رضا کے پیکر، عجز وانکساری کا نمونہ اور خشیت الٰہی میں محو رہنے والے شخص تھے۔ نرم رو اور نرم خواتنے کہ کسی انسان سے الجھنا اور جدال و خصام تو دور کی بات ہے وہ جانور کو بھی نہیں مارتے تھے۔ کاشتکاری کے دوران جب ہل چلاتے تو بیلوں کو چھڑی سے نہیں بلکہ کپڑے سے ہانکتے تھے۔

خصائل حمیدہ سے متصف اس عظیم انسان کا ۱۹۴۰ء میں ارتحال ہوا اور انہیں میر محمد وستو کی کے درمیان سپرد خاک کیا گیا۔

Marfat.com

مولانا محمد حیات قصوری

مولانا محمد حیات کا شمار خدارسیدہ اور باعمل علماء میں ہوتا ہے۔ اپنی تمام عمر درس و تدریس میں بسر کردی۔ دنیوی طمع ولالچ کے بغیر دین کی ترویج واشاعت کواپنا شعار بنایا۔ قصور ان کا آبائی شہر نہیں تھا لیکن اپنی جوانی کے ابتدائی ایام سے لے کر بڑھاپے کی آخری منزلوں تک تمام عمر عزیز قصور شہر میں بسر کردی۔

مولانا محمد حیات ضلع مظفر گڑھ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی، پھر ملتان چلے گئے۔ وہاں کے مقتدر علماء سے کسبِ فیض کیا اور درسیات میں نہائی تعلیم کے لئے مدرسہ غزنویہ امرتسر اور مرکز تعلیم الاسلام لکھو کے ضلع فیروز پور کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے حصول تعلیم کی آخری منزلیں لکھوی اور غزنوی علماء کی صحبت صالحہ میں طے کیں۔ یہی وجہ تھی کہ یہ رنگ مرتے دم تک قائم رہا۔ مولانا بڑے حلیم الطبع، منکسر المزاج اور زہد وورع سے مرصع تھے۔ اپنے شب روز درس وتدریس میں گزارتے اور جو وقت ملتا ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔

درسیات سے فراغت کے بعد مولانا قصور میں اقامت گزیں ہوئے۔ اس شہر میں اہل حدیث کا باقاعدہ کوئی مرکز نہیں تھا۔ البتہ دو بڑی معروف خانقاہیں بابا بلھے شاہ اور بابا کمال چشتی عوام کی توجہ کا مرکز ومحور تھیں۔ مزاروں اور خانقاہوں پر جن جاہلانہ رسوم کا صدور ہوتا ہے وہ کسی اہل خرد پر مخفی نہیں۔ صرف دو اہل حدیث خاندان آباد تھے۔ ایک مولانا عبدالقادر قصوری اور دوسرا حاجی شہاب الدین شام کوٹی کا۔ مولانا عبدالقادر قصوری کے خاندان نے تحریک پاکستان میں نمایاں اور قابل قدر خدمات انجام دیں۔

Marfat.com

مولانا محمد حیات بڑے دلپذیر اور ناصحانہ انداز میں وعظ کرتے، جس سے سامعین گرویدہ ہو جاتے۔ انہوں نے خالص کتاب وسنت کی تعلیم پائی تھی اور اسی کا پرچار کرتے تھے۔ جو بات کرتے اس کی دلیل بھی پیش کرتے۔ غیر محسوس طریقے سے لوگوں کو خالص توحید وسنت کی دعوت دیتے۔ لیکن ان کا یہ اسلوب مزاروں اور خانقاہوں کی زیارت وطواف کی دعوت دینے والے علماء کو نہ بھایا۔ لہٰذا ان سے چشمک اور مخاصمت بعید از قیاس بات نہ تھی۔ ایسے لوگ تو اہل اللہ اور مخلصین کے وجود کو بھی برداشت نہیں کرتے۔ کج فکر علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے مریدین بھی بڑے ہٹ دھرم ہوتے ہیں۔ جنہیں عقل اور دلیل کی بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ایک دن مولانا محمد حیات درس قرآن دے رہے تھے کہ ایک سامع کھڑا ہو گیا اور اعتراض کیا کہ یہ مسئلہ مسلک حنفی اور فقہ امام ابوحنیفہؒ کے مطابق نہیں۔ مولانا نے سمجھایا کہ مسئلہ حدیث نبوی ﷺ میں ایسے ہی ہے اور امام صاحب کا قول بھی سنایا کہ حدیث نبوی ﷺ کے مقابلہ میں میری بات کو ترک کر دیا جائے۔ لیکن وہ شخص اڑ گیا کہ یہ مسجد احناف کی ہے اور یہاں مسائل بھی احناف کی خواہش کے مطابق ہی بیان ہوں گے۔ آپ کے حلقہ درس میں قصور کی ایک رئیس اور متمول اور بااثر شخصیت حاجی محمد فرید بھی تھے۔ جو مولانا کے وعظ وتقریر اور خالص دعوت سے بڑے متاثر تھے۔ انہوں نے اعتراض کرنے والے کو بڑا سمجھایا کہ آپ بیٹھ کر بات سنیں اور جو بات مولانا کرتے ہیں اس کی دلیل مانگیں۔ لیکن اس کا تعلق تو ایسے قبیلہ وقوم سے تھا جو دلیل و برہان کی بجائے ہٹ دھرمی اور ضد سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنی اسی بات پر اڑ گیا کہ یہ مسجد حنفیوں کی ہے اور یہاں مسائل بھی حنفی مسلک کے مطابق ہی ہوں گے۔ حاجی فرید ایک اہل ثروت اور صاحب بصیرت شخص تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا آپ میرے ساتھ آئیں اور میرے وسیع احاطے میں درس ارشاد فرمایا کریں۔ حاجی صاحب کی قصور شہر میں اچھی خاصی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد تھی اور اندرون شہر ایک بہت بڑا احاطہ اور اس کے چاروں طرف گودام جن کے اوپر بالاخانے تعمیر کئے ہوئے تھے۔ اس احاطہ کے اندر چھوٹی سی مسجد تعمیر کر دی گئی۔ باجماعت نماز، خطبہ جمعہ اور درس و

Marfat.com

تدریس کا کام شروع ہوگیا۔شہر کے اطراف سے لوگ مولانا کے درس میں آنے لگے۔شہر میں حاجی محمد فرید کی جائیداد جودکانوں، مکانوں اور کارخانوں پر مشتمل تھی۔مولانا عبدالقادر قصوری کے مشورے سے ٹرسٹ کی صورت میں مسجد کے نام وقف کردی۔ **1914**ء میں یہ سارے معاملات تحریری صورت میں طے کئے گئے۔مسجد کا نام حاجی محمد فرید کے نام پر ''مسجد فریدیہ'' رکھا گیااور ٹرسٹ کی نگرانی وسربراہی خودحاجی صاحب نے سنبھالی۔ان کے بعدان کی بیوہ ''بیگم حیات بی بی'' ٹرسٹ کی نگرانی کرتی رہیں۔اس اہلحدیث ٹرسٹ کے پانچ ارکان جواہلحدیث اور غیراہلحدیث افراد پر مشتمل تھے۔لیکن حاجی صاحب کی بیوہ بی بی صاحبہ نے اپنے وصیت نامے میں لکھوادیا کہ جب کوئی غیراہلحدیث رکن وفات پاجائے گا تو اس کی جگہ نیارکن اہلحدیث بنے گا۔اور یہ بھی لکھوادیا کہ''مسجد فریدیہ کا امام اور خطیب ہمیشہ اہلحدیث ہوگا۔جسے وہابی کہا جاتا ہے''۔

1914ء کے قریب جب کام شروع ہواتو چھوٹی سی فریدیہ مسجد بنی۔اب فریدیہ مسجد قصورشہر کے وسط میں ایک بہت بڑامرکز ہےاوراس جیسے تقریباً دودرجن دیگر مراکزشہر میں آباد ہیں۔جہاں خالص توحیدوسنت کا آوازہ بلند کیا جاتا ہے۔مولانا محمد حیات کا اسلوب بڑاناصحانہ تھا۔کبھی شرانگیزی اورفتنہ پروری کی بات نہیں کرتے تھے۔یہ وجہ تھی کہ دیگر مسالک کے ساتھ ان کا عزت واحترام کارشتہ تھا۔لیکن بریلوی مکتب فکر کے ایک مولانا سے فقہی مسائل کی تبیین وتشریح میں بحث وتکرار رہتی۔مولانا محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب کاروان سلف میں ایک بریلوی عالم دین کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کی زندگی کا آخری وقت تھا توان کے ہم مسلک علماء اورعقیدت مند پاس بیٹھے ہوئے تھے۔جوقرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔مولانا نے آنکھیں کھولیں، سراُٹھایااور کہا کہ کوئی جائے اور مولانا محمد حیات کو بلالائے۔یہ سن کرایک شخص بولا حضرت وہ تو وہابی ہیں۔مولوی صاحب نے کہا کہ جاؤتمہیں بلاکرلاؤ۔وہ شخص بادل نخواستہ گیااور مولانا کو بلاکر لے آیا۔انہیں دیکھ کر بیمار مولانا کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوگئے اور گویا ہوئے۔حضرت میں

Marfat.com

آخری سفر پر جارہا ہوں۔ میری طرف سے آپ کی شان میں اگر کوئی گستاخی ہوگئی ہوتو اللہ کے لئے مجھے معاف کردیں۔ اور مجھے سورۂ یٰسین بھی پڑھ کر سنائیں۔ مولانا نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ میرا دل صاف ہے اور ساتھ ہی سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کی۔ اور جب سورہ کی آخری آیت کریمہ: "سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون" (یٰسین:83) (وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر شے کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے) تلاوت کی تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ (کاروان سلف:112)

مولانا محمد حیات قصوری نے مئی 1951ء میں رحلت فرمائی تقریباً 45 برس قصور شہر میں خدمات انجام دیں۔ شہر کے امراء و رؤساء ان کے حلقہ ارادت میں موجود تھے اور ان کی خداداد صلاحیتوں سے بہرہ ور ہوتے۔ لیکن انہوں نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے حوالے سے تعاون طلب نہیں کیا اور نہ اس سلسلہ میں کوئی ہدیہ قبول کیا۔ حتیٰ کہ مسجد اور ٹرسٹ کے بانی بھی ایک کبیر رئیس تھے۔ ان کی منقولہ و غیر منقولہ اچھی خاصی جائداد تھی اس سے ادارہ چلایا۔ یتیموں اور مسکینوں کی کفالت کی۔ اپنے ذاتی مقاصد و مطالب کے لئے اسے استعمال نہیں کیا۔ ساری زندگی کتاب و سنت کی تدریس و تذکیر میں بسر کردی۔ حجرہ نشینی کو محلات اور عالیشان عمارت پر ترجیح دی۔ توشہ آخرت کو عارضی زندگی کے آسائش و آرام پر ترجیح دی۔ یہ ان کی پرخلوص محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کہ قصور شہر اور گردونواح میں اسلام کی قندیلیں روشن ہیں جن سے لوگ اپنی تاریک زندگیوں کو روشنی دے رہے ہیں۔

ٹرسٹ آج بھی قائم و جاری ہے۔ ہماری جماعت کے معروف بزرگ عالم دین مولانا عبدالعظیم انصاری اس ٹرسٹ کے سرپرست و نگران ہیں۔ مولانا انصاری پیرانہ سالی سے ہمکنار ہیں۔ لیکن ضعیفی اور نقاہت ان پر سوار نہیں۔ وہ اپنی زندگی بھرپور انداز میں گزار رہے ہیں۔ جماعتی، تنظیمی، تحریکی اور سیاسی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری

Marfat.com

ہے۔ان کے قلم سے چند ایک کتابیں بھی منصہ شہود پر آئی ہیں۔جبکہ جماعتی رسائل و جرائد میں ان کے اکثر مضامین و مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔زیادہ تر ان کا موضوع تذکرہ اسلاف ہوتا ہے۔

مولانا محمد حیات قصوریؒ کا جب 1914ء میں تقرر ہوا تو ان کی پندرہ روپے تنخواہ مقرر ہوئی اور 1951ء میں ان کا انتقال ہوا تو ساٹھ روپے اعزازیہ وصول کرتے تھے۔ان کی وفات کے بعد ان کا جسد خاکی شہری قبرستان کوٹ بڈھا متصل بس اسٹینڈ میں حاجی محمد فریدؒ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔رحمہ اللہ وغفرلہ

انہوں نے اپنی میراث میں اعمال صالحہ، افعال حسنہ اور قصور شہر کے وسط میں توحید و سنت کا مرکز چھوڑا۔اس کو آباد کرنے پر مولانا محمد حیات قصوری اور اس کے لئے جگہ اور مالی اعانت کرنے پر حاجی محمد فرید کو اور اس کی قانونی مشاورتی مساعی پر مولانا عبدالقادر قصوری کو اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

Marfat.com

مولانا عبدالکریم گرنتھی فیروز پوری

بڑے ہی ملنسار، خوش مزاج، نرم خو، معاملہ فہم، رموز تعلق سے آشنا، اخلاص واخلاق کے پیکر، صبر ورضا کا مجسمہ اور عالم باعمل مولانا عبدالکریم غالباً 1860ء میں علی پور نارووال میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول دینی تھا۔ اس لیے طلب علم کی غرض سے نکلے تو دبستان وزیرآباد جا پہنچے اور شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیرآبادی سے کسب فیض کیا۔ پھر امام الزھد والتقی سید عبدالجبار غزنوی کی خدمت میں امرتسر حاضر ہوئے اور کئی برس وہاں رہ کر ان سے خوب استفادہ واکتساب کیا۔ دوران تعلیم ان کی امانت ودیانت سے اساتذہ وطلبہ بہت متاثر تھے۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر کی ضیافت کی تمام ذمہ داری ان کے سپرد تھی اور وہ اس ذمہ داری کو نہایت امانت ودیانت سے نبھاتے تھے۔ اسی لیے انہیں "امین خاندان غزنویہ" کہا جاتا تھا۔ ان کی شادی بھی دوران تعلیم حضرت امام غزنوی کی سرپرستی میں ہوئی۔ "گھد ووال" کے مولانا عبداللہ نے اپنی نیک سیرت اور خوش اطوار بیٹی ان کے نکاح میں دے دی۔ بنابریں خاندان غزنویہ سے تعلق اور اسی علاقہ میں شادی کی وجہ سے انہوں نے فیروز پور میں سکونت اختیار کرلی اور نارووال کو خیر باد کہہ دیا۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے وہ پاکستان آئے تو بہاولنگر میں اقامت گزیں ہوگئے۔ مولانا بڑے متبحر عالم تھے۔ انہیں عربی کے علاوہ فارسی پر بھی عبور حاصل تھا۔ گرنتھ انہیں زبانی یاد تھی اسی لیے انہیں مولانا عبدالکریم گرنتھی کہا جاتا تھا۔ غزنوی علماء کے علاوہ ان کا شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محدث دوراں حافظ عبداللہ روپڑی سے بھی بڑا گہرا رابطہ تھا۔ بدقسمتی سے روپڑی ثنائی کشیدگی عروج پر تھی لیکن وہ سب کا برابر احترام کرتے تھے۔ بڑے مرنجاں مرنج اور باغ وبہار شخصیت کے مالک تھے لیکن حضرت امام غزنوی سے تو خصوصی تعلق رکھتے تھے۔

Marfat.com

مولانا پنجابی زبان کے بڑے عظیم مبلغ تھے۔ان کا خطاب بڑا اثر انگیز ہوتا تھا۔ان کا دلپذیر خطاب سن کرتقریباً اڑھائی صد ہندو، سکھ،عیسائی اور پارسی مسلمان ہوئے۔وہ پنجابی کے بڑے معروف شاعر تھے۔انہوں نے پنجابی میں منظوم کتب ورسائل ترتیب دیے جو شائع بھی ہوئے۔

۱۔ پیروی صحابیات

۲۔ شان مسلم

۳۔ گرونانک جی صاحب اوراسلام

ترغیب الحج والزیارۃ کیفیۃ الامن والامارۃ

۴۔ (سعودی حکومت کے قیام کے بعدامن کے موضوع پر)

۵۔ سوزش فراق (امام عبدالجبارغزنوی کی وفات پر)

۶۔ مجاورنامہ

۷۔ مسئلہ تراویح

درج بالاتمام کتب ورسائل پنجابی میں منظوم لکھے مولانا عبدالکریم کا مجاہدین کے ساتھ بھی گہراتعلق رہا۔وہ تحریک جہاداور مجاہدین چمرقند سے عملی تعاون کرتے رہے۔مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی سے ان کا قریبی رابطہ رہا۔تقریباً سو برس دین حق کی خدمت اور توحید وسنت کی خالص دعوت دینے والے عالم دین 1960ء میں بہاولنگر میں ملک عدن کوسدھار گئے اور وہیں پہ انہیں سپردخاک کیا گیا۔ان کے دوفرزند مولانا نصراللہ نصر کریمی اور مولانا محمد یحیٰ کریمی تھے۔مولانا نصراللہ نصر کریمی نے زیادہ کتاب وسنت کی خدمت سرانجام دی۔وہ گریجوایٹ اوراپنے والد گرامی سے فیض یافتہ تھے۔

مولانا نصر کریمی کوعلم دوستی،شوق مطالعہ اور خدمت دین کا جذبہ ورثے میں ملاتھا۔لہٰذا انہوں نے بھی تمام عمر حسنات کی ترویج اور منکرات کی تردید میں صرف کردی۔قیام پاکستان کے

Marfat.com

بعد جب پاکستان آئے تو کھڈیاں خاص کو اپنا مسکن بنایا اور مسجد رحمانیہ اہل حدیث کی مسند امامت وخطابت پر فروکش ہوئے اور پوری غیرت وحمیت کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔ اس کے ساتھ ہی ہائی سکول میں بھی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کا انداز بود وباش عالمانہ تھا۔ اپنی زندگی میں جماعت کے جید اور فحول علماء سے فکری وروحانی اکتساب واستفادہ کیا تھا لہٰذا اسی عالمانہ وقار کو اپنا طرہ امتیاز بنایا۔ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ ان کی سیاسی وابستگیاں اور قربانیاں بھی قابل فخر اور لائق تحسین ہیں۔ انہوں نے اپنی جوانی کے بھرپور شب وروز بامقصد سیاست کی نظر کر دیے۔ جب پاکستان کے قیام کیلئے تحریک چلی تو ان کا آتش جوان تھا اور جذبے تازہ تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے ایک مضبوط اور مربوط کردار ادا کیا۔ دن رات جدوجہد کی لیل ونہار کی سکینت وراحت اس عظیم مقصد کی نظر کی دشوار گزار رستوں کا سفر کیا۔ جبر واستبداد کے سامنے سینہ سپر رہے۔ حتیٰ کہ انہیں پابند سلاسل بھی کیا گیا۔ یہ تمام صعوبتیں کمال حوصلگی اور کامل مردانگی سے برداشت کیں۔

مولانا نصر کریمی ضلع فیروز پور مسلم لیگ کے چیف آرگنائزر تھے اس لیے انہوں نے لیگ کے ربط وتنظیم اور تحریک کی حرکت وفعالیت کیلئے شہر شہر اور نگر نگر دورے کیے نوجوانوں کے جوان جذبوں کو آتش آہنگ کرنے کیلئے فعال کردار ادا کیا۔ جس کی پاداش میں انہیں پابجولاں پس دیوار زنداں پھینک دیا گیا۔ انہیں ایک سال جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے خطرناک سیل میں رکھا گیا اور جیل کے اندر ہی مقدمہ کی سماعت بھی ہوئی۔ ہر مشکل اور جبر کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور کسی لمحے بھی ان کے پایہ استقلال میں لغرش نہیں آئی۔

مولانا سیاستدان، تحریکی لیڈر، باخبر عالم دین اور ماہر استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حساس مؤلف بھی تھے۔ وہ عربی، فارسی اور اردو کے ماہر تھے۔ انہوں نے قیام پاکستان سے قبل تحریک پاکستان پر دو حصوں پہ مشتمل ''پاکستان اور اس کی ضرورت'' کے عنوان سے کتاب لکھی۔ اس عنوان پر شائع ہونے والی یہ پہلی کتاب تھی۔ اس کتاب کا سندھی زبان میں ترجمہ بھی شائع ہوا جس کا اہتمام معروف سندھی لیڈر جی ایم سید نے کیا۔

Marfat.com

اس کے علاوہ بھی ان کی تالیفات معرض وجود میں آئیں۔

حسن محمد ﷺ (مجموعہ نعت) مطبوعہ سبحانی اکیڈمی لاہور

ساہ بھری کھل (منظوم پنجابی) مطبوعہ سبحانی اکیڈمی لاہور

ثناء ودعا (اردو) مطبوعہ سبحانی اکیڈمی لاہور

حوران تحریک پاکستان (غیر مطبوعہ)

عظیم مجاہد، متحرک لیڈر، حساس مؤلف، باعمل عالم اور محسن استاد نے 1999ء میں اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔ مولانا مبارک احمد کریمی مولانا نصر اللہ نصر کریمی کے صاحبزادے ہیں۔ اگر چہ وہ بھی ضعیفی کی آغوش میں پناہ گزیں ہیں لیکن حسب استطاعت انہوں نے بھی اپنے والد گرامی اور جدامجد کی طرح علم دوستی اور دینی فکر کو رفیق حیات بنایا۔ 1940ء میں فیروز پور میں ولادت ہوئی۔ کم سن ہی تھے کہ قیام پاکستان کے بعد اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ میٹرک اور فاضل فارسی کرنے کے بعد کھڈیاں ہائی سکول میں فارسی ادب کے استاد تعینات ہوئے اور ساتھ مسجد رحمانیہ کی امامت وخطابت بھی سنبھالی۔ تقریباً چالیس برس یہ فریضہ ادا کیا۔ جماعتی ربط وتنظیم سے بھی وابستہ رہے۔ ابتدائی ایام سے ہی یہ وابستگی چلی آرہی ہے مولانا تحصیل قصور کے امیر اور مرکزی شوریٰ کے رکن رہے۔

مولانا کریمی کی زندگی کا اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ محترمہ بھٹو کا دور حکومت تھا اور سردار آصف احمد علی وفاق میں وزیر خارجہ تھے۔ مولانا نے سود کے خلاف درس قرآن ارشاد کیا۔ ان کی رپورٹ ہوئی اور علاقائی لیڈر شپ کے کہنے پر پولیس نے مولانا کریمی کو گرفتار کرلیا۔ وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث تحصیل قصور کے امیر جبکہ راقم الحروف ضلعی ناظم اعلیٰ تھا۔ ہم نے ان کی گرفتاری پر الٰہ آباد میں بھرپور احتجاج کیا۔ جس کی خبر قومی اخبارات میں شائع ہوئی اور اگلے دن نوائے وقت کے کالم "سرراہے" میں احتجاج ریکارڈ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے حالات ایسے بنے کہ وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی خصوصی دلچسپی سے مولانا کی فوری رہائی کے احکامات جاری ہوئے۔ اور یوں مولانا کیلئے سنت پدری کے احیاء کے اسباب پیدا ہوئے۔

Marfat.com

مولانا سید عبدالرحمٰن شاہ پٹی والے

علماء سلف کی یادگار، اتقاء وصالحیت کے پیکر، اولیاء واتقیاء کی عملی تصویر، علم میں پختہ اور عمل میں کھرے سید عبدالرحمٰن شاہ جنہوں نے تمام عمر خالص کتاب وسنت کی ترویج واشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے صرف کردی۔ ابتدائی تعلیم حافظ نوردین نابینا لدھیانوی سے حاصل کی۔

ابتدائی طور پر عملی زندگی کا آغاز انہوں نے موضع گنڈ اونڈ لدھیانہ کی مسجد کی امامت وخطابت سے کیا۔ سید عبدالرحمٰن شاہ علم وعرفان میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ شروع میں ہی ان کی عملی قابلیت کا اعتراف کرلیا گیا۔ چنانچہ ترن تارن کے شیوخ اساتذہ انہیں اپنے پاس لے گئے۔ وہاں انہوں نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ وہاں سے ان کے اہل علم رفقاء واحباب انہیں پٹی لے گئے۔ پٹی جاکر انہوں نے دین اسلام کی بڑی خدمت کی۔ اسی بنا پر وہ پٹوی معروف ہوئے۔ وہاں ایک کامیاب مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کی انتظامیہ کے صدر مولانا عبدالعظیم انصاری جبکہ آرگنائزر حافظ عبدالرحمٰن انصاری تھے۔ اس مدرسہ میں مولانا ہدایت اللہ ندوی اور مولانا عبدالرحمٰن لکھوی جیسے علوم وفنون کے ماہر اور کامل استاد خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس مدرسہ میں دینی تعلیم کے علاوہ عصری تعلیم کیلئے مڈل سکول قائم کیا گیا جس کے ہیڈ ماسٹر محمد علی المعروف مومن صاحب تھے۔ اس ادارے سے سینکڑوں افراد نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

1946ء میں فیصلہ کیا گیا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ بھوجیانی ہر سال امتحان لیا کریں گے لیکن وہ سال ان کا آخری ثابت ہوا۔ ہندوستان تقسیم ہوا اور پاکستان معروض وجود میں آیا۔ کتنے ہی اداروں کی شکست وریخت ہوئی۔ علم وادب کے آباد گھوارے ویران ہوگئے اور کتنی ہی بہاروں کو خزاؤں کا روپ دھارنا پڑا۔ چنانچہ سید عبدالرحمٰن شاہ بھی سب کچھ ترک کرکے پاکستان آگئے۔

Marfat.com

یہاں انہوں نے کھڈیاں کے مین بازار میں واقع جامع مسجد میں درس وتدریس کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مدرسہ دارالحدیث کے نام سے باقاعدہ ایک دینی ادارہ قائم کیا جس میں گردونواح کے بے شمار لوگ فیضیاب ہوئے جن میں سے مولانا عبدالرحیم رحمانی حسین خان والا اور مولانا محمد حنیف فرید کوٹی کا نام نمایاں ہے۔

سید عبدالرحمٰن شاہ عقیدہ توحید پر راسخ، صحیح متبع سنت اور سچے عاشق رسول تھے۔ ان کے نزدیک مسلمان ایک برادری اور قوم تھے، کوئی ذات پات کی تقسیم نہیں تھی بلکہ سب برابر تھے۔ اس سلسلہ میں ایک جماعت تیار کی جس کا نام ''جماعت کافۃ'' رکھا جس میں گردونواح کے بے شمار لوگ شامل ہوئے اور تمام لوگ شاہ صاحب کا احترام اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ ان کی بات کو اہمیت دیتے تھے اور ان کے فرمان پر عمل کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی جماعت میں بلا تفریق ذات ونسل شادیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کی ابتدائی مثال مولانا محمد یحیٰی منڈی عثمانوالہ کی شادی تھی۔ وہ اپنے رفقاء سمیت حسنات کی ترویج اور منکرات کی تردید کیلئے ہر وقت سرگرم رہتے تھے۔ جماعت کا کوئی رکن عملی کمزوری کا مظاہرہ کرتا تو اس کی باقاعدہ باز پرس کی جاتی۔

ہمارے دوست اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ضلعی لیڈر مہر عتیق الرحمان کے والد گرامی مولانا عطاء الرحمٰن (کھڈیاں) بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے ایک رکن سید لال شاہ نے نماز نہ پڑھی بلکہ وہ والی بال کھیلتا رہا۔ میں نے ان کی شکایت کی تو شاہ صاحب نے ان کی جواب طلبی کی تو لال شاہ نے امیر جماعت صوفی سراج دین کی موجودگی میں بھرے مجمع میں معذرت کی۔ وہ بڑے نیک اور پارسا شخص تھے نیکی کے کاموں میں ہمہ وقت مستعد اور فعال رہتے تھے۔ تادم آخر یہ سلسلہ قائم رہا بالآخر انہوں نے 1952ء میں اس جہان رنگ وبو کو خیر باد کہا۔

ان کے بعد ان کے لخت جگر سید عبدالغفور شاہ نے اس مشن کو جاری وساری رکھا۔ انہوں نے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں پھر انہوں نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ اور

Marfat.com

دارالحدیث محمدیہ ملتان کے کبار شیوخ سے کسب فیض کیا۔ایک برس مرکزی انجمن حزب الاحناف میں رہ کر فقہی دسترس حاصل کی۔ نھائی کتب انہوں نے محدث العصر حافظ محمد گوندلویؒ سے پڑھیں۔فراغت کے بعد وہ بھوئے اصل نزد چھانگا مانگا میں آ بسے جہاں انہوں نے حافظ محمد سلیمان خان بھوجیانی کے سانحہ ارتحال کے بعد مسند امامت وخطابت سنبھال لی۔سید عبدالغفور شاہ حضرت حافظ سلیمان خاں کے داماد تھے اور ماضی میں ان سے استفادہ بھی کر چکے تھے۔وہ مختصر عرصہ کیلئے وہاں رہے۔پھر کھڈیاں آ گئے اور اپنے والد گرامی کی جگہ وعظ و تبلیغ اور انذار و تبشیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔تقریباً تیس برس یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔چند سال پہلے اس ذمہ داری سے دستکش ہو گئے۔کوٹ سردار محمد کھڈیاں میں خود مسجد بنوائی۔ وہاں سلسلہ خطابت شروع کیا اور ذریعہ معاش کے طور پر ایک ہومیو پیتھک دواخانہ بھی قائم کیا۔بفضلہٖ تعالیٰ دونوں سلسلے جاری وساری ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالقدوس میواتی گوڑگانوی

مولانا عبدالقدوس کا شمار ضلع قصور کے سنجیدہ فکر علماء میں ہوتا ہے۔ وہ انتہائی منکسر المزاج اور نرم خو تھے۔ انہوں نے ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ متحدہ پنجاب کے ضلع گوڑگانواں کے چھوٹے سے گاؤں "گلالتہ" میں انتہائی غریب گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اس علاقہ میں زیادہ تر میو برادری آباد تھی لہٰذا اس علاقہ کو میوات کہا جاتا تھا اور اس علاقے کے باشندے میواتی کہلاتے تھے۔ اسی علاقے اور ضلع کی مناسبت سے مولانا عبدالقدوس کو میواتی اور گوڑگانوی کہا جاتا تھا۔ اسی علاقہ میوات سے تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا۔

مولانا عبدالقدوس اپنی کم عمری میں ہی شفقت پدری اور عاطفت مادری سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ غربت وافلاس کی وجہ سے مشکلات اور محرومیوں میں گھر گئے۔ انہوں نے گزراوقات کیلئے بچپن ہی سے محنت مزدوری شروع کر دی اور لوگوں کے مویشی چرائے۔ غریب ومفلس تو تھے لیکن ذہن رسا پایا تھا۔ قدرت نے انہیں غربت اور بے قدری کی زندگی سے نکالنے کیلئے طلب علم کے راستے پر ڈال دیا۔ ان دنوں اس علاقہ میں مولانا عبدالجبار شکروی اپنے آبائی قصبے "سوکھپوری" میں طالبان حق کو کتاب وسنت کی تعلیم سے بہرہ ور کرتے تھے۔ انہوں نے مدرسہ حمیدیہ دہلی سے اکتساب کیا تھا جس کے مہتمم حافظ حمید اللہ دہلی کے رئیس اور متمول شخص تھے جو آل انڈیا کانفرنس کے بانیوں میں سے تھے اور پہلے خازن بھی رہے۔ مولانا عبدالقدوس کسب فیض کیلئے مولانا عبدالحکیم بلند شہری کی صحبت میں بھی رہے۔ مولانا عبدالحکیم بڑے ذاکر اور اہل اللہ شخص تھے۔ ان کی تربیت نے اپنے لائق شاگرد کو زہد وورع کے ایک خاص قالب میں ڈھال دیا۔ اسی عقیدت اور وابستگی کی بنا پر مولانا عبدالقدوس نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحکیم رکھا۔

Marfat.com

ان دو شخصیات سے استفادہ واکتساب کے بعد مزید تعلیم کیلئے مرکز علم وآگہی دہلی کا رخ کیا جہاں معروف دینی مراکز مدرسہ رحمانیہ مدرسہ عالیہ فتح پوری اور مدرسہ سعیدیہ سے اُخذ علم کیا۔ ان مدراس میں انہوں نے مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری مؤلف مرعاۃ المفاتیح اور محدث کبیر مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سے فیض حاصل کیا۔ ان کے علاوہ انہوں نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی سے بھی فکری اور روحانی استفادہ کیا۔ اسی بنا پر وہ ان دونوں شخصیات کے بے حد قدردان تھے اور اپنی گفتگو میں اکثر ان کا ذکر بڑے ادب واحترام سے کرتے۔ اس دور میں شیخ الاسلام امرتسری نے تقریرات وتحریرات سے اسلامیان ہند کی بڑی راہنمائی کی۔ اس سلسلہ میں علاقہ میوات میں تشریف لے گئے اور بندگان خدا کو خالص توحید وسنت کی دعوت سے روشناس کروایا۔ ان خدمات جلیلہ کی بنا پر مسلمانوں کے دلوں میں مولانا کا بڑا احترام پایا جاتا تھا۔ مولانا عبدالقدوس بھی غایت درجہ عقیدت مند تھے۔ فطرتاً مولانا عبدالقدوس نرم خو، منکسر المزاج، اور سنجیدہ فکر تھے۔ عمومی طور پر الجھاؤ والی گفتگو نہیں کرتے تھے لیکن نرمی کے ساتھ بات مکمل اور پوری کرنے اور مسئلہ بیان کرتے ہوئے مضبوط اور قوی دلائل پیش کرتے۔ شیخین سے مناظرانہ ڈھنگ بھی سیکھا ہوا تھا۔ چنانچہ اپنی زندگی میں تین چار کامیاب اور فیصلہ کن مناظرے بھی کیے جو احقاق حق اور ابطال باطل کا باعث بنے۔ مناظروں میں بھی ان کا انداز ناصحانہ ہی ہوتا۔ جارحانہ رویہ نہ اپناتے۔ اپنی کوشش وکاوش کو مناظرانہ ومباحثانہ حد تک رکھتے۔ اسے مجادلانہ ومناقشانہ روش میں تبدیل نہ کرتے۔

۱۹۳۲ء کے قریب انہوں نے درس نظامی سے فراغت پائی تو علاقہ میوات کی درسگاہ اور اپنی پہلی مادر علمی شکراوہ سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ شباب کا عالم تھا، ہمتیں جوان تھیں۔ لہذا انہوں نے درس وتدریس کے ساتھ وعظ وتبلیغ کا کام بھی کیا۔ دیکھنے میں وہ دبلے پتلے میانہ قد اور چہرے پہ تراش خراش کے بغیر مختصر سی داڑھی لیکن باہمت اور انتھک تھے۔ انہوں نے اپنے

Marfat.com

علاقے میں انجمن اہل حدیث کو منظم کیا اور بحیثیت ناظم اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ میٹھے انداز اور ٹھنڈے لہجے میں وعظ وتقریر کرتے علاقے میں پائے جانے والے رسوم ورواج کی غیر محسوس طریقے سے نفی کرتے اور اپنی اسی نرمی اور نصیحت آموزی سے علاقہ کی کثیر جماعت کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

مولانا عبدالقدوس وعظ وتبلیغ کے علاوہ تالیف وتحریر کا کام بھی کرتے۔ مختلف جماعتی رسائل وجرائد میں ان کے مضامین شائع ہوتے۔ یہ قدیر کامل کی ان پر خاص عنایت تھی کہ انہیں تحریری قدرت سے نوازا۔ یہ تو قدرت کے فیصلے ہیں کہ جس شخص پر عنایات کرنی ہوتی ہیں اسے دین کا درک وفہم عطا کرکے تقریر وتحریر کا ملکہ بھی عطا کردیا جاتا ہے۔ انہوں نے توحید کے موضوع پر ''حقیقت الاسلام'' اور اتباع رسالت کے موضوع پر ''حقیقت الصلوٰۃ'' دوضمیم کتابیں مرتب کیں جو غالباً زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکیں۔ تراویح اور دیگر مختلف موضوعات پر ان کے کتابچے شائع ہوئے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنے کے اثبات میں ایک رسالہ ''افترامن الجمعة فی القریٰ'' تحریر کیا۔ مولانا عبدالقدوس ایک منجھے ہوئے مدرس تھے۔ شکراوہ میں سات آٹھ برس پڑھانے کے بعد اپنے آبائی گاؤں ''گلالتہ'' میں آگئے اور یہاں ''دارالحدیث محمدیہ'' کے نام سے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ ان کے پاس دولت وثروت نہیں تھی لیکن پھر بھی کبھی طمع ولالچ نہیں رکھا تھا۔ صرف اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے کتاب وسنت کی تدریس وترویج کیلئے کام شروع کردیا اللہ نے مدد فرمائی اور چھوٹا سا گاؤں دینی علوم کا مرکز بن گیا۔

تحریک آزادی کے بعد پاکستان معرض وجود میں آیا تو ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور یہاں ضلع قصور کے قصبہ کوٹ رادھا کشن کو اپنا مسکن بنالیا۔ یہاں آکر بھی دارالحدیث محمدیہ کو قائم وجاری رکھا۔ مشکل اور نامساعد حالات کے باوجود حوصلہ مندی اور جراتمندی سے اپنے مشن پر رواں دواں رہے اور شمع اسلام کو فروزاں رکھا۔ عاجزی اور انکساری کے پیکر مولانا عبدالقدوس میواتی گوڑگانوی نے ۲۶ مئی ۱۹۷۸ء کو جمعہ کے روز نماز فجر ادا کرتے ہوئے جام

Marfat.com

اجل نوش جاں کیا۔ان کے بعدان کے فرزند مولانا پروفیسر عبدالحکیم نے اس مشن کو جاری رکھنے کی ذمہ داری سنبھالی۔ پروفیسر عبدالحکیم گورنمنٹ کالج پتوکی میں اسلامیات کے استاد تھے۔انہوں نے سرکاری ملازمت کو خیر باد کہہ کر دین کی خدمت کو شعار بنالیا۔اس وقت سے لے کر آج تک گلستان اسلام کی آبیاری میں مصروف عمل ہیں۔ پروفیسر عبدالحکیم صاحب محنتی، معاملہ فہم اور مستند عالم دین ہیں ۔کئی برس مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کے امیر بھی رہے۔ تنظیمی، تحریکی، سیاسی اور سیاسی معاملات کو سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ان کی درسگاہ دارالحدیث محمدیہ میں مختلف ادوار میں قابل اساتذہ نے خدمات انجام دی ہیں۔معروف ومستند استاد گرامی شیخ الادب مولانا محمد صادق خلیل کئی برس اس درس گاہ کی مسند تدریس پہ جلوہ افروز رہے۔وہ زبان وادب کے ماہر استاد ہیں۔کئی عربی کتب کے تراجم کیے ہیں۔ان کی مترجم کتب زیور طبع آراستہ بھی ہوئی ہیں ۔وہ جامعہ لاہور اسلامیہ ماڈل ٹاؤن میں بھی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔۱۹۸۹ء میں راقم الحروف نے بھی ان سے تخصص فی الحدیث کی کلاس میں قیام لاہور کے دوران استفادہ کیا۔ بڑے شفیق اور فہیم استاد ہیں۔ ان دنوں فیصل آباد میں اقامت گزیں ہیں جہاں ان کا بڑا کتب خانہ ہے اور اشاعت کتب کا سلسلہ جاری ہے۔

مولانا عبدالقدوس کامیاب مدرس تھے۔اپنے طلبہ سے کمال درجہ کی محبت کرتے۔طلبہ سے شفقت وعنایت کے اعتبار سے ان میں استاذ العلماء مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی جھلک نظر آتی۔ ان کا ایک شاگرد بیمار پڑ گیا۔بیماری میں اتنی نقاہت ہوئی کہ بستر پر ہی پاخانہ کردیا۔شاگرد کے بستر کو استاد نے خود صاف کیا دوسرے شاگردوں نے کہا کہ ہم یہ کام کیے دیتے ہیں۔کہا نہیں شاگرد بیٹے کی طرح ہوتا ہے لہٰذا میں اپنے شاگرد بیٹے کا بستر خود صاف کروں گا۔ایسے خدارسیدہ اور عجز وانکساری کے پیکر انسان ڈھونڈنے سے بھی کب ملتے ہیں۔آج کے اس دور میں کہ جب تصنع اور تکلف نے ہر شعبہ کو آلودہ کر دیا ہے، پیران حرم اور خادمان مدرسہ بھی اپنی اصل شان وسطوت کو بھول بیٹھے ہیں۔آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی قابل عمل

Marfat.com

روایات کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں اور نقوش عظمت رفتہ کو پھر سے ڈھونڈ نکالیں۔

مولانا عبدالقدوس تنگدستی و فاقہ مستی کے باوجود استغناء کا پیکر، طمع و لالچ سے نا آشنا، علم دولت اور اصحاب علم کے خدمت گزار اور شب و روز دین کی ترویج و اشاعت میں اپنی مساعی کو بروئے کار لانے والے تھے۔ امانت و دیانت ان کا شعار تھا۔ لوگوں کو دیانت کا سبق دیتے تو خود بھی اس پر عمل پیرا ہوتے۔ ان کا ایک بھتیجا حافظ محمد ابراہیم جو یتیم ہو گیا اس کو چھ ماہ کی عمر میں کفالت میں لے لیا۔ اس کی مسلسل تربیت و کفالت کرتے رہے۔ اس کے مال و زر کا بھی مکمل حساب رکھا۔ جب وہ پندرہ برس کی عمر میں عاقل و بالغ ہو گیا تو شریعت کے حکم کے مطابق تمام معاملات واضح کر کے اس کی جائیداد اس کے سپرد کر دی۔ صاحبان دین اور مفتیان دین کو ایسا ہی باکردار ہونا چاہیے۔

Marfat.com

مولانا امام دین بھکھے گراں

مولانا امام دین کتاب وسنت کے وارث، مسلک اہل حدیث کے داعی، پنجابی زبان کے شاعر، دلپسند واعظ اور سادہ انسان تھے۔ ان کی ولادت ۱۸۸۳ء میں ''موضع بھکھے ہری سنگھ'' میں ہوئی۔ ابتدائی دینی تعلیم مقامی عالم مولوی عبداللہ سے حاصل کی۔ اور سکھوں کی مقدس کتاب گرنتھ کی زبان گورمکھی بھی سیکھ لی۔ پھر مزید دینی تعلیم فتح گڑھ چوڑیاں میں مولانا عبدالحی سے حاصل کی۔ یہ قصبہ اسلام کی دعوت اور اہل حدیث کی تبلیغی وتنظیمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یہاں بہت بڑا جلسہ منعقد ہوتا جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، حافظ محمد عبداللہ روپڑی، حافظ محمد حسین روپڑی اور مولاناؒ عبدالمجید سوہدری جیسے اعیان ملت شرکت کرتے۔

مولوی امام دین پھر کمیر پور چلے گئے جہاں حافظ محمد حسین روپڑی (والد گرامی حافظ عبدالرحمٰن مدنی) سے ترجمہ قرآن مجید اور کتب حدیث پڑھیں۔ شروع میں ہی اکرام محمدی اور قصص المحسنین پڑھنے کا شوق تھا۔ وہ شعر زبانی یاد کرتے اور انہیں جلسوں اور مجلسوں میں پڑھتے۔ پھر انہیں خود بھی شعر گوئی کا ملکہ نصیب ہوگیا تو وہ پنجابی میں شعر کہنے لگے۔ ان کی کئی منظوم کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں سے حقوق الزوجین، حقوق الوالدین، اتفاق المسلمین، نکاح وٹہ، خاتم النبیین، ظلم پنجاب، جنگ بدر، شہادت حبیب، جنگ احد، میت نہیں سندی، صلوٰۃ محمدی اور تردید سود جیسی منظوم کتابیں قابل ذکر ہیں۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد یوسف جو فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں کا کہنا ہے کہ مرحوم کے کئی تحریری منظوم مسودات اب بھی موجود ہیں۔ مختلف دیہات ومقامات پر جلسے منعقد ہوتے تو مولوی امام دین بھی شرکت کرتے اور شرکاء کو

Marfat.com

اپنے منظوم کلام سے مستفید کرتے۔ جب وہ اپنی مترنم آواز سے شعر پڑھتے تو سامعین پر وجد طاری ہو جاتا۔

وہ بھکھے گراں کی سکونت ترک کر کے حافظ عبداللہ محدث روپڑی کے پاس چلے گئے اوران کے مدرسہ کیلئے فراہمی چندہ کی خدمات بھی انجام دیں جس کا اظہار وہ اس انداز سے کرتے۔

نام امام دین عاجز فقیر میں بولی پنجابی وچ کردا تقریر میں
روپڑدے درس والا بنیا سفیر میں چندے نوں جاواں دورتائیں

کچھ عرصہ بعد پھر وہ اپنے گاؤں بھکھے گراں واپس آ گئے لیکن وہاں جماعت کے افراد کے ساتھ تکبیرات عیدین کے سلسلہ میں جھگڑا ہو گیا تو رہائش ترک کر کے مصطفےٰ آباد (للیانی) کے قریبی گاؤں گلو ہیڑا میں جا آباد ہوئے جس کا اظہار اس طرح کیا۔

بھکھے گراں میری بستی پرانی آں ہجرت کر آیا اوتھوں لمبی کہانی آں
ہن رہندا گلو ہڑے ڈاکخانہ للیانی آں ضلع لاہور اندر پائیں

عرصہ دراز تک اس بستی میں قیام پذیر رہے۔ اپنے بیٹے مولانا محمد یوسف کی شادی بھی یہیں کی۔ ان کے بہت سے رشتہ دار اب بھی اسی گاؤں میں رہائش پذیر ہیں۔

ہمارے دوست چوہدری لیاقت علی بھلر جو گورنمنٹ ایلیمنٹری ٹریننگ کالج قصور کے پرنسپل اور بڑے علم دوست خیر پرور شخص ہیں بیان کرتے ہیں کہ مولوی امام دین بڑے دلپذیر واعظ اور کھرے انسان تھے۔ وہ سچی بات بلاخوف تردید بیان کرتے تھے۔ وہ ہمارے گاؤں لکھنکے میں وعظ کرنے کیلئے آتے تو انہیں موقعہ نہ دیا جاتا کیونکہ ہمارے گاؤں اور برادری کے تمام لوگ غیر اہل حدیث تھے جب مولوی صاحب آتے تو انہیں مسجد میں کھڑے ہو کر وعظ کرنے کی اجازت نہ ہوتی چنانچہ وہ گلی میں کھڑے ہو کر وعظ کرنے لگتے۔ ان کی آواز سحر انگیز اور کلام اثر آفرین ہوتا اس لیے لوگ ان کے اردگرد کھڑے ہو کر ان کا وعظ وخطاب سنتے۔ یہ ان

Marfat.com

کے پر خلوص وعظ اوران کی بے لوث کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اب ہمارے گاؤں میں اہل حدیث کی دو مسجدیں اور موثر قوت موجود ہے اور بھلر برادری کے اہل خیر وثروت اور صاحب علم وعرفان افراداس میں پیش پیش ہیں۔

مولوی صاحب کچھ عرصہ بعد گلو ہیڑا کی سکونت کو ترک کر کے امرتسر چلے گئے اور محلہ دائم گنج لاہوری دروازہ کے باہر اپنا مکان تعمیر کرلیا اوراس میں سکونت پذیر ہو گئے ۔تادم آخریں اس مقام پر مقیم رہے۔قیام پاکستان سے ایک سال قبل 1946 میں ماہ شعبان کی ایک صبح نماز فجر کی اذان کے بعد کلمہ طیبہ پڑھااور داعی اجل کی آواز پر لبیک کہہ دیا۔اوران کی نماز جنازہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے تلمید رشید مولانا عبداللہ ثانی نے پڑھائی۔ مرحوم مولوی صاحب نے اپنی تمام عمر کتاب وسنت کی بالادستی خالص قرآن وحدیث کی دعوت کو پیش کرنے اورحسنات کی ترویج ومنکرات کی تردید میں صرف کردی۔ان کی تمام اولاد دوصاحبزادیاں اوردوصاحبزادے مولانا محمد یوسف اورحکیم محمد صدیق دین اسلام کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

Marfat.com

مولانا سراج دین وڈانہ

ثقہ عالم دین، صاف گو، معاملات میں کھرے اور اتقاء وصالحیت کے پیکر مولانا سراج دین جنہوں نے تمام عمر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں صرف کر دی۔ قصور کے قریبی گاؤں وڈانہ میں اقامت پذیر سچے اور کھرے انسان نے وعظ و تبلیغ کیلئے دور دراز کے سفر کیے۔ وہ حق بات برسر منبر ومحراب کہتے تھے۔ زندگی میں کبھی کسی مصلحت و مداہنت کا شکار نہیں ہوئے۔ عسر و یسر اور تنگی و فراخی میں کبھی ان کے پایہ استقلال میں لڑکھڑاہٹ نہیں آئی اور زندگی کے نشیب و فراز میں کوئی طمع ولالچ ان کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکا۔ کتاب وسنت کے مقدس فرامین پہ کاربند رہنا اور لوگوں کو سختی سے تلقین کرنا ان کا طرہ امتیاز تھا۔

انہوں نے اپنی اولاد کی بھی خاص دینی ماحول میں تربیت اور پرورش کی اور ان کو قرآن وحدیث کے مقدس علم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا اور انہیں توحید وسنت کی خالص دعوت کیلئے تیار کیا۔

مولانا محمد رفیق مدنپوری نے ابتدائی تعلیم بھوئے آصل میں حافظ محمد سلیمان بھوجیانی سے حاصل کی اور پھر گوجرانوالہ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی جیسے جید علماء سے کسب فیض کیا۔ وہ بڑے مستند اور متبحر عالم دین بے باک خطیب اور جمعیت اہل حدیث کے صف اول کے مقرر اور مبلغ تھے جو مدنپورہ فیصل آباد میں سکونت پذیر تھے۔ اسی مناسبت سے مدنپوری مشہور ہوئے۔ بڑے وسیع القلب اور فصیح اللسان انسان تھے۔ احباب و رفقاء کے خدمت گزار اور گرم رفتار و خوش گفتار شخص تھے لیکن اصول دین میں کسی مصلحت کا کبھی شکار نہیں ہوئے۔ جس بات کو حق سمجھا اسے خلوت میں اختیار کیا اور اس کا جلوت میں اظہار کیا وہ جماعت کے بڑے بڑے معروف اور معتبر

Marfat.com

مناظر تھے۔ گفتگو میں حاضر جواب اور مسائل میں متحضر تھے۔ بڑے بڑے مناظروں میں انہوں نے اپنے علمی رسوخ اور ثقاہت کی دھاک بٹھائی۔ بڑے بڑے جغادری ان کا علمی میدان میں سامنا کرنے سے کتراتے تھے۔ اپنے وعظ وتقریر میں کبھی کمزور اور مشکوک بات نہیں کرتے تھے۔ محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی سے علمی اور فکری استفادہ کیا پھر عمر بھر تبلیغ وتقریر کے میدان میں ان کے ہمرکاب رہے اور کئی بذرجمہروں کو علمی میدان میں لاجواب کیا۔ ان کی زندگی کا آخری جلسہ جس میں انہوں نے شرکت کی اس میں بھی ان کے علاوہ حافظ عبدالقادر روپڑی اور حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری جیسی نابغہ روزگار شخصیات موجود تھیں۔ وہ کیسا حسیں دور تھا کہ جب اہل حدیث سٹیج پر بحرِ بے کنار علماء موجود ہوتے تھے۔ جب وہ گویا ہوتے تو علم وعرفان کے دریا بہتے تھے۔ وہ کبھی اپنے وعظ وخطاب اور تبلیغ وتقریر میں کمزور روایتوں، قصے کہانیوں، شعر وغزل اور ترنم وغنا کا سہارا نہیں لیتے تھے بلکہ قرآن وحدیث کے دلائل وبراہین کی بارش برستی تھی۔ انہی ہمارے اسلاف کی پر مغز اور پر خلوص کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ آج شہر شہر اور نگر نگر توحید وسنت کی شمعیں فروزاں ہیں۔ زندگی کی کٹھنائیوں میں سفر کرتے ہوئے ایک دن دو ستمبر 1982ء کو خالق حقیقی کی طرف سے اچانک بلاوا آگیا اور انہوں نے اس آوازے پہ لبیک کہتے ہوئے اپنی جان اپنے خالق ومالک کے سپرد کر دی۔ مولانا کی حقیقی وصلبی اولاد نہیں تھی لیکن اپنے بھتیجے اور چوہدری بشیر احمد کے فرزند محمد صدیق کو بیٹا بنایا اور خالص علمی ودینی ماحول میں تربیت وپرورش کی۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار کے ارتحال کے بعد مولانا محمد صدیق مدنپوری نے کتاب وسنت کی شمع وفروزاں کی۔ وہ فیصل آباد جیسے علمی اور تجارتی شہر میں معروف اور مصروف خطیب ہیں۔ ایک مسجد میں باقاعدہ خطیب اور محراب ومنبر پہ جلوہ افروز ہیں جبکہ ایک سرکاری سکول میں عربی ادبیات کے معلم بھی ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم ناظم انہوں نے مختلف مدارس میں رہ کر کبار علماء سے اکتساب کیا جن میں حافظ محمد سلیمان خاں بھوجیانی مولانا محمد اسحٰق بھٹی، مولانا حبیب اللہ لکھوی، مولانا ہدایت اللہ

Marfat.com

ندوی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا بشیر احمد بھوجیانی، مولانا محمد اسحٰق چیمہ، حافظ محمد اسحٰق حسینوی اور حافظ محمد بھٹوی کے اسماء گرامی انتہائی قابل ذکر ہیں۔

مولانا دینی درسیات کے فاضل اور باقاعدہ درسی کتابیات کے فارغ ہیں۔ بہترین مبلغ ومقرر ہیں لیکن انہوں نے زندگی بھر باقاعدہ امامت وخطابت اور درس وتدریس نہیں کی۔ ان کا طبعی رجحان اور میلان جماعتی وتنظیمی اور سیاسی وسماجی خدمات کی طرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تمام عمر جماعت کی تنظیم سازی میں صرف کر دی۔ شب وروز اور صبح ومساء وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کیلئے کوشاں وسرگرداں نظر آئے۔ ہم نے جب سے سن شعور میں قدم رکھا ہے اور اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھا ہے انہیں جماعتی رابطوں میں مصروف پایا۔ روز اول سے انہیں موٹر سائیکل پر دیکھا اور ضلع قصور کا ناظم دیکھا۔ یہ ناظم ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ ضلع قصور میں اس وزن کے تین نام ہیں مولانا ابراہیم ناظم، قاری ابراہیم کاظم اور علامہ ابراہیم خادم تینوں ہی اپنے اپنے مقام پر دین اسلام کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا ابراہیم ناظم جووڈانہ گاؤں میں اقامت پذیر ہیں بھیڈیاں میں بھی قیام رہا۔ مقام بدل گیا لیکن کام اور نام ایک ہی رہا۔ موٹر سائیکل پر انہوں نے بہت سفر کیا۔ دورانِ سفر المناک حادثوں سے دوچار ہوئے اور کئی کئی ماہ بستر علالت پہ رہے لیکن جب مالک نے صحت وتوانائی عطا کی پھر اپنے فرائض کی انجام دہی کیلئے سفر میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے تمام عمر مال ومتاع کو جمع کرنے میں نہیں بلکہ کتاب وسنت کی بالادستی میں صرف کر دی۔ ان کی متاعِ حیات خدمت دین ہے۔ ایسے مخلص بندے بہت کم نظر آتے ہیں کہ جن کی نظریں لوگوں کی جیبوں پر نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ہوں کہ ان میں عقیدہ توحید راسخ ہو جائے۔ اسی تگ ودو میں اپنی جوانی لٹادی اور اب وہ ایام پیری کی آغوش میں صاحب فراش ہیں۔ چھوٹے سے گھر میں وہ خود ہیں اور ان کی نظروں کے سامنے ان کی وہ موٹر سائیکل ہے جو رفاقت کا بھرم رکھتے ہوئے اپنی قوت وتوانائی کھو بیٹھی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ندی میں کنول کا پھول ہوتا ہے کہ ندی کے

Marfat.com

خشک ہونے پر لپک کر کہیں اور نہیں جاتا بلکہ اسی جگہ خشک ہو جاتا ہے۔

مولانا متحدہ جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کے ناظم ہیں اور صاحب فراش ہیں۔ جماعت کے امیر بڑے صاحب دل اور ناظم اعلیٰ صاحب ثروت ہیں۔ انہوں نے جماعتی وتنظیمی خدمت میں اپنا تن، من اور دھن قربان کرنے والے شخص کیلئے کیا کچھ کیا ہے اور کیا خفیہ اعانت وتعاون کیا ہے یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ ایک مولانا ابراہیم کی بات نہیں ہمارا قومی المیہ ہے کہ بڑے اہم موقعوں پر ہم مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہوئے ہیں اور ہم سے اپنے اکابر کے ساتھ ناروا سلوک کی غلطی سرزد ہوئی ہے جبکہ پس مرگ ہم نے بہت مرثیے لکھے ہیں بقول شاعر

اس کو ناقدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں
کہ مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

چوہدری بشیر احمد مولانا سراج دین کے بیٹے اور مولانا ابراہیم کے بھائی جو کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ ان کا ایک صاحبزادہ والد کا متروکہ کاروبار چلاتا ہے جبکہ دوسرا زیور علم سے آراستہ خدمت دین میں مصروف ہے۔

مولانا محمد عبداللہ چوتھے بیٹے جو مدن پورہ فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ وہ اور ان کے صاحبزادے صوم وصلوٰۃ کے پابند اور حسب توفیق خدمت دین میں مصروف ہیں۔ مولانا سراج دین کی ایک صاحبزادی مولانا محمد زکریا رائے ونڈ کے عقد میں تھیں جو وفات پا چکی ہیں۔ جبکہ دوسری کا عقد پتوکی میں ہوا جن کے خاوند حافظ ہارون الرشید اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

نوٹ: مولانا محمد ابراہیم گذشتہ دنوں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

میاں محمد ابراہیم جاگووالہ

میاں محمد ابراہیم سادہ مزاج کے شریف النفس انسان تھے۔ وہ فیروز پور میں مولانا محمد عبداللہ بھوجیانی سے فیض یافتہ تھے۔ صوفی ولی محمد فتوحی والا سے خصوصی ارادت رکھتے تھے جبکہ امام سید عبدالجبار غزنوی کے بیعت تھے۔ علماء سے محبت ورغبت انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور خاص ودیعت ہوئی تھی۔ مولانا عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی کو بچپن میں انہوں نے اپنی گود میں کھلایا تھا اسی لیے مولانا بھوجیانی بھی ان کے خاندان سے ایک تعلق خاطر رکھتے تھے اور تمام عمر اس تعلق کو نبھایا۔ اب بھی دونوں خاندانوں کے اولاد واحفاد میں باہمی احترام کے رشتے قائم ودائم ہیں۔ میاں ابراہیم ابتدا سے ہی دینی رجحان اور عبادات کی طرف میلان رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولاد وبنات کو قرآن وحدیث کے علم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کیا اور دینی ماحول میں ان کی تربیت وپرورش کی جوان کے ارتحال کے بعد ان کے لیے بہترین صدقہ جاریہ ثابت ہوئے۔ یہ اس خالق حقیقی کا خاص فضل وکرم ہے کہ اس خاندان کے درجنوں افراد دین اسلام کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہیں۔

مولانا محمد یحییٰ 1921ء کو ضلع فیروز پور کے گاؤں ''جھوک نوید سنگھ'' میں میاں ابراہیم کے گھر پیدا ہوئے۔ گھر میں ہی ناظرہ قرآن پڑھنے کے ساتھ سکول میں سات جماعتیں پڑھیں۔ پھر والد گرامی نے دینی تعلیم کے حصول کیلئے جامعہ محمدیہ لکھوکے میں داخل کروادیا۔ جہاں مولانا عطاء اللہ لکھوی اور مولانا عبدالرحمٰن لکھوی سے خوب استفادہ کیا۔ پھر مدرسہ غزنویہ امرتسر چلے گئے۔ وہاں مولانا نیک محمد اور مولانا عبداللہ بھوجیانی سے کسب فیض کیا۔ یہ جنگ عظیم کا دور تھا۔ اس لیے یہاں قیام بہت مختصر رہا۔ پھر فیروز پور میں مولانا عطاء اللہ محدث بھوجیانی سے نہائی کتب پڑھیں اور سند فراغت حاصل کی۔ 1942ء میں فراغت کے بعد کوٹ کپورہ چلے گئے جہاں

Marfat.com

انجمن اصلاح المسلمین کے زیر اہتمام قائم شدہ سکول میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ وہاں کچھ عرصہ خطابت کی ذمہ داری بھی سنبھالی۔ قیام پاکستان تک کوٹ کپورہ میں ہی اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور عثمانوالہ ''روڈے'' میں قیام پذیر ہو گئے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی صحبت میں رہنے کی بنا پر جماعتی و تنظیمی لگاؤ خصوصی طور پر رکھتے تھے۔ تمام عمر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ وابستہ رہے۔ اسی بنا پر ضلع لاہور میں تبلیغی و تنظیمی ذمہ داری سنبھال لی۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اور مرکزی جمعیت کے ابتدائی دور میں یہی طریقہ کار تھا کہ مرکزی یا ضلعی سطح پر مبلغ مقرر کیے جاتے تھے جو تبلیغ کرتے تھے اور تنظیم سازی بھی کرتے تھے۔ مولانا نے ضلعی مبلغ کی ذمہ داری دو سال نبھائی اور اپنے دور میں تقریباً پانچ صد مقامی تنظیمیں قائم کیں۔ غالباً 1955ء میں سیلاب آیا تو جماعت کی طرف سے سیلاب زدگان کیلئے جوڑا میں کیمپ لگا کر متاثرین کی خوب خدمت کی۔

پھر واپس عثمانوالہ آ گئے اور اسی مسجد میں خطابت و امامت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور تقریباً بائیس سال اپنے فرائض منصبی ادا کیے۔ 1971ء سے مدرسہ دارالسلام ڈھولن ہٹھاڑ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بیسیوں لوگ فیضیاب ہوئے۔ مولانا ثناء اللہ صدیقی ضلعی ناظم تبلیغ جیسی فاضل شخصیات انہی کی فیض یافتہ ہیں۔ 1998ء سے مدرسہ ''ام حبیبہ للبنات'' کھڈیاں میں درس و تدریس شروع کی جو بفضلہ تعالیٰ اب تک جاری و ساری ہے۔

مولانا یحییٰ جب عثمانوالہ آئے تو صرف ایک ہی ''روڈے'' میں مسجد تھی۔ اب کئی مساجد اور مراکز تعمیر ہو چکے ہیں جہاں مولانا محمد یحییٰ کے علاوہ مولانا قاری ریاض الحق، مولانا محمد یعقوب ڈوگر، مولانا حافظ منیر احمد، مولانا عبدالستار، مولانا حافظ عبدالرحمن عابد، مولانا قاری محمد جابر، مولانا محمد اصغر، مولانا عبداللطیف، اور مولانا غلام رسول اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں جبکہ کئی مساجد زیر تعمیر ہیں۔

مولانا محمد زکریا جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے فیض یافتہ ہیں۔ عرصہ دراز تک خرم ہٹھاڑ میں امام

Marfat.com

وخطیب رہے۔اب امین پورہ رائے ونڈ میں قیام پذیر ہیں جبکہ رائے ونڈ کی مسجد میں امام بھی ہیں۔مولانا سراج دین (والد گرامی مولانا محمد رفیق مدنپوری و مولانا محمد ابراہیم ناظم) کی دختر نیک اختر سے نکاح کیا۔رفیقہ حیات تو فوت ہو چکی ہیں لیکن مرحومہ سے جو بیٹیاں اور بیٹے تولد ہوئے وہ بقید حیات ہیں۔ایک بیٹا دینی رجحان رکھتا بلکہ مسجد میں امام بھی ہے۔

حافظ ہارون الرشید نے حافظ محمد عیسیٰ سے چک نمبر 18 میں قرآن مجید حفظ کیا۔زندگی بھر مسجد مبارک اہل حدیث پتوکی میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔یہ وہی مسجد ہے جہاں عرصہ دراز مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری خطیب رہے۔حافظ صاحب سے سینکڑوں طلبہ نے ناظرہ وتحفیظ قرآن کی تعلیم حاصل کی گذشتہ برس انتقال کر گئے۔مرحوم کے جنازے میں دھاڑے مارتا ہوا ایک بے قابو ہجوم تھا۔شرکاء کا اپنے روحانی باپ کی وفات پر اپنی ہچکیوں اور آنسوؤں پر قابو رکھنا مشکل تھا۔انہی ہچکیوں کی آواز اور آنسوؤں کی روانی میں انہیں سپرد خاک کیا۔پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔بڑے صاحبزادے مولانا قاری عبدالمنان کاشف مسجد قدس اہل حدیث پتوکی میں کامیاب مدرس ہیں جبکہ چھوٹے عبدالحنان سماجی اور رفاہی کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور شہر میں کونسلر ہیں۔چھوٹے حافظ عبدالرحمٰن ہیں ان سے چھوٹے سیف الرحمٰن نے بی سی ایس کیا ہوا ہے اور ذاتی کالج میں طلبہ کو کمپیوٹر کی تعلیم سے روشناس کرواتے ہیں۔سب سے چھوٹے نوح جو اپنی کشتی کو کسی مناسب ساحل پہ لگانے کی جستجو میں ہیں۔

حافظ محمد داؤد حنیف جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فارغ التحصیل ہیں۔درسیات سے فراغت کے بعد موضع گوہڑ میں امامت وخطابت کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ میاں محمد جمیل ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں۔پھر فاضل عربی کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول میں بطور عربی او ٹی ٹیچر ملازمت اختیار کر لی۔لمبی سروس کرنے کے بعد ریٹائرمنٹ لے کر دینی رجحان ومیلان کے ساتھ اپنی زندگی کے شب وروز بسر کر رہے ہیں۔دینی مسائل میں وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔رائے ونڈ سے قصور روڈ پر واقع بستی نظام

Marfat.com

پورہ کی مسجد اہل حدیث میں اعزازی طور پر امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔

درسیات سے فراغت کے بعد مولانا محمد ابراہیم خلیل گوندلوی گوجرانوالہ کی صاحبزادی سے عقد کیا جن سے چار بیٹیاں اور دو بیٹے تولد ہوئے۔ بڑی بیٹی کی شادی الہٰ آباد میں ہوئی جہاں وہ اپنے شوہر کے ساتھ مل کر راشد آئیڈیل سکول کے نام سے ایک کامیاب ادارہ چلا رہی ہیں۔ چھوٹی بیٹی جو ایم اے اسلامیات ہیں جن کا عقد ماموں کے بیٹے عبدالخالق سے گوجرانوالہ میں ہوا۔ وہ وہاں گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں معلمہ ہیں۔ چھوٹی بیٹی جو حافظہ قرآن اور معروف مبلغہ ہیں ان کے شوہر قاری عبدالمنان کاشف پتوکی میں بہترین مدرس اور خطیب ہیں۔

بڑے صاحبزادے حافظ عتیق الرحمٰن سلیم جنہوں نے ایم بی اے کر رکھا ہے سیالکوٹ میں ملازمت اختیار کئے ہوئے ہیں جبکہ چھوٹے صاحبزادے شفیق الرحمٰن ذاتی سکول چلانے کے تجرباتی مرحلے سے گذر رہے ہیں۔

میاں محمد ابراہیم کے سب سے چھوٹے بیٹے حافظ محمد بلال جنہوں نے پندرہ پارے حفظ کر رکھے تھے۔ جواں عمری میں حادثاتی موت کا شکار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایک صاحبزادی مولانا عبدالستار حقانی کے عقد میں ہیں جن کے صاحبزادے مولانا عبدالقہار، مولانا قاری عبدالوہاب، مولانا عبدالسلام اور مولانا عبدالرزاق دین حق کی خدمت میں مصروف عمل ہیں دوسری صاحبزادی لاولد ہیں۔

میاں محمد ابراہیم نے مقتدر علماء کی صحبت سے فیض پایا اور پھر وہ فیض ندی کی صورت میں جاری رہا۔ یا یوں کہہ لیں کہ وہ ایک علم کا چراغ تھا جس سے آگے چراغ سے چراغ جلتا رہا اور روشنی تاریک گوشوں میں پھیلتی گئی۔ اور بفضلہ تعالیٰ وہ روشنیاں چمکتے دمکتے روشن مینار بن چکے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد جب وہ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو جاگووالا ویرم میں سکونت اختیار کی اور تادم آخر وہیں اقامت پذیر رہے جبکہ ان کے صاحبزدگان اپنی اپنی مصروفیات کی بناء پر مختلف مقامات پر قیام پذیر ہوئے۔

Marfat.com

مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلویؒ

مولانا محمد داؤد ارشد صاحب علم وفضل، عمدہ کردار، صاف گفتار، واضح اطوار، حق گوئی کے علمبردار، منکرات سے بیزار اور ترویج حسنات کے شہسوار تھے۔ وہ بنیادی طور پر ایک باوقار اور علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی ساتویں پشت کے جدامجد تحصیل علم کی غرض سے خوشاب سے روانہ ہوئے اور دبستان امرتسر جا پہنچے جہاں انہوں نے غزنوی علماء سے کسب فیض کیا اور پھر ان کی اولاد واحفاد کا مسکن قصور کا اطراف واکناف ہی بن گیا۔ چنانچہ مولانا محمد داؤد کی ولادت کوٹلی رائے ابوبکر میں ہوئی۔ کوٹلی رائے ابوبکر ضلع قصور کا معروف ترین گاؤں ہے جہاں کی اکثریتی آبادی راجپوت ہے جن کی طبیعتوں میں انتہاپسندی غالب ہے۔ ان کی محبت ہو یا عداوت دونوں ہی اپنی انتہائی صورت میں ہوتی ہیں۔ برسہابرس سے یہ بات مشاہدے میں آئی کہ عورت گھر سے نکلی تو سرتاپا سفید چادر میں لپٹی ہوئی، نماز کے وقت مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئیں۔ اور اگر کہیں کسی فردوبشر میں ان بن ہوگئی تو پھر ہر شخص مسلح نظر آیا۔

اسی گاؤں کوٹلی رائے ابوبکر میں مولانا محمد داؤد نے پرائمری پاس کیا۔ پھر قصور انڈسٹریل میں مڈل پاس کیا۔ پھر کالج آف آرٹس لاہور سے 1931ء میں ڈپلومہ کیا۔ پھر مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ چلے گئے اور وہاں نابغہ روزگار شخصیات سے اکتساب کیا اور 1936ء میں درسیات میں فراغت حاصل کی۔ دوران تعلیم کسی دور میں انہوں نے پتوکی سے بھی استفادہ کیا۔ چنانچہ مولانا شیخ الحدیث قدرت اللہ فوق کی یادداشتوں کے مطابق انہوں نے محدث العصر حافظ محمد گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسمعیل سلفی، مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی اور مولانا بدرالدین بدر سے استفادہ کیا۔

Marfat.com

مولانا محمد داؤد نے عملی زندگی کا آغاز درس وتدریس سے 1937 میں کیا۔اور کوٹلی رائے ابوبکر میں ''مدرسہ قمر الھدیٰ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ان کے والد گرامی کی خواہش تھی کہ وہ اپنے اسلاف کی طرح خدمت دین کا راستہ اختیار کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔وہ طبعی طور پر شیریں مقال نہیں تھے بلکہ ان کی گفتگو اور وعظ و بیان میں کھردراپن غالب تھا۔وہ شرعی احکام پہ سختی سے عمل پیرا تھے اور اسی انداز میں اپنے اعزہ واقارب احباب و رفقاء اور علماء وطلبہ کو دیکھنا چاہتے تھے۔اس سختی و درشتی میں مقامی وسکنی مٹی کا دخل تھا یا ماحولیاتی آب و ہوا کا۔اب تو بفضلہ تعالیٰ اس گاؤں سے علماء وفضلاء اور قراء و حفاظ کی ایک جماعت تیار ہو چکی ہے جن میں سے قاری محمد حنیف طیب، قاری محمد اکرم سالک، قاری محمد شریف، قاری حبیب اللہ ساقی، قاری ظفر اللہ خاں اور مولانا ابوبکر قابل ذکر ہیں جو مختلف شہروں کے معروف علمی مراکز میں دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا سیماب صفت بھی تھے یہی وجہ ہے کہ وہ ایک جگہ بیٹھ کر کام نہیں کر سکے۔1940ء میں وہ منڈی عثمانوالہ میں نقل مکانی کر گئے اور 1949 تک وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے اسی سال وہ زیارت حرمین شریفین کیلئے حجاز مقدس چلے گئے اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر واپس پلٹے۔1947ء میں قیام پاکستان کے بعد ان کے سسرالی خاندان کے افراد لٹے پٹے قافلہ میں پاکستان آئے تو ان کے ساتھ چک 79 خانیوال چلے گئے۔پھر 1948ء میں میانچنوں میں اقامت گزیں ہو گئے اور شہر کی سبز منڈی میں مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھی اور بعد ازاں اس مسجد سے ملحقہ تقریباً اٹھارہ دکانیں بھی تعمیر کروائیں۔پھر اسی شہر میں وہاڑی روڈ پر 1954ء میں مدرسہ حفظ القرآن کی بنیاد رکھی اور تادم واپسیں درس وتدریس اور وعظ و بیان کے ذریعے کتاب وسنت کی خدمات سرانجام دیتے حتی کہ ۹ مئی 1966ء کو نماز فجر کے بعد ان کی حق پرست روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

مولانا محمد داؤد سے مختلف مقامات پر علماء کی کثیر تعداد نے کسب فیض کیا جن کے تمام

Marfat.com

اسماء گرامی کو حیطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے البتہ چند نام نذر قارئین ہیں، شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق (مولانا مرحوم کے خواہرزادہ) مولانا عبدالغفور شاہ کوٹلی، مولانا انعام اللہ، مولانا محمد عبداللہ بن صوفی ولی محمد فتوحی والا اور حافظ عبدالحنان جلال آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولانا محمد داؤد ارشد نے پسماندگان میں روحانی اور نسبتی اولاد تو چھوڑی لیکن ان کی نسبی وصلبی اولاد نہیں تھی۔ ان کی رفیقہ حیات کا نام غالباً امۃ الرحیم تھا جن کے بطن سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ احباب کا ان سے اصرار رہا کہ آپ دوسری شادی کر لیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو اور آپ کے آنگن میں بھی کوئی پھول کھل اٹھے جس سے آپ کے قلبی سکون وراحت کا سامان پیدا ہو۔ وہ کہتے تھے اگر اللہ نے کرم کرنا ہوا تو اسی سنگت ورفاقت میں ہو جائے گا۔ ایک دوست نے زیادہ ہی اصرار کیا تو اسے کہا کہ تم مجھے لکھ کر دے دو کہ اگر میں نے دوسری شادی کر لی تو پھر بچہ ضرور پیدا ہوگا۔ اب کہنے والا لاجواب ہو گیا وہ لکھ کر کیسے دے سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے دوسری شادی نہیں کی۔

مولانا مرحوم شیخ الحدیث مولانا ابوذوق قدرت اللہ فوق کے ماموں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم اوکاڑہ وصاحبزادہ مولانا عبدالحلیم یزدانی جھنگ کے چچا جان اور مولانا عبدالرحیم کوٹلوی کے بھائی تھے۔ یہ حسن اتفاق کہہ لیں یا گرمی خون کہ دونوں مرحوم بھائی شعلہ فشاں طبیعت کے مالک تھے اور ان کی حق گوئی میں کھرا پن غالب تھا لیکن اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ انہوں نے بے غرض و بے لوث اور بغیر کسی طمع ولالچ کے لوگوں کے سامنے خالص کتاب وسنت کی دعوت کو پیش کیا اور عمر بھر کسی مصلحت و مداہنت کا شکار نہیں ہوئے۔

Marfat.com

مولانا محمد عبداللہ حسینوی

مولانا محمد عبداللہ مرحوم ضلع قصور کے مشہور علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ میاں محمد عبداللہ بھٹی کے خاندان سے متعلق ہیں، جو آپ کے آٹھویں دادا تھے اور ان دنوں بھیلہ ہٹھار ضلع قصور میں ان کی آخری آرام گاہ ہے۔اسی خاندان کے ایک بزرگ مولانا عبدالغنی تھے ،جو اپنی اراضی اور کاشتکاری کے شغل میں موضع حسین خانوالا ہٹھار میں مقیم تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں چار بیٹوں سے نوازا، جن کے اسمائے گرامی بالترتیب محمد عبداللہ، عبدالرحیم، محمد ابراہیم اور محی الدین ہیں۔ان کی تمنا تھی کہ اپنے چاروں بیٹوں کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کریں گے۔جن میں اول الذکر دو بیٹوں نے علمِ دین میں گہرا رسوخ حاصل کیا۔

خاندان حسینوی کے بہت سے طلبہ کی طرح مولانا محمد عبداللہ بھی پہلے مرکز الاسلام لکھو کے اور بعد ازاں دہلی میں حصولِ تعلیم کے لیے روانہ ہوئے۔1930ء کا یہ ماحول بھی عجیب منظر پیش کرتا ہے کہ اس خاندان کے چار فرزند مولانا محمد عبداللہ، مولانا عبدالرحیم رحمانی، حکیم عبدالعزیز اور محمد عبداللہ بن عبدالقادر دہلی کے مختلف مدارس میں تحصیلِ علم کے لیے داخل ہوئے ۔انہوں نے کسی ایک درسگاہ میں داخل ہونے کی بجائے امینیہ، سعیدیہ اور رحمانیہ میں داخلے حاصل کیے اور یوں مختلف مدارس کے جید اساتذہ سے اکتساب علم کر کے اپنے اسباق کا آپس میں بھی مذاکرہ کرتے رہتے۔یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے واپس ضلع قصور میں درسی، دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں کا جال پھیلایا۔ان میں مولانا عبدالرحیم رحمانی ممتاز مدرس اور مولانا حکیم عبدالعزیز ممتاز خطیب اور طبیب بنے۔

مولانا محمد عبداللہ بہت وجیہ شخصیت کے حامل تھے۔سرخ و سپید چہرہ جس پر آخری عمر

Marfat.com

میں گھنی حنائی داڑھی سے بزرگی اور جلال میں عجیب اضافہ ہوتا تھا۔ بہت لحیم شحیم اور دراز قامت تھے۔ بڑی بڑی غلافی آنکھیں اور ستواں ناک سے چہرے کی زیبائی میں عجیب دلکشی تھی۔ ساری زندگی سادگی اور قناعت میں گزار دی۔ وہ علمائے سلف کی یاد تازہ کرتے تھے۔ مطالعے میں مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں کو رغبت سے پڑھا کرتے تھے۔ مگر خود سلفی المشرب تھے۔ ایک جہان ان سے عقیدت رکھتا تھا۔ وہ لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی تلقین کرتے۔ کتاب وسنت کی تعلیمات سے آراستہ کرتے۔ روحانی عملیات اور اوراد و وظائف سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ طب کے فن سے بھی فطری دلچسپی تھی۔ ان کی شخصیت میں عجیب جلال اور جمال تھا۔ اپنی وضع قطع اور شکل وصورت میں سمرقند و بخارا کے شیوخ میں سے دکھائی دیتے تھے۔ عربی اور فارسی اشعار کا گفتگو میں برمحل استعمال کرتے۔ مسلک اہلحدیث کے رسائل کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے۔ علمی استفادے میں اپنے بزرگوں، معاصر احباب حتیٰ کے اپنے سے چھوٹی عمر کے عزیزوں سے بھی گفتگو اور تعلیم و تعلم میں شوق ظاہر کرتے۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

مولانا محمد عبداللہ نے ساری عمر زہد و تقویٰ میں بسر کی۔ وہ اپنے علاقہ میں دعوت و تبلیغ میں مصروف رہتے۔ اپنے متعلقین کی دینی رہنمائی فرماتے۔ آخری عمر میں ایک طویل علالت کا شکار ہوئے اور ۱۹۹۲ء میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی مگر اپنے بھتیجوں ابوبکر اور امام یحییٰ زاہد کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر ان کے ذکر پر اکثر شعر پڑھتے ہیں۔

یارب وہ ہستیاں اب کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

Marfat.com

مولانا عبدالرحیم رحمانی حسینوی

مولانا عبدالرحیم درس وتدریس اور تعلیم وتعلم میں اسلاف کی تصویر تھےان کا آبائی تعلق موضع حسین خانوالہ ہٹھاڑ نزد قصور سے تھا۔ان کے والد گرامی مولانا عبدالغنی بن علاؤ الدین گاؤں کے زمیندار لیکن دیندار اور علم دوست شخص تھے انہوں نے اپنے فرزند کو دنیا وآخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور کرنے کے لیے طلب علم کے سفر پر روانہ کیا چنانچہ مولانا عبدالرحیم مرکز الاسلام لکھو کے چلے گئے، جہاں محدث شہیر اور صرف ونحو کے امام مولانا عطاء اللہ لکھوی سے استفادہ کیا۔ وہاں سے مستفید ہونے کے بعد وہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی چلے گئے جہاں جید ومقتدر علماء کرام اور ماہرین علوم وفنون سے اکتساب کیا۔مولانا حسینوی بڑے ذہین وفطین اور مستعد اخاذ تھے۔انہیں بارگاہ الٰہی سے وافر حافظہ ملا تھا۔ان کی محنت اور لگن کی وجہ سے مدرسہ کے اساتذہ اور انتظامیہ ان کو احترام واکرام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ اساتذہ کو تعینات کرتے وقت ان سے مشورہ کیا جاتا۔مولانا نے رحمانیہ میں قیام کے دوران جی بھر کر علمی استفادہ کیا اور تکمیل علوم دینیہ کا خلعت فاخرہ زیب تن کر کے واپس پلٹے۔مدرسہ رحمانیہ دہلی میں انہوں نے ممتاز حیثیت میں کامیابی حاصل کی ،جس پر نادر تحائف سے نوازا گیا :ا۔قرآن مجید کا ایک نسخہ ۲۔جبہ اور ۳۔اوقال یہ تینوں چیزیں ان کے ورثاء کے پاس محفوظ ہیں۔ان کی سند پر درج ذیل الفاظ مرقوم تھے "قد فاز فی جماعۃ فی المرتبۃ الاولیٰ"۔

مولانا رحمانی کا نسبی تعلق راجپوت بھٹی برادری سے تھا۔اس خاندان کے تین بزرگوں مولانا عبدالغنی ،مولانا عبدالقادر اور مولانا قادر بخش نے اپنی اولادوں کو دین ،شریعت کی اعلیٰ تعلیم دلوانے کا فیصلہ کیا۔جس کے نتیجے میں مولانا عبدالغنی کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحیم ،مولانا

Marfat.com

عبدالقادر کے بیٹے محمد عبداللہ (جوان دنوں اوکاڑہ میں ضعیفی کے دن گزار رہے ہیں) اور مولانا قادر بخش کے بیٹے عبدالعزیز اولاً قصور، ثانیاً لکھوکے اور بالآخر دہلی میں حصول تعلیم کی غرض سے پہنچے اور دہلی کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔

مولانا عبدالرحیم رحمانی کو اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں قوت حافظہ اور استحضار سے نوازا تھا۔ اسی بنا پر اساتذہ، ہمعصر علماء کرام اور طالبان حق میں احترام واکرام پایا جاتا تھا۔ درسیات میں فراغت کے بعد جب مراجعت ہوئی تو رمضان المبارک کے مہینہ میں نماز تراویح کی امامت کے لیے کوئی حافظ قرآن نہیں تھا۔ اس موقعہ پر ان کے والد گرامی مولانا عبدالغنی نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ قرآن یاد کر کے تراویح پڑھایئے۔ یہ سعادت کبریٰ مولانا رحمانی کے حصہ میں آئی کہ رمضان میں روزانہ دن کو ایک پارہ یاد کرتے اور رات کو نماز تراویح میں سناتے۔ مولانا نے تحصیل علم کے بعد کشمیر کے مشہور قصبہ ''شوپیاں'' میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا کامیاب مدرس، ماہر علوم وفنون اور شفیق باپ تھے، وہ خطیب تو نہیں تھے لیکن درس وتدریس میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ درسی متون کی مشکلات کے حل کے لیے انہیں خاصہ درک وفہم نصیب ہوا تھا۔ ان کا کمال یہ تھا کہ نحوی مسائل بیان کرتے وقت وہ قرآن عزیز سے مثالیں دیتے تھے۔ اپنی تمام عمر عزیز کتاب وسنت کی خدمت میں صرف کر دی۔ مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر تدریسی فرائض انجام دیے مدرسہ غزنویہ لاہور، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، مدرسہ محمدیہ عام خاص باغ ملتان، چینیانوالی مسجد لاہور اور مدرسہ ضیاء السنہ راجہ جنگ ضلع قصور میں انہوں نے چشمہ فیض جاری کیا۔ جس سے علماء کی کثیر تعداد نے استفادہ کیا ان میں سے پروفیسر سید ابوبکر غزنوی، مولانا محمد عطاء اللہ ثاقب، پروفیسر قاضی مقبول احمد، مولانا محمد علی تبسم، مولانا محمد اسحٰق حصاری، مولانا مختار سلیم، مولانا عبدالکریم حسینوی اور پروفیسر امام یحییٰ زاہد قابل ذکر ہیں۔ ان کی تعلیم وتربیت میں محدث پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی کا خاصہ حصہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ درس وتدریس میں انہوں نے اپنے استاد گرامی کے انداز کو ہی اپنایا۔ ایک دفعہ مولانا رحمانی استاد گرامی کی خدمت میں حاضر

Marfat.com

ہوئے اوران سے دعا کی درخواست کی جس پر مولانا لکھوی نے امام ابن قیم کی کتاب پر (جو مولانا رحمانی کے ہاتھ میں تھی) یہ الفاظ درج کر کے دعا کی۔ اللھم بارک لھم فیما رزقتھم وعافھم واعف عنھم وھب لھم ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعا۔ آمین ثم آمین (عطاء اللہ لکھوی)

مولانا عبدالرحیم 76-1975ء میں مدرسہ ضیاء السنہ راجہ جنگ جبکہ 78-1977ء مدرسہ غزنویہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران سید عمر فاروق غزنوی مہتمم تھے۔ زمانہ طالبعلمی سے ہی مولانا رحمانی سخت محنت اور مطالعے کے عادی تھے، جس نے مختلف عوارض کو پیدا کیا۔ آخری عمر میں جب کہ وہ تقویۃ الاسلام میں تدریسی ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر محمد یعقوب صدیقی اور ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب نے بہت محبت اور محنت سے علاج کیا، جب بیماری کی شدت میں اضافہ ہوا تو ہسپتال میں داخل کرادیا گیا۔ 1978ء کا سالِ حیات فانی کا آخری سال ثابت ہوا۔ اپنے پیچھے نادر اور نایاب عربی، فارسی اور اردو کتابوں کا بہترین ذخیرہ اور فرزند نبیل کی صورت میں قیمتی ورثہ چھوڑا۔

مولانا رحمانی مدت العمر اپنے گاؤں موضع حسین خانوالا میں قیام پذیر رہے، جہاں پر وہ اپنی اراضی کے انتظامات کے علاوہ دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے طلبہ کی تدریسی ذمہ داریوں کو پورا کرتے۔ مولانا کو عربی ادب سے خصوصی لگاؤ تھا۔ ادب الجاہلی اور شعر العرب سے انہیں خصوصی رغبت تھی اور مختلف فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی گفتگو بہت عالمانہ ہوتی تھی۔ طرز گفتار میں شگفتگی نمایاں تھی۔

مولانا عبدالرحیم رحمانی اتحاد بین المسلمین اور اتحاد العلما کے بہت بڑے داعی تھے۔ جماعت اہلحدیث کے تنظیمی اور سیاسی اجلاسوں میں بڑی باقاعدگی سے شرکت فرماتے۔ جماعت اہلحدیث کو منظم اور متحد دیکھنے کے آرزومند رہتے۔ ایسی کوشش کے لیے ہر کہیں دور و نزدیک

Marfat.com

جانے کے لیے مستعد رہتے تھے۔وہ جماعت اہلحدیث میں خاندانی اجارہ داریوں اور گروہ بندیوں کے سخت خلاف تھے۔انہوں نے اپنے خاندان کے تمام علما کو بھی ایسی ہی فکر مندی کی توجہ دلائی۔ان کے معاصرین جن سے وہ خصوصیت سے محبت، دوستی اور اخلاص کا رشتہ رکھتے تھے،ان میں مولانا عطاء اللہ حنیف، حافظ محمد یحییٰ، مولانا معین الدین لکھوی مولانا محی الدین لکھوی، قاری عبدالخالق رحمانی، حکیم عبدالرحمٰن ناصر، حکیم محمد عبداللہ (جہانیاں والے) اوران کے برادر نسبتی حکیم محمد عثمان کے نام نمایاں ہیں۔

مولانا رحمانی دینی اور فکری ذہن رکھنے والے نو جوانوں سے بہت محبت کرتے اوران کی ذہنی تربیت میں بہت حصہ لیتے۔یونیورسٹیوں اور کالجز کے وہ طلبہ جن کے چہرے سنت نبوی سے مزین ہوتے اور نماز پنجگانہ کا ذوق رکھتے ،انہیں خصوصیت سے اپنی محبت وشفقت سے نوازتے۔آپ ایسے نوجوانوں کو دین اور جماعت کا سرمایہ سمجھتے تھے۔

آپ کی زندگی میں سادگی اور عاجزی کا جوہر نمایاں تھا۔حافظ قرآن تھے مگر دعویٰ کرنے سے پرہیز کرتے۔خطبات جمعہ بہت مدلل اور مؤثر ہوتے ،ان کے سامعین کا ذہنی معیار بھی علما سے کم نہیں ہوتا تھا۔اپنے زمانے کا ایک عظیم مدرس صبح کے وقت اپنے دیہات کے طلبہ کو یسرنا القرآن اور قرآن مجید ناظرہ پڑھانے میں بھی یکساں ذوق وشوق کا مظاہرہ کرتا۔

ملکی سیاسیات میں اسلامی قوتوں کو متحد دیکھنے کے آرزومند رہے۔مغربی طاقتوں اور مغربیت پر شدید تنقید کرتے۔اپنے عہد کے اکابرین میں مولانا ابوالکلام آزاد،سید داود غزنوی ،سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خاں اور سید ابوالاعلیٰ مودودی سے خصوصی محبت رکھتے تھے ۔قیام پاکستان کی جدوجہد میں اپنی حد تک حصہ لیا۔تقسیم کے موقع پر لٹے پٹے مہاجرین کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔فلاحی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

انہیں پاکستان کے تناظر میں دینی قوتوں کے اتحاد اور اتفاق کی بہت فکر تھی۔۱۹۷۰ء کے قومی انتخابات میں جب ان کے علاقے سے میاں جمیل احمد شرقپوری کو ٹکٹ ملا۔وہ مسلکاً حنفی

Marfat.com

اور بریلوی تھے مگر مولانا رحمانی نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور مسجد میں نماز کی امامت کے لیے اپنا مصلا پیش کر دیا۔ مسلمان امت پر کہیں افتاد پڑتی تو نمازوں میں دعائے قنوت نازلہ کا اہتمام کرتے۔ قادیانیت اور پرویزیت کے فتنے کے استحصال اور سرکوبی کے لیے فکرمند رہتے ۔ ۱۹۷۷ء میں اپنی علالت کے باوجود تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور شرکت کی۔ اپنی انہی صفات اور گوناگوں مصروفیات کے باعث پنجاب میں بالعموم اور ضلع قصور میں بالخصوص ان کی خدمات کو ہمیشہ اچھے پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے۔

ان کے فرزند ارجمند پروفیسر امام یحییٰ زاہد گورنمنٹ کالج قصور میں انگریزی ادبیات کے استاد ہیں۔ اپنے خاندان کے بزرگوں کی نشانی ہیں اور ان کے اخلاق و سیرت کا مرقع ہیں۔ بہت حلیم الطبع اور خوش لباس انسان ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد گرامی کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Marfat.com

حافظ عبدالرحمٰن قصوری

حافظ عبدالرحمٰن ضلع امرتسر کے قصبہ پٹی میں ۱۹۱۴ء کو حاجی فضل الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کے والد تقویٰ وورع سے آراستہ اور زہد وارتقاء سے مزین بزرگ تھے۔ اتباع سنت کے ساتھ مقارن اسلام سے پیار کرنے والے تھے۔ اسی محبت ورغبت کی بنا پر اپنے فرزند نبیل کو تحصیل علم کی راہ پر روانہ کیا۔ چنانچہ ابتدائی طور پر حافظ محمد شریف سے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر حافظ احمد پٹوی سے ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد مدرسہ غزنویہ کا رخ کیا جہاں مقتدر ومعتبر اساتذہ سے علمی خزینے سمیٹے۔ علمی تشنگی ختم کرنے کے بعد مراجعت ہوئی تو درس وتدریس کا شغف اختیار کرنے کی بجائے کاروباری مصروفیات میں مشغول ہو گئے لیکن جماعتی خدمات سے پہلوتہی نہیں کی بلکہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ جب قصبہ پٹی میں مدرسہ محمدیہ کی تعمیر وقیام کا مرحلہ آیا تو بانیان کی صف اول میں تھے۔ دینی وجماعتی مرکز کی تعمیر وترقی کے علاوہ اگر کوئی قومی وملی غیرت وحمیت کا مرحلہ آیا تو بھی پیش پیش رہے۔

قیام پاکستان کا مرحلہ آیا تو ملک کی بانی جماعت مسلم لیگ میں باقاعدہ شامل رہے اور بھرپور کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان عمل میں آیا تو ہجرت کر کے قصور آ گئے اور وہیں اقامت گزیں ہو گئے اور اسی مناسبت سے قصوری کہلائے۔ کچھ عرصہ شیخوپورہ میں بطور ''مولوی انسپکٹر پولیس'' تعینات رہے لیکن محکمہ کے خاتمہ کے بعد حافظ آباد میں تجارت کا سلسلہ شروع کیا مگر یہ کاروبار بھی ثمر بار نہ ہوا تو ترک کر دیا۔

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں بطور منیجر تقریباً چھ برس خدمات انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں تائید الاسلام ہائی سکول قصور کے منیجر بھی رہے اور اسی سکول میں بطور عربی استاد ملازمت

Marfat.com

بھی اختیار کی جو ریٹائرمنٹ پر منتج ہوئی۔انہوں نے ۱۹۸۲ کو اس دار فانی سے رحلت کی (تذکرہ علماء بھوجیاں)۔مرحوم بڑے محنتی اور جفاکش شخص تھے۔جو ذمہ داری سنبھالتے اسے کمال تن دہی سے نبھاتے۔دینی و مذہبی سرگرمیوں کے علاوہ سماجی و معاشرتی اور سیاسی کاموں میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے۔مسجد فریدیہ اہل حدیث قصور کے ٹرسٹ کے ممبر،انجمن اہل حدیث قصور کے ممبر،مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی مجلس شوریٰ کے رکن اور الفیصل مسجد قصور کی مجلس انتظامیہ کے اہم ممبر بھی رہے اور مسجد کی بناء و تعمیر میں خوب حصہ لیا۔ان تمام تر ذمہ داریوں کے علاوہ بھی علاقائی اور سماجی کاموں میں بھی خدمات انجام دیں۔وعظ و ارشاد میں حصہ وافر ڈالا اور ''مسلم مسجد اہل حدیث'' ڈنگی پورہ قصور کی خطابت کرتے رہے۔

Marfat.com

مولانا عبدالرحمٰن انصاری

مولانا عبدالرحمٰن انصاری بڑے پرتاثیر مقرر اور دلنشین خطیب تھے۔۱۹۰۴ء میں موضع بہر ضلع لاہور کے حاجی شمس الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مدرسہ فیض الاسلام بھوجیاں میں مولانا فیض محمد اور عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔پھر مدرسہ غزنویہ امرتسر چلے گئے جہاں مولانا نیک محمد اور مولانا محمد حسین ہزاروی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ پھر حصول علم کی طلب صادق کو مزید جلا بخشنے کیلئے دہلی کا رخت سفر باندھا، وہاں مدرسہ رحمانیہ کے عظیم استاد مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی سے اکتساب کیا۔دہلی میں کسب فیض کے دوران مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مؤلف مرعاۃ المفاتیح ان کے ہم سبق تھے۔دہلی سے علوم اسلامیہ سے بہرہ ور ہوکر واپس پلٹے تو لکھوکے میں مولانا عطاء اللہ لکھوی سے استفادہ کیا اور تقریباً ایک برس محدث دوراں حافظ عبداللہ روپڑی سے بھی اخذ فیض کرتے رہے۔

درسیات سے فراغت کے بعد تقریباً ۱۹۳۳ میں درس وتدریس ،وعظ وتبلیغ ،ارشاد وتذکیر اور خطاب وتقریر میں مشغول ہو گئے۔اس عظیم المرتبت مشن کیلئے شام کوٹ نو کا انتخاب کیا۔وہاں دینی درسگاہ "شمس الھدیٰ" کی بنیاد رکھی اور تقریباً دو سال اس قصبے میں رہائش پذیر رہ کر چمنستان توحید وسنت کی آبیاری کرتے رہے۔پھر وہاں سے بھوئے اصل نزد چھانگا مانگا منتقل ہو گئے اور ان کا ادارہ "شمس الھدیٰ" بھی وہیں منتقل ہو گیا۔اس قصبے میں بڑی آب وتاب سے خدمت دین کا سلسلہ جاری تھا کہ عین عنفوان شباب میں ۱۹۳۷ء میں اس دارفانی سے رحلت کر گئے۔(تذکرہ علماء بھوجیاں ۲۳)

Marfat.com

مولانا محمد عبداللہ کچہ پکہ

مولانا عبداللہ کا آبائی تعلق بستی فتے والی سے تھا۔انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولانا عبدالحق موکلوی سے حاصل کی۔پھر مرکز الاسلام لکھو کے چلے گئے جہاں تین سال قیام کیا اور مختلف دینی کتب پڑھیں۔واپس آکر کچہ پکہ میں امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔وہ بڑے حلیم الطبع اور سادہ مزاج انسان تھے۔تمام عمر بغیر کسی طمع ولالچ کے دین اسلام کی خدمت کی۔خود بھی تمام عمر نیکی، پارسائی، زہدو ورع اور اتقاء وصالحیت میں بسر کی اور اپنی اولاد کو بھی دینداری اور علم دوستی کی ترغیب وتحریک دی۔ان کے ہاں تین بیٹے ہوئے جنہوں نے مختلف مشاغل اختیار کیے۔

ا۔مولانا محمد ادریس شاکر: کھڈیاں ہائی سکول سے مڈل پاس کیا۔پھر مرکز الاسلام لکھو کے چلے گئے جہاں تین سالہ قیام کے دوران مولانا محمد عطاء اللہ لکھوی اور دوسرے جید علماء سے کسب فیض کیا۔پھر دہلی چلے گئے جہاں مسجد کلاں میں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سے اخذ علم کیا۔دہلی سے استفادہ کے بعد گوجرانوالہ کا رخ کیا جہاں محدث العصر حافظ محمد گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اور استاذ الحدیث مولانا محمد عبداللہ بھوجیانی سے کسب فیض کیا اور وہیں سے درسیات میں فراغت پائی۔کچھ کتابوں میں محدث عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے بھی راہنمائی حاصل کی۔گوجرانوالہ میں قیام کے دوران منشی فاضل بھی کر لیا۔علوم وفنون میں فراغت کے بعد جب مراجعت ہوئی تو عثمانوالہ ہائی سکول میں مدرس تعینات ہوئے۔اس کے ساتھ ہی بستی فتے والی میں امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھال لی۔

مولانا شاکر بڑے علم دوست، صابر وقانع، حسنات کے علمبردار اور منکرات سے بیزار

Marfat.com

انسان ہیں۔تمام عمر دین حنیف کی ترویج واشاعت میں بسر کردی اور اپنی اولاد کو بھی دینی وعصری تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ان کے چار بیٹے بفضلہٖ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں۔محمود الحسن عثمانوالہ ہائی سکول میں مدرس ہیں۔محمد صادق ظفر ریٹائرڈ ٹیچر ہیں۔مسعود احمد پرائمری سکول رسول پور قصور میں ہیڈ ماسٹر ہیں جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے زاہد احمد گورنمنٹ ڈگری کالج قصور میں شعبہ اسلامیات میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں اور قصور شہر میں رہائش پذیر ہیں۔ان کے والد گرامی بھی انہی کے پاس اقامت گزیں ہیں جو 1972ء میں ریٹائر ہوئے۔وہ ضعیف العمر لیکن صحت مند ہیں۔پروفیسر زاہد بڑے شریف النفس اور ملنسار آدمی ہیں۔علم دوستی اور دینی امور میں دلچسپی ان کا وصف خاص ہے۔

مولانا ادریس شاکر کے چھوٹے بھائی محمد سعید ریٹائرڈ ٹیچر اور کھڈیاں میں رہائش پذیر ہیں۔ بڑے نیک اور پارسا انسان ہیں ان کے بیٹے اور ہمارے دوست محمد شفیق بھی صوم وصلوٰۃ کے پابند اور خدمت عوام کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں۔سب سے چھوٹے محمد خالد زراعت آفیسر اور پتوکی میں رہائش پذیر ہیں۔

Marfat.com

سید سعید احمد مشہدی، بھمبہ کلاں

اخلاص کے پیکر، حسن اخلاق کا مجسمہ، پابند شریعت، عالم باعمل، پرسوز مقرر، پرخلوص منتظم، عابد وزاہد، صابر وقانع اور عجز وانکساری کا منبہ مولانا سید سعید احمد مشہدی جو بھمبہ کلاں میں مقیم ومکین تھے، وضع وقطع رہن سہن، چال ڈھال اور بود وباش میں وہ اپنے خاندانی وقار کے مظہر تھے ان کے والد گرامی سید عبدالرحمٰن مشہدی بھی حسنات کے علمبردار اور منکرات سے بیزار انسان تھے۔ انہوں نے اگرچہ زندگی مختصر پائی کہ صرف تیس سال کی عمر قلیل عین شباب کے عالم میں راہ ملک عدم کو سدھار گئے۔ اور اپنے اکلوتے وارث سعید احمد مشہدی کو حزیں وغمگین چھوڑ گئے۔ بڑے صاحب کمال انسان تھے۔

جدامجد سید محمد شریف گھڑیالوی زہد وورع اور شرف وکمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ علماء وفضلاء امراء ورؤساء اور طلباء وفقراء سبھی ان کا احترام کرتے تھے۔ بلکہ ایک وقت میں وہ ان سب کی راہنمائی اور راہروی کے منصب جلیلہ پر بھی فائز ہوئے۔ ان کے شرف وکمال اور مقام ومرتبہ کی بنا پر جماعت اہل حدیث کا امیر بنایا گیا۔ وہ بڑے بزرگ ومقتدر انسان تھے۔ انہی کے حفید سعید حضرت سید سعید احمد مشہدی نے اپنی زندگی ایک سچے اور کھرے انسان کی طرح گذاری۔ انہیں کوئی طمع ولالچ اور کوئی لوث وغرض نہیں تھی۔ وہ صرف کتاب وسنت کی بالادستی چاہتے تھے۔ ان کے اسی جذبہ صادقہ کی بنا پر انہیں متحدہ جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کا امیر بنایا گیا۔ وہ عرصہ دراز تک اپنی اس ذمہ داری کو بطریق احسن نبھاتے رہے۔

ہمارے دوست مولانا اکبر سلیم بیان کرتے ہیں کہ سید صاحب جماعتی اجلاسوں میں ہمیشہ وقت سے پہلے آتے اور اپنی طبیعت وعادت کے مطابق باوضو ہوکر بیٹھتے۔ ان کا حضرت

Marfat.com

حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی کے ساتھ قلبی اور فکری لگاؤ تھا۔ وہ اکثر و بیشتر اہتمام سے ملاقات کرتے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے۔ زندگی میں کبھی کسی کی دل آزاری کی کوشش نہیں کی۔ ایک سچے اور کھرے مسلمان کی طرح زندگی گزاری۔ آخر ایک دن 25 نومبر 2000ء کو خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا اور وہ لبیک کہتے ہوئے حیات جاوداں کی وادی میں ہمیشہ کیلئے اتر گئے۔ حضرت حافظ محمد یحییٰ صاحب نے اتنی پرسوز آواز میں نماز جنازہ کی امامت کروائی کہ پیچھے الم کے ماروں اور غم کے نڈھالوں کی آہ و بکا کا کربناک سماں بندھ گیا۔ سید مشہدی نے پسماندگان میں چار بیٹے سید عبدالرحمان، سید حبیب الرحمان، سید احسان الٰہی، سید نعمان سعید اور دو بیٹیاں سیدہ فوزیہ سعید و سیدہ زنیرہ سعید کو غم و الم سے ہمکنار چھوڑا۔ ان سب کیلئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں اپنے مرحوم اسلاف کی باقیات صالحات بنائے۔ آمین

بھمبہ کلاں اس لحاظ سے بڑی زرخیز بستی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے مرحوم سید کے علاوہ حافظ القرآن والحدیث محمد شریف کو جنم دیا ہے۔ حافظ محمد شریف اوائل عمری سے ہی ذہین و فطین طالب علم تھے۔ انہوں نے ایک سال سے کم مدت میں قرآن مجید کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ پھر مختلف چشمہ ہائے علم و عرفان سے فیضیاب ہوتے ہوئے پاکستان کی علمی دانشگاہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد جا پہنچے۔ جماعت کے مقتدر و فحول علماء و فضلاء سے خوب اکتساب و استفادہ کیا۔ درسیات و کتابیات میں فراغت کے بعد علم و عرفان کی اعلیٰ و ارفع منازل و مدارج طے کرنے کیلئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں سے علمی زیور سے مزین و مرصع ہو کر واپس وطن پہنچے۔ ان دنوں جامعہ سلفیہ میں استاذ الحدیث ہیں اور فیصل آباد میں علماء کی تعلیم و تربیت کیلئے ایک علیحدہ ادارہ بھی چلا رہے ہیں۔ جس میں ان کی معیت و سنگت حضرت حافظ مسعود عالم شرقپوری نبھا رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں کی جدوجہد کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

Marfat.com

مولانا عبید اللہ ڈھولن ہٹھاڑ

مولانا عبید اللہ بڑے علم دوست اور دیندار شخص تھے۔عرصہ دراز تک مولانا محی الدین لکھوی کے ساتھ رہے اور دوران سفران سے علمی،فکری اور روحانی استفادہ کیا۔ترجمہ قرآن مجید کے علاوہ دینی مسائل پر عبور حاصل کیا۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے گاؤں ڈھولن ہٹھاڑ میں با قاعدہ ترجمہ قرآن کی کلاس کا اجراء کیا اور کتنے ہی افراد نے ان سے استفادہ کیا۔

ان کا آبائی تعلق موضع کڑما ضلع فیروز پور سے تھا۔قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے آئے تو ڈھولن ہٹھاڑ میں اقامت گزیں ہو گئے۔وہ بڑے کھرے اور نکھرے انداز میں اثبات توحید اور رد شرک کرتے تھے۔ان کی پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ ان کے خاندان میں مستند علماء پیدا ہوئے۔

حاجی عبد الرشید اصغر جو سکول ٹیچر ہونے کے ساتھ ساتھ عرصہ دراز تک ضلعی جمعیت کے ناظم بھی رہے، پنجابی کے بڑے معروف شاعر ہیں اور عمدہ شعر کہتے ہیں جبکہ 1986ء سے با قاعدہ ڈسٹرکٹ جیل قصور کے خطیب چلے آ رہے ہیں۔

قاری رفیع الدین قمر فاضل شخص ہیں، مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کے سر پرست اور مصطفیٰ آباد مرکزی جامع مسجد کے خطیب ہیں جبکہ ہائی سکول کھڈیاں میں عربی ادب کے استاد ہیں۔

حاجی محمد شفیع نجم فاضل درسیات ہیں ،عرصہ دراز تک مکہ مکرمہ میں رہے، ان دنوں ڈھولن ہٹھاڑ میں مقیم ہیں اور مرکزی جمعیت کے ضلعی ناظم جہاد اور مرکزی شوریٰ کے رکن ہیں۔

ماسٹر نذیر احمد انجم سکول ٹیچر ہیں کئی سال ضلعی یوتھ فورس میں سرگرم عمل رہے۔

Marfat.com

حافظ محمد یسٰین ولد نذیر احمد اور حافظ عبدالغفور گوجرانوالہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حافظ مشتاق احمد اس خاندان کے فرد تو نہیں لیکن مولانا عبیداللہ سے فیض یافتہ ہیں۔کھڈیاں ہائی سکول میں مدرس اور دارالاسلام ڈھولن ہٹھاڑ کے مہتمم ہیں جبکہ مولانا عتیق اللہ شیخ اکبر ہیں۔

Marfat.com

حاجی محمد ابراہیم شیخ سعد

حاجی محمد ابراہیم بن بخشا بڑے دیندار اور صاحب مطالعہ شخص تھے۔ صوم وصلوٰۃ بروقت ادا کرنے کے عادی اور شب زندہ دار تھے۔ ابتدائی معقول دینی معلومات رکھنے کی وجہ سے شیخ سعد کالو والا میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی خصوصی دینی ماحول میں تربیت کی اور انہیں دینی فرائض کی انجام دہی کی خاص طور پر رغبت دلائی۔ ان کی اولاد میں سے ایک بیٹے محمد حسن مکمل دینی رغبتوں کے حامل اور کھڈیاں ہائی سکول میں ٹیچر ہیں۔

حاجی احمد دین محمود، مدرسہ دارالحدیث جامعہ کمالیہ راجووال کے فارغ التحصیل ہیں۔ ایک سال جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے بھی کسب فیض کیا۔ کھڈیاں ہائی سکول میں استاد ہیں۔ مسجد رحمانیہ واپڈا کالونی میں امام وخطیب ہیں۔ مرکزی جمعیت کھڈیاں کے امیر اور مرکزی جامع مسجد کے اعزازی مدرس ہیں۔ بڑے مستند اور باعمل عالم دین ہیں۔

Marfat.com

چوہدری محمد حسین بھلر لکھنیکے

چوہدری محمد حسین لکھنیکے کے رہائشی اور پتی بھلراں کے نمبردار تھے۔ بہت زیادہ تعلیم یافتہ تو نہیں تھے۔ لیکن ابتدائی دینی کتب پڑھ رکھی تھیں۔ شب و روز دینی کتب کے مطالعہ اور علماء کرام کی صحبت صالحہ سے ان کے پاس علم و آگہی کا خاصا ذخیرہ تھا۔ نمبردار اور زمیندار ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری کا پیکر اور علم و عمل سے محبت کرنے والے تھے۔ ان کے پاس کبار علماء کا آنا جانا رہتا تھا جن سے وہ علمی و فکری راہنمائی لیتے رہتے تھے۔ بالخصوص مولانا سراج دین آف وڈانہ اور مولانا امام دین پکھیانوالے کی علمی و روحانی صحبت و راہنمائی انہیں اکثر و بیشتر میسر رہتی تھی۔

وہ اپنے انداز میں دینی امور میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ انہوں نے اپنی برادری کے کتنے ہی افراد کو خالص کتاب و سنت کی تعلیمات کی طرف راغب و مائل کیا، جن میں سے چوہدری لیاقت علی بھلر، ڈاکٹر رشید احمد بھلر اور میاں محمد اسلم بھلر ایڈووکیٹ انتہائی قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر رشید احمد بھلر مصطفےٰ آباد ہسپتال میں میڈیکل آفیسر ہیں اور لکھنیکے میں کلینک کرتے ہیں بڑے عابد و زاہد اور صحیح مسلمان کی عملی تصویر ہیں۔

چوہدری لیاقت علی بھلر نے تاریخ میں ایم اے کیا اور سرکاری ملازمت میں آ گئے۔ عرصہ دس سال گورنمنٹ ایلیمنٹری ٹیچرز ٹریننگ کالج قصور کے پرنسپل رہے۔ آج کل ای ڈی او شیخوپورہ ہیں۔ بڑے ہی فعال اور مستعد شخص ہیں۔ احباب و رفقاء کی خدمت کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ جماعتی و تنظیمی امور میں بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالخالق، ڈھولن ہٹھاڑ

مولانا عبدالخالق باخبر عالم دین، اخلاق واخلاص کے پیکر اور وضعدار شخص تھے۔ پنجابی کے خوش کلام واعظ تھے۔ تمام عمر وعظ وتبلیغ میں مصروف رہے۔ بڑے ہی نیک طینت اور صالح طبیعت شخص تھے۔ جہاں عوام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا وہاں خواص کو بھی اتباع کتاب وسنت کی ترغیب دی۔ اپنے لخت جگر ثناء اللہ صدیقی کی خصوصی تربیت وپرورش کی۔

مولانا ثناء اللہ صدیقی نے مدرسہ دارالاسلام ڈھولن ہٹھاڑ میں ہی مولانا محمد یحییٰ سے کسب فیض کیا جو مستند عالم دین اور اسلاف کی زندہ تصویر ہیں۔ مولانا ثناء اللہ صدیقی مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کے ناظم طبع وتالیف ہیں۔ مقامی ہائی سکول میں عربی ادبیات کے استاد اور مرکزی جامع مسجد میں خطیب ہیں۔ نہایت ہی حلیم الطبع اور ملنسار شخص ہیں۔ وعظ وخطاب میں موضوع وحکایات کی بجائے مستند اور ثقہ روایات بیان کرتے ہیں۔ بڑا اثر انگیز اور دلپذیر خطاب کرتے ہیں۔

Marfat.com

حاجی محمد علی فیروز پوری (راجہ جنگ)

حاجی محمد علی بڑے ہی نیک سیرت و پاک طینت، خوش گفتار و صالح کردار، حق گو و نرم رو، اور حلیم الطبع و خیر پرور انسان تھے۔ ان کا آبائی تعلق فیروز پور سے تھا۔ تقریباً 1915ء کو فیروز پور کے ایک زمیندار گھرانے میں ان کی ولادت ہوئی۔ باقاعدہ کسی تعلیمی ادارے سے انہوں نے تعلیم حاصل نہیں کی۔ عمر کے چودھویں سال میں ہی پہنچے تھے کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ ایک دن مولانا محمد دین ملے اور انہوں نے کہا کہ محمد علی تمہیں شادی کرانے کی بڑی جلدی تھی لیکن قرآن پڑھنے کی فکر نہیں چنانچہ ان کی تحریک و ترغیب پر انہی سے قرآن مجید پڑھا۔

مولانا محمد دین فیروز پور بستی بھٹیاں والی کی مسجد کے امام و خطیب تھے۔ تخلیق پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور راجہ جنگ میں قیام پذیر ہوئے۔ جبکہ عرصہ دراز تک مسجد احسان شاہ میں امام و خطیب رہے۔ بعد ازاں نقل مکانی کر کے کچہ پکہ گاؤں چلے گئے اور وہیں پر اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔ ان کے فرزند عبدالعزیز کھڈیاں میں قیام پذیر ہیں۔ مولانا محمد دین بڑے عالم باعمل، راسخ العقیدہ، خداپرست اور متوکل علی اللہ انسان تھے جب موت کا وقت قریب آیا تو دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگے یا اللہ گواہ رہنا میں تیرے حکم پر اور تیرے احکام کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی جان تیرے سپرد کر رہا ہوں۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

قیام پاکستان کے بعد حاجی محمد علی فیروز پور سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تو انہوں نے راجہ جنگ میں مستقل اقامت و سکونت اختیار کی۔ حاجی صاحب کی زمینیں راجہ جنگ اور ڈھٹے نزد کنگن پور میں تھیں لیکن قیام ان کا راجہ جنگ میں ہی رہا۔ حاجی صاحب کو حسنات کی ترویج کا

Marfat.com

بڑا شوق تھا وہ اُن زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدن کا زیادہ حصہ معروفات وحسنات کی اشاعت کے لئے صرف کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کئی مسجدیں بنوائیں۔ انہوں نے اپنی رہائش کے بالمقابل ترکھانا نوالی گلی میں ایک مسجد بنوائی۔ وہ بڑے راسخ الفکر اہل حدیث تھے لیکن ان کے اعزّہ واقارب کی اکثریت کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کی جارحانہ مداخلت پر مخاصمت کی راہ اختیار کرنے کی بجائے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

حاجی صاحب نے ساتھ والی گلی میں مسجد بنوائی جس میں ان کے استاد مولانا محمد دین امام وخطیب رہے۔ ان کے بعد سید احسان شاہ نے ذمہ داری سنبھالی اور یہ مسجد احسان شاہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ شاہ صاحب نے اپنی زندگی میں گیارہ شادیاں کیں اور کثیر العیال بنے لیکن ان کی اولاد میں سے مولانا سید حبیب الرحمان شاہ بخاری اسلام آباد اور مولانا سید امان اللہ شاہ بخاری خطیب سانگلہ ہل بڑے معروف اور نامور ہوئے۔ سید حبیب الرحمان شاہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد کے مدبر ومہتمم اور جمعیت اہل حدیث کا گرانقدر سرمایہ تھے۔ افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ گزشتہ برس وہ انتقال کر گئے۔

تیسری مسجد حاجی صاحب نے آبادی کے جنوبی جانب ریلوے لائن کے پار تعمیر کروائی جو بعد میں مسجد رحمانیہ اہل حدیث (حاجی حسن والی) کے نام سے مشہور ہوئی جس میں عرصہ دراز سے مولانا حبیب الرحمان شام کوٹی امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ چوتھی مسجد اقصیٰ اہل حدیث تعمیر کروائی جو حاجی اکبر والی مسجد کے نام سے معروف ہے اور اس میں مولانا حکیم لیاقت علی اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں۔

راجہ جنگ قصبہ سے شمالی جانب ایک بہت بڑا جوہڑ تھا جس میں مٹی ڈال کر برابر کر کے اس جگہ ایک جامع مسجد 1962ء میں تعمیر کی گئی اور بعد میں یہ مسجد ضلعی درسگاہ ضیاء السنہ کی شکل اختیار کرگئی۔

1964ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کا ایک اہم اجلاس گہلن ہٹھار میں

Marfat.com

ہوا جس کی صدارت مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی نے کی۔ جن شخصیات نے شرکت کی ان میں نمایاں نام مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، مولانا حافظ عبدالرحمٰن قصوری، مولانا عبدالعظیم انصاری، مولانا محمد یحییٰ منڈی عثمانوالہ، مولانا محمد ابراہیم بھیڈیاں، مولانا حکیم احمد دین گھلن ہٹھاڑ اور حکیم محمد علی راجہ جنگ کے ہیں۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ضلع کی سطح پر ایک ایسی درسگاہ بنائی جائے جس کے ستر فیصد اخراجات مقامی جماعت اُٹھائے جبکہ تیس فیصد ضلعی جماعت برداشت کرے۔ چنانچہ راجہ جنگ کے حاجی محمد علی فیروز پوری کی خواہش پر ''ضیاء السنہ'' کے نام سے راجہ جنگ میں درسگاہ بنائی گئی۔

حاجی صاحب کتاب وسنت کی اتباع کرنے والے، علماء کرام سے محبت کرنے والے اور طالبان حدیث سے شفقت کرنے والے تھے۔ ان کی زمینیں راجہ جنگ کے مغربی جانب تھیں جن کے پاس سے بڑی نہر گزرتی تھی۔ وہ اپنے کھیتوں میں طلبہ کی دعوت کرتے۔ طلبہ ان کی دعوت میں اکل وشرب کے ساتھ کھلی فضاؤں سے بھی لطف اندوز ہوتے۔ وہ بڑے فراخ دل اور وسیع القلب تھے۔ ایک دفعہ ان کے کھیتوں میں پگڈنڈی سے ایک شخص گزرا۔ انہوں نے اس شخص کو بلایا کہ بھائی کدھر جا رہے ہو۔ وہ گھبرا گیا کہ شاید مجھے طعن وملامت کریں گے اور ساتھ ہی صفائی دینے لگا کہ میں نے سبزیاں نہیں توڑیں۔ حاجی صاحب نے کہا نہیں بھائی ایسی بات نہیں بلکہ میرا مقصد ہے تم اپنے عزیزوں کے گھر جا رہے ہو۔ ان کے لئے سبزی لے جاؤ۔ چنانچہ اُسے سبزی دے کر روانہ کیا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی سربراہی میں 3-2-1 اپریل 1960ء کو پتوکی میں آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا تو حاجی صاحب نے شرکاء کانفرنس کے کھانے کے لئے سبزیاں فراہم کرنے کی ذمہ داری اُٹھائی۔ یہ کانفرنس انعقاد سے ایک روز پیشتر صدر ایوب کے مارشل لاء کی وجہ سے ملتوی ہوئی اور بعد میں 22-21-20 اکتوبر 1961ء کو فیصل آباد میں ہوئی جس کی صدارت حاجی محمد یعقوب حیدر آباد

Marfat.com

سندھ نے کی اور خطبہ استقبالیہ مولانا محمد صدیق کرپالوی فیصل آبادی نے پیش کیا۔

حاجی محمد علی فیروزپوری نے اپنی تمام عمر خدمت دین میں صرف کردی۔ اپنے اعزہ و اقارب، احباء ورفقاء اور اولاد واحفاد کو بھی اس کی ترغیب وتلقین کی۔ ان کے چھ بیٹے پیدا ہوئے۔ سبھی خیر وفلاح کے طالب اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوئے۔ مولانا قاری عبدالمجید سالک جو درسیات کے فارغ، فقہیات کے عالم اور علوم وفنون میں فاضل ہیں انہوں نے میر محمد میں قاری دین محمد سے قرآن پاک حفظ کیا اور پھر اخذ علم کے لئے مختلف مقامات پر گئے۔ انہوں نے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ اور مدرسہ دارالحدیث راجووال میں رہ کر مولانا ابوالبرکات احمد، مولانا محمد عبدہٗ، مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا ہدایت اللہ ندوی، مولانا منیر احمد لکھوی، مولانا بشیر احمد رازی اور مولانا محمد یوسف راجووال سے اکتساب واستفادہ کیا۔ درسیات میں فراغت کے بعد انہوں نے وعظ وتقریر، تبلیغ وتذکیر اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ 1965ء سے اکتوبر 1967ء تک باقاعدہ جامعہ تعلیمات اعلامیہ فیصل آباد میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اور ادارہ کے ناظم بھی رہے۔ بعدازاں زمینداری وکاشتکاری اور دیگر وجوہ کی بنا پر جامع مسجد ضیاء السنہ راجہ جنگ اور مسجد اہل حدیث ڈھٹے میں مختلف ادوار میں خطابت کی۔ اب عرصہ دراز سے مدرسہ ضیاء السنہ کی نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس ادارے میں ان دنوں صرف شعبہ تحفیظ القرآن ہی فعال ہے جو قاری ظفر اللہ خان کی سربراہی میں جاری وساری ہے۔ قاری ظفر اللہ محترم قاری محمد صدیق الحسن کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور انہیں ان کے استاد گرامی نے ہی اس مسند پر بٹھایا تھا۔

قاری عبدالمجید کے ہاں نو اولادیں ہوئیں۔ چار بیٹے عبدالرشید، عبدالحکیم عامر، احمد عمران اور صہیب سلیمان جبکہ پانچ بیٹیاں جن میں دو بیٹیاں قرآن مجید کی حافظہ ہیں، بیٹوں میں چوہدری عبدالرشید بڑے مستعد نوجوان ہیں جو اپنے والد گرامی کی سرپرستی میں زمینداری وکاشتکاری کا سلسلہ سنبھالے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

مولانا محمد ابراہیم بیگ پوری

مولانا محمد ابراہیم ثقہ عالم دین اور باعمل انسان تھے تبلیغ دین میں اہم مقام رکھتے تھے اور اسلاف کا نمونہ شمار ہوتے تھے۔ ان کے والد گرامی مولانا عبدالرحمٰن مفسر قرآن حضرت حافظ محمد لکھوی کے فیض یافتہ تھے اور تحریر و تقریر میں انہی کے پیروکار تھے۔ انہوں نے اس سلسلے میں چند کتب و رسائل بھی تحریر کیے مثلاً

1- عبرت نامہ

2- مقدر نامہ

3- قرآن نامہ

4- راز حقانی فیض رحمانی۔ وغیرہ

مولانا عبدالرحمٰن نے اپنی عمرِ عزیز کے شب و روز کتاب و سنت کی تبلیغ و ترویج کے لئے صرف کر دئے۔ اور اس اہم ترین فریضہ کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی ولادت و وفات کی تاریخ کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ انہوں نے اپنے فرزند ارجمند کی تربیت خالص دینی اور عملی ماحول میں کی۔ چنانچہ مولانا محمد ابراہیم نے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا قمرالدین موضع روڈے منڈی عثمانوالہ سے پڑھیں پھر کبار علماء سے کسب فیض کیا۔ وہ پنجابی زبان کے بہترین مبلغ تھے۔ انہوں نے اگرچہ امامت و خطابت اپنے آبائی گاؤں بیگ پور میں ہی کی لیکن ان کی تبلیغی جدوجہد سے اطراف و اکناف کے بے شمار لوگ بہرہ ور ہوئے۔ انہوں نے تفہیم دین کے لئے چند رسائل بھی تحریر کئے۔

قصہ خواجہ اویس قرنی، حکایت حضرت ابراہیم ادھم، حال یتیماں، نصیحت نامہ، قدرت نامہ۔ مولانا محمد ابراہیم خلیل (حجرہ شاہ مقیم) کی تحریری یادداشتوں کے مطابق یہ تمام رسائل مشہور تاجر کتب مولانا فضل حق قصوری نے اپنے خرچ پر ۱۳۳۰ھ سے پہلے شائع کئے۔

Marfat.com

مولانا عبدالعظیم انصاری قصور

مولانا عبدالعظیم انصاری ہمارے باوقار اسلاف کی باقیات صالحات میں سے ہیں۔ انہوں نے زندگی کی طویل مسافت بھر پور انداز میں طے کی ہے۔کم بضاعتی اور کوتاہ پونجی کے باوصف انہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنی صلاحیتوں کا بھر پور مظاہرہ کیا ہے۔ذیل کی سطور میں دیکھنا ہے کہ ان کے سفینہ حیات نے کون کون سے مراحل طے کیے ہیں۔

پیدائش وتعلیم

مولانا عبدالعظیم اپریل ۱۹۱۶ء کو ضلع امرتسر کے گاؤں بلہر میں حاجی اللہ بخش انصاری کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی طور پر مقامی سکول سے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد گھر کا ماحول دینی ہونے کی وجہ سے انہیں دینی مدرسہ میں داخل کرادیا گیا چنانچہ انہوں نے مدرسہ محمدیہ بھینی سدھواں ضلع امرتسر، مدرسہ فیض الاسلام بھوجیاں مدرسہ غزنویہ سلفیہ امرتسر اور مدرسہ دارالحدیث چینیانوالی لاہور میں مولانا محمد علی لکھوی، مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا اصحاب الدین، مولانا عبدالرشید شہید بھوجیانی، مولانا عبیداللہ خان شہید بھوجیانی، حکیم حافظ احمد اور مولانا محمد عطاء اللہ سے کسب فیض کیا بلکہ علم وعرفان کے جواہر نایاب اپنے دامن میں سمیٹے۔ اسلامی علوم کی تکمیل مدرسہ دارالحدیث چینیانوالی میں مولانا محمد علی لکھوی سے کی اور یہیں انہیں دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد آبائی گاؤں بلہر میں مراجعت ہوئی جہاں اکثریت سکھوں کی تھی۔گاؤں میں مسلمانوں کے چند گھر تھے لیکن ان کے پاس اپنی کوئی مسجد نہیں تھی اور نہ

Marfat.com

ہی سکھوں کے تعصب کی وجہ سے اذان کی آواز بلند ہوتی تھی ۔مولانا انصاری زیور تعلیم سے آراستہ وپیراستہ ہو کر گاؤں آ گئے تو ان کی تحریک سے مسلمانوں نے ہمت کی لیکن سکھوں نے بھر پور مخالفت ومزاحمت کی مگر موضع بلہر تھانہ بکھی ونڈ کی عملداری میں تھا اور وہاں کا تھانیدار مسلمان تھا جس نے مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں مسلمانوں سے تعاون کیا اور مسجد تعمیر ہو گئی اور اس میں درس وتدریس کا کام شروع کر دیا گیا اور یوں تاریک فضائیں روشن اور معطر ہونے لگیں۔

مولانا عبدالعظیم انصاری ۱۹۳۴ء میں سندھ ضلع میر پور کے جیمس آباد کے قریبی گاؤں چک ۲۳۳ میں چلے گئے جہاں تقریباً چار سال امامت وخطابت اور ابتدائی دینی کتب کی تدریس کے فرائض انجام دیے۔عنفوان شباب کا عالم تھا خوب محنت کی اور چار سال کے قیام کے بعد پھر آبائی گاؤں بلہر چلے گئے اور دینی خدمات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

مولانا نے ۱۹۳۸ء میں موضع بلہر کی سکونت ترک کر کے مع خاندان قصبہ پٹی میں رہائش اختیار کر لی۔ پٹی ضلع لاہور کا معروف قصبہ تھا جبکہ موجودہ ضلع امرتسر میں ہے۔ یہاں آباد ہو کر انہوں نے مزید متحرک زندگی کا آغاز کیا اور جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔ جماعت اہل حدیث پٹی کے سیکرٹری کی حیثیت سے جماعتی افراد میں تحریک پیدا کی۔اس قصبہ میں ''مدرسہ محمدیہ'' کے نام سے دینی ادارے کی بنیاد رکھی اور قیام پاکستان تک اسلام اور اہل اسلام کی خدمات سرانجام دیں۔

تحریک پاکستان میں جدوجہد

مولانا عبدالعظیم بنیادی طور پر ایک متحرک انسان ہیں۔ جہاں بھی رہے اپنے آپ کو مذہبی، ملی اور رفاہی کاموں میں نہ صرف مصروف رکھا بلکہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو سٹی مسلم لیگ کے صدر مرزا حمید اللہ بیگ کی سربراہی اور اپنے مرحوم دوست حافظ عبدالرحمٰن کی رفاقت میں نمایاں کردار ادا کیا اور جب مسلمانوں کی لاتعداد قربانیوں سے پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو دوسرے مہاجرین کی طرح ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے اور قصور شہر

Marfat.com

میں آباد ہو گئے۔ قصور شہر میں مہاجر احباب نے "انجمن مہاجرین" کے نام سے انجمن قائم کی تو مولانا اس کے نائب صدر بنے اور مہاجرین کی اشک شوئی، نصرت و اعانت اور آباد کاری کے سلسلہ میں خوب جدوجہد کی۔

قصور شہر کے عین وسط میں اہل حدیث کی مسجد جس کی بنیاد مولانا محمد حیات قصوری نے رکھی وہ چھوٹی سی تھی۔ اس کو وسیع کرنے اور اسے آباد کرنے میں قابل ذکر تگ ودو کی۔ یہ مسجد فریدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ انجمن اہل حدیث قصور کی نگرانی میں بنائی گئی اور اس کے تمام تر امور اسی انجمن کے سپرد تھے۔ انجمن اہل حدیث آج بھی مصروف عمل ہے۔ اب یہ مسجد قصور کی مرکزی مسجد کہلاتی ہے یہاں بچوں کیلئے ناظرہ اور تحفیظ القرآن جبکہ طالبات کیلئے تحفیظ القرآن کے ساتھ ابتدائی دینی کتب کی تدریس کا بھی اہتمام ہے۔ مولانا عرصہ تک انجمن اہل حدیث کے امیر رہے ان کی سرپرستی آج بھی جاری ہے۔

عصری تعلیم کیلئے قصور شہر میں تائید الاسلام پرائمری سکول کی بنیاد رکھی۔ بعد میں یہ سکول ترقی پا کر ہائی سکول بن گیا۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں جب تعلیمی ادارے قومیائے گئے تو یہ سکول بھی سرکاری تحویل میں چلا گیا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث قصور سٹی کے ناظم قاری محمد حنیف طیب اسی سکول میں عربی زبان وادب کے استاد ہیں اور ہر دو معاملات میں فعال اور محنتی شخص ہیں۔

مولانا انصاری نے ۱۹۵۲ء کے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لیا اور میونسپل کمیٹی قصور کے کونسلر منتخب ہوئے اور اپنی مدت میں سماجی اور رفاہی کاموں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔

۱۹۵۳ء میں وطن عزیز میں تحریک ختم نبوت چلی تو بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی قیادت میں جاندار حصہ لیا۔ قصور شہر میں ختم نبوت کے پرچم کو بلند کرتے ہوئے جلوس کی قیادت کی جس کی پاداش میں انہیں اپنے ہی شہر میں پابند سلاسل کر دیا گیا اور عرصہ تک جیل میں محبوس مہمان رہے۔ مولانا اس میدان مین مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور

Marfat.com

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے بہت متاثر ہیں۔

۱۹۵۳ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے امیر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی دعوت پر مرکزی دفتر کے ناظم کی ذمہ داری سنبھالی اور حضرت غزنوی کی وفات ۱۹۶۳ء کے بعد تک اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن نبھایا۔ بعد ازاں مستعفی ہو کر اپنی کاروباری مصروفیت سنبھال لی لیکن جماعتی فرائض سے پہلوتہی نہیں کی بلکہ ان کی ادائیگی میں شبانہ روز محنت جاری تھی۔ مولانا ابتدائی دنوں سے ہی مرکزی عاملہ وشوریٰ کے رکن اور شہر قصور کے امیر چلے آرہے ہیں۔ قصور کے رہائشی ضلعی امیر مولانا قاری محمد ابراہیم کاظم قصوری اور شہری ناظم مولانا قاری محمد حنیف طیب ان کے بااعتماد ساتھی ہیں جو جماعتی و رفاہی کاموں میں قدم بقدم ہمرکاب نظر آتے ہیں۔

تحریک نظام مصطفیٰ

۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد کے راہنماؤں نے مارشل لاء حکومت کے خلاف "تحریک نظام مصطفیٰ" کے نام سے تحریک چلائی تو قومی راہنماؤں کے ساتھ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، مولانا معین الدین لکھوی، میاں فضل حقؒ، مولانا محمد عبداللہؒ شیخ الحدیث گوجرانوالہ اور دیگر قائدین نے بھی ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ شہر قصور کی سطح پر مولانا انصاری نے اس تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ قومی اتحاد ضلع قصور کے صدر میاں جمیل احمد شرقپوری گرفتار ہو گئے تو ان کے بعد ضلعی صدر کی ذمہ داری مولانا انصاری نے سنبھالی اور خوب نبھائی۔

یاد رہے کہ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں میاں جمیل احمد شرقپوری نے قصور شہر سے صوبائی الیکشن لڑا جبکہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ پتوکی، بھائی پھیرو حلقہ سے قومی اسمبلی، مولانا معین الدین لکھوی نے چونیاں حلقہ سے قومی اسمبلی اور حافظ عبدالقادر روپڑیؒ نے حلقہ کنگن پور سے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا اور اسی طرح علامہ شہیدؒ اور حافظ روپڑیؒ نے لاہور

Marfat.com

سے اور مولانا لکھوی نے قصور سے تحریک نظام مصطفیٰ میں حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۳۱ مارچ ۱۹۷۷ء کو لاہور میں قومی اتحاد نے جلوس نکالا اور مسلم مسجد بیرون انار کلی لاہور میں سرکار کی طرف سے لاٹھیوں اور بوٹوں سے تواضع کی گئی اور پولیس کے جوانوں نے سرکاری احکام کی تعمیل کرتے ہوئے مسجد کے صحن میں گھس کر تشدد کی ناقابل فراموش مثالیں قائم کیں۔ مولانا عبدالعظیم بھی تشدد کا نشانہ بنے بلکہ ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں اور تقریباً ڈیڑھ ماہ تک صاحب فراش رہے۔

الفیصل مسجد کی بنیاد

مولانا قصور شہر کوٹ اعظم خاں میں رہائش پذیر ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں کوٹ اعظم خاں میں الفیصل مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھی اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ مولانا بیک وقت الفیصل مسجد کے امور کے نگران مدرسہ تحفیظ القرآن و مدرسہ للبنات مسجد فریدیہ اہل حدیث کے سرپرست اور مرکزی جمعیت اہل حدیث قصور شہر کے امیر ہیں اور اپنی پیرانہ سالی کے باوصف تمام تر ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے نبھا رہے ہیں۔

تالیفی خدمات

مولانا تنظیمی و رفاہی کاموں میں متحرک ہونے کے ساتھ ایک اچھے لکھاری بھی ہیں وہ جماعتی رسائل و جرائد میں اکثر و بیشتر لکھتے رہتے ہیں انہوں نے زندگی میں مختلف عناوین اور موضوعات پر لکھا ہے اور چند کتابیں بھی منصۂ شہود پر آئی ہیں۔

۱۔ تذکرہ علماء بھوجیاں: اس کتاب میں اپنے اساتذہ کرام کے حالات اور ان کی خدمات کا تذکرہ کیا۔

۲۔ تحفہ سندھی: یہ ان کے استاد گرامی مولانا محمد عبداللہ بھوجیانی کا رسالہ تھا جسے ضروری تخریج و تحسین کے بعد شائع کیا۔

Marfat.com

۳۔ تحریک پاکستان اور اہل حدیث: تقریباً اسی صفحات پر مشتمل کتابچہ ہے حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے اس موضوع پر انعامی مقالات لکھوائے جن میں سے مذکورہ رسالہ اول انعام اور سند امتیاز کا مستحق قرار پایا جسے بعد میں مکتبہ قدوسیہ لاہور نے شائع کیا۔

مذکورہ چاروں کتابیں مطبوعہ ہیں۔

۱۔ تحریک سید احمد شہید	۲۔ سرگزشت قصبہ پٹی	۳۔ تصوف اسلامی
۴۔ سید جمال الدین افغانی	۵۔ سید عبداللہ غزنوی	۶۔ یادرفتگان

یہ تمام کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو علمی کام تکمیل کے مراحل تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

مولانا سنجیدہ فکر و متبحر عالم دین ہیں۔ کم گو بلکہ نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو ہیں۔ متحرک جماعتی زندگی گذارنے کی وجہ سے اپنی یادداشتوں میں بیش بہا تاریخی معلومات کا خزانہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان سے جب بھی ملاقات ہوتی ہے تو شاندار جماعتی ماضی کو بیان کرتے ہوئے معلومات کا دریا بہا دیتے ہیں۔ جب اسلاف کا تذکرہ کرتے ہیں تو پورے احترام سے ان کا نام لیتے ہیں۔ وہ اپنی یادوں کے خزینے سے گوہر پارے بکھیرتے ہیں تو ایک عجیب سماں ہوتا ہے۔ انہوں نے اسلاف سے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، امام العصر مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، ولی کامل مولانا محمد علی لکھوی، بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، عظیم محدث مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اور استاذ العلماء حافظ محمد محدث گوندلوی جیسی عظیم شخصیات سے روحانی فکری اور علمی استفادہ کیا ہے اور ان کا تذکرہ کرتے ہوئے جب ان کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں تو بڑے جذباتی ہو جاتے ہیں۔ مولانا انصاری طبعاً منکسر المزاج اور کم گو ہیں۔ علماء سلف کی باقیات صالحات میں سے ہیں۔ ان کا وجود غنیمت اور جماعتی احباب کیلئے شجر سایہ دار ہے۔

۱۹۷۹ء سے ان سے میل ملاقات ہے۔ گذشتہ بائیس سالوں میں ان سے بے شمار

Marfat.com

ملاقاتیں ہوئیں ۔انہیں ہمیشہ پختہ کارو موقف پر ثابت قدم اور مستقل مزاج پایا اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ نوجوان علماء سے ملتے ہوئے اپنی بزرگانہ برتری اور تفوق علمی کا احساس دلایا ہو۔

مولانا کے صاحبزادے حافظ طاہر محمود انصاری قصوری کویت میں مقیم ہیں اور ایک تعلیمی ادارے میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ جبکہ دوسرے صاحبزدگان مختلف مشاغل میں طبع آزمائی کررہے ہیں۔مولانا کے خاندان کے کئی افراد اصحاب علم وعرفان ہیں جن میں اُن کے بھانجے مولانا عبدالحمید ازھر فاضل مدینہ یونیورسٹی ہیں۔ان کا شمار پختہ کار علماء میں ہوتا ہے۔اسلام آباد میں اقامت گزیں ہیں جبکہ پروفیسر علامہ سعید عابد گورنمنٹ کالج قصور میں اسلامیات کے استاد ہیں۔ان کا شمار بھی مستند فاضلین میں ہوتا ہے۔بڑے ہی علم دوست اور خیر پرور انسان ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور صحت وعمر میں برکت فرمائے آمین۔

نوٹ:افسوس کہ مولانا عبدالعظیم انصاری بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

مولانا عبدالخالق سلفی

مولانا عبدالخالق سلفی بڑے ملنسار، وضعدار، خوش اخلاق، خوش اطوار، متقی، پرہیزگار اور شب زندہ دار عالم دین ہیں۔ موضع اعوان ضلع فیروز پور میں 1935ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال سے حاصل کی۔ پھر حصول تعلیم کے سلسلہ میں ان کا قیام جھوک دادو اور تاندلیانوالہ میں بھی رہا۔ چنانچہ انہوں نے مقتدر اور فحول علماء سے کسب فیض کیا جن میں نمایاں نام مولانا محمد یوسف، مولانا شرف الدین محدث دہلوی، میاں محمد باقر، مولانا محمد یعقوب گوجرہ، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد صدیق کرپالوی، مولانا محمد حسین جھوک دادو، حافظ عبدالغفور جہلمی اور حافظ مختار احمد چیچہ وطنی کے ہیں۔ دوران تعلیم مولانا محمد رفیق راہوالی، حافظ محمد فتحی مکی، مولانا محمد حنیف السلفی اور حافظ ذکاء اللہ فیصل آباد ان کے ہم سبق رہے۔

مولانا عبدالخالق نے عملی زندگی کا آغاز تاندلیانوالہ سے کیا۔ وہاں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے پھر 1958ء میں ڈھولن ہٹھاڑ میں مدرسہ دارالاسلام کی بنیاد رکھی۔ عرصہ دراز وہاں گلستان اسلام کی آبیاری کرتے رہے۔ پھر وہ 1971ء میں کھڈیاں منتقل ہو گئے جہاں مدرسہ دارالاسلام السلفیہ کی بنیاد رکھی۔ قصور میں جامعہ حنفیہ کے نام سے احناف کی پہلے سے درسگاہ قائم ہے۔ اس تقابل میں انہوں نے اپنی درسگاہ کا نام السلفیہ کے اضافے سے رکھا۔ مولانا دھیمے مزاج کے شریف النفس انسان ہیں۔ تمام عمر انہوں نے کتاب وسنت کی دعوت کو عام کرنے میں صرف کر دی۔ احباء ورفقاء کے علاوہ اولاد واحفاد کی بھی دینی ماحول میں تربیت کی۔ ان کے تین صاحبزادگان ہیں اور تینوں ہی کتاب وسنت کے علمی زیور سے آراستہ وپیراستہ

Marfat.com

ہیں۔ قاری عبیداللہ احسن مدرسہ رحمانیہ لاہور سے فارغ ہیں۔ چونیاں کی مرکزی مسجد میں خطیب اور شیریں بیاں مقرر ہیں جبکہ مدرسہ دارالاسلام میں مدرس ہیں۔ حکیم قاری عنایت اللہ سلفی، جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فارغ التحصیل ہیں۔ جبکہ طبی تعلیم الصحت یونانی میڈیکل کالج پیپلز کالونی فیصل آباد سے حاصل کی۔ آبائی درسگاہ میں مدرس اور کھڈیاں میں خطیب ہیں۔ قاری سیف اللہ ساجد، جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے درسیات کے فاضل ہیں۔ لاہور میں خطیب اور مدرسہ دارالاسلام السّلفیہ کھڈیاں کے مدیرالتعلیم ہیں۔ بڑے باصلاحیت نوجوان ہیں۔ تصنیف وتالیف کی طرف طبعی میلان ورحجان رکھتے ہیں۔

Marfat.com

حافظ محمد سلیمان خان بھوجیانی

حافظ محمد سلیمان خان بھوجیانی بڑے ممتاز عالم دین تھے۔ انہوں نے درس وتدریس اور تبلیغ وتذکیر میں قابل قدر اور باعث تحسین خدمات انجام دیں۔ وہ عالم باعمل متقی، پرہیز گار، منکسر المزاج، خوش اخلاق، ملنسار، خوش اطوار، اور خود دار انسان تھے۔ ان کی ولادت ۱۹۱۴ء کو مردم خیز بستی بھوجیان میں میاں ولی محمد خاں بن جمال الدین بن خلیل احمد خاں کے گھر ہوئی۔ ان کا خاندان کابل سے آکر قصور میں آباد ہوا تھا لیکن جب ۱۸۰۷ء میں قصور شہر پر سکھوں نے یلغار کی تو افغانیوں کو شہر بدر کر دیا گیا۔ کچھ واپس کابل چلے گئے اور کچھ ضلع امرتسر میں چلے گئے۔ حافظ محمد سلیمان کا خاندان بھوجیان میں اقامت گزیں ہو گیا۔ چنانچہ مرحوم حافظ صاحب افغانی النسل مسلمان تھے۔

ابتدائی دینی تعلیم اور حفظ قرآن مجید کی سعادت مدرسہ فیض الاسلام بھوجیاں سے حاصل کی۔ اس مدرسہ میں مولانا عبداللہ شہید، اور مولانا عبدالرحمٰن شہید اور مولانا عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی سے کسب فیض کیا۔ اس خوشہ چینی میں مولانا عبدالعظیم انصاری ان کے ہمرکاب تھے۔ پھر دونوں مزید علمی مدارج ومنازل طے کرنے کیلئے مسجد چینیانوالی لاہور چلے گئے اور مولانا محمد علی لکھوی مدنی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ مولانا لکھوی سے سند فراغت پانے کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی چلے گئے اور وہاں کے فحول علماء سے اخذ علم کیا۔ انہوں نے سلور جوبلی میڈیکل کالج کلکتہ" سے علم طب میں شمس الحکماء کی سند امتیاز بھی حاصل کی۔

مولانا عبدالرحمٰن انصاری بھوئے آصل میں دین اسلام کی خدمت انجام دے رہے تھے اور شمس الھدیٰ کے نام سے آفتاب رشد وہدایت اپنی ضوفشانیاں کر رہا تھا لیکن ۱۹۳۶ء کے

Marfat.com

اواخر میں مولانا عبدالرحمٰن گلے کے عارضہ میں مبتلا ہو کر واپس بھوجیاں چلے گئے۔ان کے بعد گاؤں کے جماعتی احباب جن میں حاجی محمد شاہ، حافظ حسن محمد، نور محمد چدھڑ، اور ملک محمد رحمت کے نام نمایاں ہیں حافظ محمد سلیمان کو بھوئے آصل لے آئے اور انہیں مسند درس و تدریس اور امامت وخطابت پہ متمکن کر دیا گیا۔انہوں نے بھوئے آصل میں اپنی مادر علمی مدرسہ فیض الاسلام کے نام سے چشمہ فیض جاری کیا جس سے اطراف واکناف کے سینکڑوں طالبان حق نے فیض حاصل کیا اور تشنگان علم نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ان سعادت مندوں میں مناظر اسلام مولانا محمد رفیق مدنپوری، مولانا محمد ابراہیم ناظم وڈانہ، مولانا بشیر احمد پتوکی، مولانا عبداللہ شاکر قصور، سید عبدالغفور شاہ کھڈیاں قاری محمد صدیق الحسن حبیب آباد اور حافظ بشیر احمد بھوجیانی کے اسماء گرامی بہت نمایاں ہیں۔ان کے حلقہ درس میں جنات بھی اخذ فیض کرتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب اپنے تبلیغی و تدریسی فرائض کے علاوہ سماجی اور رفاہی کاموں میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔قیام پاکستان کے بعد جب مہاجرین آئے تو ان کی آباد کاری میں پیش پیش رہے۔بھوئے اصل ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی انہوں نے مہاجر کیمپ لگایا ہوا تھا جس میں مہاجرین کو پناہ دیتے اور ان کیلئے ہر ممکن خدمت بجالاتے۔سکھوں کے جانے کے بعد ان کے گھروں اور متروکہ مقامات پر ناجائز قابضین کو روکا اور اپنے احباب و رفقاء کے تعاون سے مستحقین کو ان کا حق دلایا۔

تبلیغی میدان میں ان کی خدمات کو بھی کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔وہ مقامی گاؤں کے علاوہ دیگر دیہات اور موضعات میں جلسہ جات کا اہتمام اور انعقاد کرواتے اور جماعت کے جید اور مقتدر علماء کرام کو لانے کی ذمہ داری اٹھاتے اور پھر اس ضمن میں پیدا ہونے والی مشکلات کیلئے بھی ہمہ وقت تیار رہتے۔حسنات کے فروغ اور منکرات کی بیخ کنی کیلئے اگر مشکلات پیدا ہوتیں تو ان کا جراتمندی اور دلیری سے مقابلہ کرتے۔

انہوں نے جماعتی ربط و تنظیم کے سلسلہ میں بھی قابل قدر خدمات انجام دیں۔۱۹۴۸ء

Marfat.com

میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قیام عمل میں آیا تو علاقہ بھر میں شب و روز محنت کر کے تنظیم۔سازی کی۔پھر جب ۱۹۵۰ء میں قائد اہل حدیث بطل حریت سید محمد داؤد غزنوی عام انتخابات میں پنجاب اسمبلی کیلئے کھڑے ہوئے تو حافظ صاحب نے دن رات ایک کر دیا۔حلقہ انتخاب میں علاقہ جات کے دورے کیے اور اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور انہیں سید غزنوی کی حمایت واعانت کیلئے آمادہ و تیار کیا۔انتخابات میں حضرت سید غزنوی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے جس پر انہوں نے حافظ سلیمان خاں کی خدمات کو بہت سراہا۔

حافظ سلیمان خان بھوجیانی نے اپنی زندگی کے ماہ و سال اور شب و روز توحید و سنت کی خالص دعوت کو عام کرنے اور بدعات و خرافات کا قلع قمع کرنے میں صرف کر دیے اور بالآخر نومبر ۱۹۵۳ء میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔انہوں نے اپنے پیچھے دینی علوم کا چشمہ صافی درسی کتب کا قیمتی خزانہ اور علوم اسلام سے بہرہ ور ابناء و تلامذہ کی صورت میں قیمتی ترکہ اور ورثہ چھوڑا۔صلبی اولاد میں سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

حافظ محمد سعید خاں بڑے صاحبزادے جو مدرسہ فیض الاسلام کے ہی فیض یافتہ ہیں والد گرامی کے ارتحال کے بعد وہ انہی کی مسند تدریس پہ فروکش ہوئے اور والد گرامی کی طرح فاضل عربی اور فاضل اردو کے طلبہ و طالبات کو فیض یاب کرنا شروع کیا اور مسجد کے منبر و محراب کی زینت بھی بنے۔کئی برس یہ سلسلہ جاری رہا۔آج کل وہ کوٹ رادھا کشن میں اقامت پذیر اور ہائی سکول میں عربی ادبیات کے استاد ہیں۔ان کے دو صاحبزادے مولانا محمد زبیر خاں اور مولانا فیض اللہ خاں غوری بھی تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حاجی محمد محمود خاں بن سلیمان خاں بہترین خوشنویس تھے۔اپریل ۲۰۰۱ میں انتقال کر گئے۔

بڑی صاحبزادی کا عقد مولانا بشیر احمد بھوجیانی سے ہوا جو فاضل آدمی تھے۔جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں مدرس رہے ان کی اولاد میانچنوں میں رہائش پذیر ہے۔

Marfat.com

دوسری صاحبزادی کا نکاح حافظ محمد یوسف آف کھائی کے بھائی حافظ محمد یونس سے ہوا۔ادونوں بھائی اہل علم وفضیلت ہیں۔تیسری صاحبزادی کا نکاح مولانا سید عبدالغفور شاہ بن سید عبدالرحمٰن شاہ پٹی والے سے ہوا جنہوں نے کھڈیاں شہر میں سالہا سال کتاب وسنت کی خدمت انجام دی۔حالات وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے اولادواحفاد بھی دین اسلام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالواحد روپڑی

مولانا عبدالواحد روپڑی عالم باعمل، عابد وزاہد، صابر وقانع، حسنات کے طلبگار، منکرات سے بیزار، دل میں اسلامی غیرت، قلب میں ملکی حمیت اور دین اسلام کے واضح اور کھرے علمبردار تھے۔ انہوں نے 1884ء کو موضع کیر پور ضلع امرتسر میں میاں روشن دین کے گھر ولادت پائی۔ انکے والد گرامی کیر پور کو خیر باد کہہ کر چھانگا مانگا کے قریبی گاؤں ڈوبہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ اس گاؤں میں اس وقت کے بہت بڑے عالم دین مولانا محمد عبداللہ آباد تھے۔ میاں روشن دین نے اپنے تین صاحبزادگان رحیم بخش، حافظ محمد عبداللہ (محدث روپڑی) اور مولانا عبدالواحد کو مولانا عبداللہ کی شاگردی میں دے دیا۔ ان تینوں صاحبزدگان نے ان سے قرآن مجید باترجمہ پڑھا اور کچھ حفظ بھی کرلیا۔ ان کا قیام ایک سال ماجرہ میں بھی رہا۔ پھر وہ واپس اپنے گاؤں کیر پور میں چلے گئے جہاں وہ تقریباً چار برس صاحب فراش رہ کر 1924ء میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انہوں نے پسماندگان میں سات بیٹے چھوڑے ۱۔ رکن دین ۲۔ رحیم بخش۔ ۳۔ عبداللہ (محدث روپڑی) ۴۔ عبدالواحد۔ ۵۔ عبدالقادر۔ ۶۔ محمد حسین۔ ۷۔ عبدالرحمٰن۔

مولانا عبدالواحد روپڑی نے موضع ڈوبہ، موضع ججہ کلاں، مدرسہ غزنویہ امرتسر اور حضرت محدث روپڑی سے کسب فیض کیا۔ انہوں نے اپنے آبائی گاؤں کیر پور میں ایک مدرسہ کا بھی اجراء کیا جس کا انتظام وانصرام اور درس وتدریس اپنے چھوٹے بھائی حافظ عبدالرحمٰن کے سپرد کر دیا اور خود کاروباری مشاغل سنبھال لیے۔ وہ اکثر وبیشتر کاشتکاری اور تجارت میں مشغول رہتے لیکن مدرسہ کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتے اور کبھی کبھی نماز فجر کے بعد لوگوں کو درس قرآن

Marfat.com

سے بھی مستفید کرتے۔ان سے کثیر لوگوں نے اکتساب واستفادہ کیا۔ان کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن خاندانی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری، حافظ محمد یوسف جھنگوی، حافظ محمد یعقوب، حافظ محمد صالح، حافظ محمد عثمان اور مولانا محمد حسین شیخو پوری نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے۔کمیر پور میں قیام کے دوران انہیں بہت سی مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔کمیر پور کے گردونواح میں سکھ آباد تھے جو مسلمانوں کی اسلام دوستی اور شعائر اسلام سے وابستگی سے بڑے نالاں تھے۔لیکن کمیر پور میں آباد مسلمانوں کی اکثریت ایک دادا کی اولاد تھی جن میں اتحاد و یکجہتی موجود تھی۔وہ بقر عید کے موقعہ پر گائے ذبح کرتے بلکہ اردگرد کے علاقہ سے بھی مسلمان قربانی کی غرض سے وہاں آجاتے۔جس کی وجہ سے سکھوں اور مسلمانوں میں کئی دفعہ مڈ بھیڑ بھی ہوئی۔اس کے باوجود مسلمان ثابت قدمی سے شعائر اسلام کی پاسداری کرتے۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا عبدالواحدؒ اپنے برادر اکبر حضرت محدث روپڑی کی معیت وسنگت میں جڑانوالہ چک ۳۴ گ ب میں آگئے۔وہاں چند ماہ رہنے کے بعد بھوئے آصل نزد چھانگا مانگا منتقل ہو گئے۔حضرت روپڑی کچھ عرصہ بعد لاہور میں اقامت گزیں ہوئے اور وہاں شمع اسلام کو فروزاں کیا۔جبکہ مولانا عبدالواحد روپڑی نے تادم واپسیں اسی گاؤں کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔اور **1978**ء میں راہ ملک عدن کا سفر اختیار کیا اور ان کے جسد خاکی کو مقامی قبرستان میں ہی سپرد خاک کیا گیا۔

ان کے ورثاء میں دو بیٹے تھے۔ا۔حافظ محمد عبداللہ روپڑی جو عرصہ دراز تک جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔اب پیرانہ سالی کی وجہ سے درس وتدریس سے دستکش لیکن بقید حیات ہیں۔

۲۔حافظ عبدالجبار روپڑی جو تمام عمر اپنے والد گرامی کے ساتھ امور کاشتکاری میں شریک رہے۔**1962**ء میں ان کا انتقال ہوا۔

حافظ عبدالجبار کے ہاں ایک بیٹی سمیت چار اولادیں ہوئیں۔بفضلہ تعالیٰ سبھی کے حصہ میں حافظ

Marfat.com

قرآن اور عالم دین بننے کی سعادت آئی۔

ا۔حافظ عبدالرزاق روپڑی جو کہ اپنے آبائی گاؤں بھوئے آصل میں کاشتکاری کرتے ہیں۔

۲۔حافظ عبدالغفار روپڑی، ولادت بھوئے آصل میں ہوئی۔ میر محمد میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی درسی کتب مدرسہ ضیاء السنہ راجہ جنگ میں پڑھیں۔ پھر جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں محدث العصر حافظ محمد گوندلوی اور دیگر فحول علماء سے کسب فیض کیا اور وہیں سے درسیات میں فراغت پائی۔اسی دوران عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔فراغت کے بعد کراچی چلے گئے جہاں کوٹ روڈ والی مسجد میں تدریسی ذمہ داری عرصہ دراز تک نبھائی جبکہ بہار کالونی کراچی میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیے۔ پھر رئیس المناظرین حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی کی دعوت پر جامعہ اہل حدیث لاہور میں مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے اور ان کی طرف سے نائب مدیر بھی مقرر ہوئے۔اب وہ درسگاہ کے ناظم اعلیٰ اور مفتی اعظم ہیں۔

۲۔حافظ عبدالوہاب روپڑی: ولادت بھوئے آصل میں ہوئی۔ میر محمد میں حضرت قاری محمد صدیق الحسن مرحوم سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے درسیات میں فراغت پائی۔ پھر علم وعرفان کے اعلیٰ وارفع مدارج ومنازل طے کرنے کیلئے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سعودی عرب چلے گئے۔جہاں ملت اسلامیہ کے عظیم اصحاب دانش وبینش سے پانچ سال کسب فیض کیا۔بعدازاں جدہ ایمبسی سکول میں تدریسی مشغلہ اختیار کرلیا۔اس بات کی خبر جب حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی کو ملی تو انہوں نے ناپسند کیا۔ پھر انہی کی دعوت پر ملازمت سے دستکش ہو کر جامعہ اہل حدیث میں مسند حدیث پر فروکش ہو گئے۔وہ سلسلہ تعلیم وتعلم بحسن وخوبی ابھی تک جاری وساری ہے۔

Marfat.com

مولانا محمد کنگن پوری

مولانا محمد ۱۹۱۳ء میں ستلج کے کنارے ایک گاؤں مہمو کے محمود میں حاجی عمر دین کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مولانا عبدالقادر بن عبدالسلام فتح محمدی سے حاصل کی۔پھر مرکز الاسلام مدرسہ محمدیہ لکھو کے کا رخ کیا جہاں مولانا عطاء اللہ لکھوی سے علوم حدیث اور فنون صرف ونحو میں دسترس حاصل کی۔ بعدازاں مولانا محمد عبداللہ کھپیاں والی اور مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی سے استفادہ واکتساب کیا۔

مولانا محمد کا شمار راسخ فی العلوم علماء میں ہوتا ہے۔کامیاب مدرس اور صاحب الرائے عالم تھے۔مقتدر علماء کرام مولانا حافظ محمد عبداللہ بڑھیمالوی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مولانا حافظ محمد بھٹوی اور حافظ عبدالرحمٰن صافوی ان کے ہم سبق وہم عصر تھے۔مولانا محمد نے جب درسیات سے فراغت پائی تو مستند اور ثقہ عالم بن کر عملی میدان میں آئے۔یہ وہ دور تھا جب مولانا ابوالعلیٰ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان کی معاونت کرتے رہے۔اس دوران دہلی میں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کے مرکز علم میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔تقریباً ایک برس مرکز الاسلام لکھو کے میں بھی درس وتدریس کا کام کیا پھر کنگن پور کے قریب موضع کلس آگئے جہاں وعظ وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

۱۹۶۳ء میں محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی کی دعوت پر جامعہ اہل حدیث لاہور چلے گئے جہاں عالمانہ شان وشوکت سے مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے اور تشنگان علوم وفنون کو سیراب کیا۔مولانا لاہور میں قیام کے دوران افتاء وارشاد میں محدث روپڑی کی معاونت کرتے رہے۔وہاں سے واپس پھر کنگن پور میں رہائش اختیار کر لی۔چند ایک مکان تعمیر کر کے ان

Marfat.com

کے کرایہ کوذریعہ معاش بنایا اور قریبی مسجد میں دعوت وارشاد کا کام جاری رکھا۔ اپنی عمر کے اواخر میں بھی تالیف وتصنیف میں مصروف رہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی راہنمائی میں مشکوٰۃ المصابیح پر حواشی کا کام شروع کیا لیکن زندگی نے وفانہیں کی اور جولائی ۱۹۸۳ کو اس دارفانی سے رحلت کر گئے۔

ورثاء میں حمید اللہ ریٹائرڈ ڈائریکٹر تعلیمات لاہور، ماسٹر بارک اللہ اور محمد عطاء اللہ ظفر شعبہ صحافت سے منسلک، ڈاکٹر امان اللہ غازی ایجوکیشن میں اسسٹنٹ ڈاریکٹر اور فاضل آدمی ہیں۔ اللہ ورثاء کو اپنے بزرگوار کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق سے نوازے آمین۔

Marfat.com

صوفی دین محمد گہلن ہٹھاڑ

گہلن ہٹھاڑ ضلع قصور کا معروف بلکہ مثالی گاؤں ہے۔ دوسرے دیہات کی نسبت یہاں رہنے والوں کی اکثریت تعلیم یافتہ ہے۔ ٹیلی ویژن کے معروف پروگرام نیلام گھر کے میزبان طارق عزیز نے ایک مرتبہ اپنے پروگرام میں سوال کیا کہ ایسے گاؤں کا نام بتائیں جس کے رہنے والوں میں معلمین اور معلمات کی تعداد زیادہ ہے تو جواب میں اسی گاؤں کا نام لیا گیا۔ جواب درست قرار پایا اور اس پر دس ہزار انعام دیا گیا۔ اس گاؤں میں دس مساجد ہیں، ایک بریلوی مکتب فکر کی جبکہ باقی تمام اہل حدیث کی مساجد ہیں جن میں بعض مقامات پر دار العلوم بھی قائم کیے گئے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ دینی وعصری دونوں علوم سے یہاں کے لوگ بے بہرہ تھے۔ کس طرح یہاں علم وعرفان کی بارش ہوئی اور پھر ویران کھیتیاں کس قدر سیراب ہوئیں۔ اس سلسلہ میں صوفی دین محمد کی خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

صوفی دین محمد کا آبائی تعلق کوٹھہ کلاں سے ہے۔ وہاں ان کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی طور پر انہوں نے موکل کے صوفی عبدالحق سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اس کیلئے روزانہ کوٹھہ کلاں سے موکل جایا کرتے تھے۔ سن بلوغت کو پہنچے تو والدین نے جلد ہی ان کی شادی کر دی۔ لیکن ان کے دل میں حصول تعلیم کا جذبہ موجزن تھا۔ اس جذبے نے بھرپور انگڑائی لی تو والدین کو بتائے بغیر ہی لکھو کے مرکز الاسلام میں چلے گئے اور مولانا عبدالقادر لکھوی سے فیضیاب ہونے لگے۔ یہ سلسلہ ایک سال ہی چل سکا کہ والدین کو پتہ چلا تو انہیں واپس گھر لے آئے۔ کچھ دنوں بعد موقعہ پا کر پھر نکل کھڑے ہوئے تو وزیر آباد جا پہنچے اور وہاں شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کی صحبت صالح میں اپنے جذبوں کو جلا بخشنے لگے۔ اس چمنستان توحید وسنت میں دو برس ہی خوشہ

Marfat.com

چینی کر پائے تھے کہ والدین پھر واپس گھر لے آئے۔ بڑی عجب صورتحال تھی کہ وہ خود کو کتاب وسنت کی تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کرنا چاہتے تھے جبکہ والدین علم کی زیبائش وآرائش اور اس کی لذتوں سے ناآشنا تھے۔ چنانچہ موقعہ پا کر صوفی صاحب پھر نکل کھڑے ہوئے اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر میں غزنوی علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً پانچ برس کا عرصہ حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی کی صحبت ثمر بار میں رہ کر اپنی علمی بھوک اور پیاس کو ختم کیا۔ جب واپس اپنے گاؤں پلٹے تو علمی خلعت زیب تن کی ہوئی تھی۔

صوفی دین محمد عالم باعمل، اتقاء وصالحیت کے پیکر، دین حق کی ترویج واشاعت کیلئے کوشاں اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے سرگرداں رہنے والے صالح انسان تھے۔ دینی درسیات سے فراغت کے بعد مراجعت کی تو جہادی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے اور مجاہدین چمرقند کے ساتھ علمی تعاون کا سلسلہ شروع کر دیا۔ صوفی محمد عبداللہ اوڈانوالہ اس علاقہ میں آئے اور انہوں نے صوفی ولی محمد فتوحی والا مولوی شرف الدین مستووال، مولوی عبدالحق بقاپور، مولوی عبداللہ بابرخانوی اور صوفی دین محمد کو باہم شیر وشکر اور سیسہ پلائی دیوار بن کر کام کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ مذکورہ تمام بزرگوں نے منظم ہو کر مجاہدین کیلئے کام کیا۔ اسی دوران موضع کلس گاماں میں امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی سنبھال لی۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک برس ہی چلا ہوگا کہ گاؤں کے نمبردار سے بوجوہ اختلاف ہو گیا جس بنا پر وہ اپنی ذمہ داری سے دستکش ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ ان دنوں گہلن ہٹھاڑ کے کچھ لوگ لکھوکے میں مولانا عبدالقادر لکھوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں ایک ایسے عالم دین کی ضرورت ہے جو اپنے حسن کردار اور عمدہ گفتار سے لوگوں کو دین حق کی طرف مائل کر سکے۔ مولانا لکھوی نے کہا کہ ان محاسن ومحامد کا حامل میرا ایک شاگرد دین محمد ہے۔ اس کو ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ اس طرح صوفی مولوی دین محمد اپنے استادگرامی کی تجویز وترغیب پر گہلن منتقل ہو گئے اور اس گاؤں کو زندگی بھر کیلئے اپنا مسکن ومحور بنا لیا۔ غالباً 1919ء کی بات ہے کہ اس گاؤں میں انجمن حمایت اسلام کے تحت پرائمری سکول کا آغاز ہوا

Marfat.com

جس میں صوفی صاحب مدرس مقرر ہوئے اور سات روپے ماہانہ مشاہرہ قرار پایا۔ صوفی صاحب سکول میں تدریس بھی کرتے تھے اور مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ ان کی محنت شاقہ سے سکول میں طلبہ کی تعداد پانچ سو تک پہنچ گئی کیونکہ اردگرد کے دیہات سے بھی بچے پڑھنے آتے تھے۔

ایک مرتبہ تحصیلدار دورے پہ آیا۔ اس دور میں کسی گاؤں میں تحصیلدار کا آنا بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ جب وہ سکول میں آیا تو دیکھا کہ بچے نظم وضبط کے ساتھ تختیاں لکھنے میں مصروف ہیں جبکہ استاد موجود نہیں ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں گئے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو تحصیلدار نے نظم وضبط کی تعریف کرتے ہوئے کمال حسن کارگردگی کا سبب دریافت کیا تو صوفی صاحب نے فارسی کا ایک شعر پڑھا۔

درس ادب گر بود زمزمہ محبتے
جمعہ بمکتب آورد طفل گریز پائے را

شعر سن کر وہ بڑا متاثر ہوا اور اپنی جیب خاص سے دس روپے ماہانہ معاوضہ ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے ایک مدرس تعینات کیا۔

چنانچہ قاضی محمد حسن شاہ نائب مدرس مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب کا تعلق پڑھے لکھے خاندان سے تھا۔ بیان کیا جاتا ہے ان کے خاندان کے کوئی بزرگ شخص شاہ محمد تغلق کے دور میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے اسی مناسبت سے انہیں قاضی کہا جاتا تھا۔ قاضی حسن شاہ کے والد قاضی عبدالمجید شاہ پڑھے لکھے آدمی تھے بلکہ گاؤں میں وہ واحد شخص تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ کسی فرد نے اگر کوئی چٹھی لکھوانی یا پڑھوانی ہوتی تو انہی کی طرف رجوع کرتا۔ وہ اسلامی روایات میں بڑے شدت پسند تھے۔ ان کے محلہ میں کوئی شخص داڑھی نہیں منڈواسکتا تھا اور نہ ہی کوئی خاتون بے پردہ باہر نکل سکتی تھی۔ وہ قرآنی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ بیسیوں طلبہ وطالبات نے ان سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ قاضی صاحب حکیم

Marfat.com

ماسٹر خلیل الرحمٰن فاروق ہاشمی کے چچا تھے۔ ماسٹر فاروق ہاشمی ریٹائرڈ زندگی گذار رہے ہیں جبکہ ان کے ایک صاحبزادے حکیم عطاء الرحمٰن فاروق ہاشمی الہ آباد میں کامیاب مطب چلا رہے ہیں۔ ایک صاحبزادے بشیر احمد ہاشمی بنک میں آفیسر اور ایک لخت جگر خالد فاروق ہاشمی لاہور میں برسر روزگار ہیں۔ دیگر صاحبزدگان مختلف مشاغل زندگی میں مصروف ہیں۔

یہ صوفی دین محمد کی محنتوں کا ثمرہ ہے کہ اس وقت گاؤں تعلیمی اعتبار سے پسماندہ نہیں بلکہ مثالی گاؤں ہے۔ معلمین اور معلمات کی خاصی تعداد پائی جاتی ہے جبکہ درجنوں حفاظ عظام اور بیسیوں علماء کرام ہیں۔ پروفیسرز، وکلاء، ڈاکٹرز، انجینئرز، اور آرمی وسول آفیسرز کی صورت میں قابل ذکر تعلیم یافتہ طبقہ پایا جاتا ہے۔

گاؤں میں غزنوی اور لکھوی علماء کرام کا آنا جانا تھا اس لیے ان کے مواعظ حسنہ سے لوگ کتاب وسنت کی طرف مائل ہوئے اور اکثریت مسلک اہل حدیث کی حامل ہوگئی۔ پھر وقتاً فوقتاً نئی مساجد اور دینی مدارس قائم ہوتے رہے۔ اللہ کے فضل ورحمت سے ان دنوں نو جامع مساجد ہیں جن میں سے کچھ مقامات پر مدارس قائم ہیں جہاں ہر طبقہ کیلئے فیض عام جاری وساری ہے۔

صوفی دین محمد بڑے اہل اللہ اور عارف باللہ شخص تھے۔ ان کی زبان اکثر وبیشتر ذکر الٰہی سے تر اور دل خشیت الٰہی سے لبریز رہتا تھا۔ اطراف واکناف کے لوگوں میں یہ تاثر عام تھا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو ضرور قبول کرتے۔ ایک دفعہ ان کا بیٹا جو پٹواری تھا ان کے پاس آیا کہ میں ملازمت سے برخواست ہوگیا ہوں۔ میری ملازمت کی بحالی کیلئے دعا کریں۔ چونکہ وہ اس شعبہ اور ایسی کمائی کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس گھر سے انہوں نے کبھی کھانا بھی پسند نہیں کیا، اس لیے دعا سے انکار کر دیا لیکن جب بیٹے نے بے حد اصرار کیا تو بیٹے کو ساتھ کھڑا کر کے دعا کرنے لگے۔ دعا کے دوران ہی انہوں نے بیٹے کو دھکیل کر اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ دعا ختم ہوئی تو بیٹے نے سوال کیا کہ کیا بات ہے؟ آپ نے

Marfat.com

خود ہی مجھے دعا میں شامل کیا اور خود ہی دھکیل کر دور کر دیا۔ تو فرمانے لگے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا میرے ساتھ کھڑا ہونا اور تمہیں ساتھ لے کر سفارش کرنا پسند نہیں کیا لیکن پھر بھی جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی ملازمت بحال ہوگئی۔ احباب واغیار ان سے دعا کروانے کیلئے ان کے پاس آتے۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی بھی تخلیق پاکستان سے قبل آیا کرتے تھے۔ تقریباً تین ماہ بعد آتے اور راتوں قیام کر کے ان کی صحبت صالحہ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ارادت میں وہ مقتدر علماء سے متاثر تھے اور انہوں نے مختلف اوقات میں ان کی صحبت میں حاضری دے کر فیض حاصل کیا تھا۔ جن میں چند اسماء گرامی انتہائی قابل ذکر ہیں شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی، امام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا قطب شاہ ''مخو'' ضلع فیروز پور مولانا قطب الدین پران والے اور حافظ محمد امین صاحب۔

وہ احباب کی گذارش پر دعا کرتے بھی تھے اور بزرگ علماء سے دعا کرواتے بھی تھے۔ ایک دفعہ مولانا عبدالقادر لکھوی ان سے ملنے آئے تو انہوں نے گذارش کی کہ مولانا میری دو بیویاں ہیں اور دونوں امید سے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو بیٹے عطا کرے یا بیٹیاں عطا کرے۔ مولانا لکھوی فرمانے لگے کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں بیٹوں کی درخواست کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ انشاء اللہ دونوں کو بیٹوں سے ہی نوازے گا۔ ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن ہوگا۔ ایک حافظ قرآن ہوگا جبکہ دوسرا عالم دین ہوگا۔ اس کامل یقین کے ساتھ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں گودوں کو عالم وحافظ بیٹوں سے ثمر بار کیا۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ ایک بیٹے نے زندگی کے آخری ایام میں تقریباً ستر برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔

وہ اکثر وبیشتر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیا کرتے تھے کہ مجھے رمضان المبارک کی اکیسویں شب کو موت آئے۔ چنانچہ جب انہوں نے اس دارِ فانی سے دارِ بقا کا سفر اختیار کیا تو 1965ء میں اکیسویں شب تھی (قمری سال کے اعتبار سے رمضان المبارک کی)۔ ذالک

Marfat.com

فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔اپنی اولاد میں سے سب کو کتاب وسنت کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ایک بیٹا محکمہ مال میں پٹوار کی ملازمت کرتا رہا جسے وہ مسلسل ناپسند کرتے رہے لیکن بقول حکیم عبدالرحمٰن ناصر کہ آخری عمر میں پٹواری بیٹے نے توبہ کر لی تھی۔ بڑے بیٹے مولوی محمد امین محدث العصر حافظ محمد گوندلوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی سے فیض یافتہ تھے۔

۲۔مولانا حافظ عبداللہ شاکر جو دینی درسیات سے فارغ اور پتوکی میں سکول ٹیچر تھے۔آخری عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔

۳۔مولانا عبدالرحمٰن ناصر آٹھ سال کی عمر میں پرائمری پاس کیا۔مولانا محمد حسین لکھوی مدرسہ سے تعاون کی غرض سے آئے تو بچے سے تلاوت قرآن سنی۔سن کر بہت خوش ہوئے اور بچے کو پڑھانے کی غرض سے ساتھ لے گئے۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن ناصر نے لکھوکے میں دوسال رہ کر مولانا عطاء اللہ لکھوی اور مولانا عبدالرحمٰن لکھوی سے ابتدائی استفادہ کیا۔پھر دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر چلے گئے۔جہاں مولانا نیک محمد، حافظ محمد حسین روپڑی، مولانا عبداللہ خان بھوجیانی اور مولانا محمد حسین ہزاروی سے کسب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کی۔واپس آکر اپنے والد گرامی والی مسجد میں ہی امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھال لی۔لیکن طبعی میلان علاقائی سیاست اور سماجی خدمت کی طرف تھا۔یونین کونسل کا انتخاب ہوا تو خوب حصہ لیا۔ممبر بن گئے۔ مسجد کی انتظامیہ نے اختلاف کیا تو منصب امامت وخطابت سے دستکش ہوگئے اور پھر زندگی میں چار مرتبہ کونسل کا ممبر بنے۔روزگار کے طور پر طبابت کا پیشہ اختیار کیا۔ان کی اولاد میں سے بڑے بیٹے عبدالرحیم نے طبابت سیکھ کر اپنے والد کی معاونت ومساعدت اختیار کی لیکن عنفوان شباب میں ہی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔

ڈاکٹر عبیداللہ شاکر ایم بی بی ایس دوسرے صاحبزادے ہیں جو چلڈرن ہسپتال میں تعینات ہیں۔ڈاکٹر عبدالسمیع نے ایم اے کر رکھا ہے۔ مقامی ہسپتال میں ملازمت کرتے ہیں۔دینی وجہادی سرگرمیوں میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ پانچ بنات صالحات ہیں جو مختلف

Marfat.com

مکاتب ومدارس میں معلمات ومدرسات ہیں۔

۴۔مولوی محمد ادریس گہلن میں ہی رہائش پذیر تھے انتقال کر چکے ہیں۔

۵۔عبدالعزیز جنہوں نے محکمہ مال میں پٹوار کی ملازمت اختیار کی اور چنوکی میں اقامت گزیں ہوئے۔ وہیں انتقال کیا اور پسماندگان میں تعلیم یافتہ اولاد چھوڑی۔بڑے صاحبزادے عبدالہادی طارق سکول ٹیچر اور معروف سماجی کارکن ہیں۔

۶۔عبدالخالق صابر نے میٹرک پاس کیا لیکن 18 سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔

Marfat.com

مولانا محمد جمشیری

متبحر عالم دین، عارف فقہیات، وسیع المطالعہ، مسائل پہ گہری نظر اور معلم کبیر مولانا محمد جمشیری بہت ہی ممتاز شخصیت تھے۔ انہوں نے فتح پوری مسجد دہلی سے مقتدر اور فحول علماء کرام سے کسب فیض کیا۔ درسیات میں فراغت کے بعد وہ شام کوٹ نو میں آ گئے۔ یہاں کی مرکزی جامع مسجد غربی اہل حدیث اپنے دور کی معروف درسگاہ تھی اور یہاں جماعت کے معروف اور معتبر علماء درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مولانا محمد نے بھی درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور تقریباً پچیس برس یہ سلسلہ جاری رہا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال اور مولانا محمد رمضان شاکر جیسے علماء نے ان سے استفادہ کیا۔ مولانا محمد یوسف اپنے استاد گرامی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ مؤلف شہیر مولانا محمد عبدہٗ کے ہمعصر تھے اور کسی طور بھی علم وفضل میں ان سے کم نہ تھے لیکن وہ چونکہ حصول علم کے بعد چھوٹے سے قصبے میں آ گئے اور کسی بڑی مسند پر جلوہ افروز نہیں ہوئے اس لیے وہ قابل قدر خدمات انجام نہیں دے سکے۔

مولانا محمد پھر شام کوٹ سے جمشیر کلاں جا بسے اور پھر تا دم آخر وہیں اقامت گزیں رہے۔ جمشیر میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا اور تشنگان علم نے ان کے پاس آ کر اپنی پیاس بجھائی۔ یہاں ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنے والے اور ان سے استفادہ کرنے والوں میں ڈوگر خاندان کے لوگ قابل ذکر ہیں جن میں سردار محمد عاشق ڈوگر قومی سطح کے سیاست دان اور مسلکاً اہل حدیث ہیں۔ دو دفعہ پنجاب اسمبلی اور دو دفعہ ہی قومی اسمبلی کے رکن کامیاب ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۷۰ء میں اہل حدیث کی حیثیت سے انتخابی نشان پھول پر صوبائی اسمبلی کے رکن کامیاب ہوئے اور پھر اسمبلی میں جا کر پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے اور پھر مسلسل ان سے

Marfat.com

سنگت نبھاتے چلے آرہے ہیں۔سردار صاحب سنجیدہ فکر،ملنسار اورخوش اخلاق سیاستدان ہیں۔سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے عروج وزوال کے کسی دور میں بھی اخلاقی حدود کو پارنہیں کیااوراپنی انتہائی مصروفیت کے دور میں بھی کبھی نماز ترک نہیں کی۔وہ پابند صوم وصلوٰۃ ہی نہیں بلکہ شب زندہ دار بھی ہیں بلکہ ان کے خاندان کے اکثرافرادوخواتین صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اوراسلامی روایات کے امین ہیں۔سردار محمد افضل ڈوگر بھی ان کے قریبی عزیز ہیں جوصالح اوصاف کے حامل اوراسلامی روایات کے امین ہیں۔

مولانا محمد جمشیری سے بہت لوگوں نے استفادہ کیا۔وہ اکثر وبیشتر مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے۔ان کا ذاتی کتب خانہ بہت بڑا وسیع تھا۔انہوں نے 1983ء میں رحلت فرمائی لیکن افسوس کہ ان کی اولاد میں سے قابل قدر خدمات انجام دینے والا کوئی فرد پیدا نہ ہوا جوان کی مسند کا وارث بن سکے اوران کی متروکہ قیمتی کتب سے استفادہ کر کے لوگوں کو بہرہ ور کر سکے۔اب ان کے دونواسے اور مولانا محمد حنیف کے بیٹے حافظ نعمان سالم اور حافظ محمد عبدہٗ دینی علوم کے زیور سے مزین ہونے کی جستجو میں ہیں۔

Marfat.com

مولانا محمد امین۔ گہلن ہٹھاڑ

مولانا محمد امین بڑے ماہر استاد، اچھے منتظم، منجھے ہوئے مدرس، صاحب نظر عالم دین، وسیع الظرف، وسیع المشرب اور انتہائی ملنسار تھے۔ان کے والد گرامی صوفی اللہ دین بھی بڑے نیک متقی اور پارسا شخص تھے۔ان کی تعلیم تو واجبی تھی لیکن عملی طور پر بڑا بلند مقام رکھتے تھے۔وہ دینی علوم کے سلسلہ میں صوفی دین محمد سے فیض یافتہ تھے۔لیکن فکری وروحانی مدارج ومنازل طے کرنے کیلئے انہوں نے مولوی ولی محمد فتوحی والا اور مولوی کمال الدین ڈوگر کی بیعت کر رکھی تھی اور ان سے حد درجہ عقیدت وارادت رکھتے تھے۔پھر اسی عقیدت وارادت کی پر کیف وادی میں انہوں نے مولانا محمد علی لکھوی اور مولانا محی الدین لکھوی کی باوقار صحبتوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ان کے شب وروز اوراد ووظائف میں گزرتے تھے اور اس سلسلے میں اسلاف کا ہی طریقہ اختیار کیا ہوا تھا۔لکھوی علماء سے عقیدت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ احوال الآخرت، زینت الاسلام اور اکرام محمدی انہیں زبانی یاد تھیں جن کے اقتباسات وہ اکثر مجلسوں میں سنایا کرتے تھے۔اسی دینی محبت میں انہوں نے اپنے فرزند ارجمند محمد امین کو اکتساب علم کیلئے گھر سے روانہ کیا جنہوں نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے مقتدر علماء سے کسب علم کیا۔پھر گوجرانوالہ چلے گئے جہاں محدث العصر حافظ محمد گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی ایسے شیوخ الحدیث سے استفادہ کیا اور درسیات میں فراغت پائی۔

مولانا محمد امین زیور علم سے آراستہ وپیراستہ ہو کر واپس آئے تو اپنے آبائی گاؤں گہلن ہٹھاڑ میں "مدرسہ دارالحدیث وحفظ القرآن" کے نام سے درسگاہ کی بنیاد رکھی جس میں محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی، محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی اور رئیس المناظرین حافظ

Marfat.com

عبدالقادر روپڑی نے شرکت کی۔ مولانا امین نے اس درسگاہ کو آباد کرنے کیلئے شبانہ روز محنت کی۔ وہ علاقائی دیہات و موضعات میں جا کر راتوں کو وعظ و تبلیغ کرتے اور پھر واپس آ کر فجر کے وقت درس قرآن دیتے اور دن بھر درس و تدریس اور مدرسہ کے نظم و ربط کی ذمہ داری ادا کرتے۔ لوگوں نے بھی ان کے ساتھ بے حد معاونت و مساعدت اور اعتماد و احترام کیا۔ گھروں میں لوگوں نے تھیلیاں لٹکا رکھی تھیں۔ جب عورتیں باوضو ہو کر آٹا گوندھنے لگتیں تو ایک دو مٹھی آٹا ان تھیلیوں میں ڈال دیتیں جسے بعد میں اکٹھا کر کے طالبان قرآن و حدیث کی خوراک بنایا جاتا۔

مولانا امین کا ایک خاص وصف تھا کہ مخیّر حضرات کی طرف سے انہیں جس مد یا مصرف کیلئے تعاون دیا جاتا وہ صرف اسی مصرف میں استعمال کرتے۔ اسے کسی اور جگہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ ان کی محنت و کاوش سے اس درسگاہ سے سینکڑوں لوگ مستفید ہوئے جس بنا پر اس درسگاہ کو علاقہ بھر میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اسی درسگاہ میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی زیر تعلیم رہے۔ ایک دفعہ تمام طلبہ رات کو سوئے ہوئے، شدید سردی تھی۔ جنات نے شرارت کی کہ ان سب کی چارپایاں اٹھا کر باہر رکھ دیں جنہیں پھر اندر لے جایا گیا، مولانا کے چھوٹے بھائی اور ہمارے دوست حافظ محمد شریف اشرف بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا مجھے اور حافظ محمد ابراہیم کو لے کر الہ آباد اور گہلن کے درمیان نہر کے پل پر چلے گئے، چاندنی رات تھی۔ مولانا نے جاتے ہی وہاں تقریر شروع کر دی۔ ہم یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے کہ مولانا اکیلے ہی ویران جگہ پر تقریر کیے جا رہے ہیں جبکہ سامنے کوئی سامع نظر نہیں آ رہا۔ تقریر کے اختتام پر ہمیں بتایا کہ ایک جن کی شادی کی تقریب تھی جس میں تقریر کی۔ اس قسم کے کئی ایک واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سے انسانوں کے علاوہ جنات نے بھی استفادہ کیا۔

مولانا امین بڑے صابر و قانع شخص تھے۔ انہوں نے کبھی طمع و لالچ سے کام نہیں لیا اور نہ ہی زندگی بھر اپنے ذاتی اغراض کیلئے سیم و زر جمع کیا۔ معاونین کی طرف سے جو کچھ ملا اسے بلا کم و کاست دینی مصارف میں خرچ کر دیا۔ 1962 میں الہ آباد (ٹھینگ موڑ) کنگن پور روڈ پر درسگاہ

Marfat.com

کیلئے ایک ایکڑ زمین خریدی جس میں ان کے پیش نظر درس و تدریس، حفظ و تجوید اور دیگر اعلیٰ منصوبہ جات تھے۔ شعبہ حفظ انہوں نے منتقل کر بھی دیا تھا جبکہ شعبہ حدیث ابھی گہلن میں ہی تھا۔ تمام سلسلہ ابھی ابتدائی تعمیری مراحل اور آبادکاری میں تھا کہ زندگی نے وفا نہ کی اور وہ غالباً 1970ء میں راہ ملک عدن کے مسافر بن گئے۔ ان کے ارتحال کے وقت ان کے دو صاحبزادگان بالکل کم سن تھے۔ اب وہ ماشاءاللہ جوان ہیں۔ اور صاحب اہل و عیال ہیں۔ بڑے صاحبزادے مہر ابوبکر صدیق مدرسہ کے مہتمم اور اپنے علاقہ سے اخباری نمائندہ ہیں۔

چھوٹے صاحبزادے مولانا عمر فاروق معروف درسگاہ وڑانوالہ سے فارغ التحصیل اور جامع مسجد مزمل مدرسہ دارالحدیث حفظ القرآن کے امام و خطیب ہیں۔ دونوں بھائی مل کر اپنے والد گرامی کی علمی میراث کو سنبھالنے کیلئے کوشاں و سرگرداں ہیں۔ ان کی کاوشوں سے سالانہ ''مشکل کشا کانفرنس'' کا انعقاد قابل تحسین امر ہے۔

حافظ محمد شریف اشرف مولانا محمد امین کے چھوٹے بھائی ہیں جنہوں نے اسی درسگاہ سے حفظ قرآن اور کتب حدیث پڑھیں۔ ان کے اساتذہ میں مولانا ولی اللہ بھاگیوال کا نام نمایاں ہے۔ برادر اکبر کی رحلت کے بعد انہوں نے گہلن والی مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی اور خوب نبھا رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ان کی ابتدائی حوصلہ افزائی اور دلجوئی مولانا محی الدین لکھوی نے کی۔ امامت و خطابت کے ساتھ انہوں نے شعبہ صحافت میں بھی بھرپور قدم رکھا اور برسہا برس سے اس شعبہ میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اور عرصہ دراز سے پریس کلب چونیاں کے صدر چلے آ رہے ہیں۔ ملکی سیاسیات میں وہ پوری دلچسپی رکھتے ہیں۔ دو مرتبہ اپنے علاقہ سے ضلع کونسل قصور کے ممبر منتخب ہوئے۔ مختلف ادوار میں انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں۔ بڑی دلفریب شخصیت کے مالک ہیں۔ مقرر، صحافی اور سیاستدان ہی نہیں وہ اچھے نعت خواں بھی ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ضلعی سطح پر تمغہ جات اور انعامات بھی حاصل کیے ہیں۔

Marfat.com

مولانا ولی اللہ بھاگیوال

مولانا ولی اللہ عالم باعمل، صابر وقانع، عابد وزاہد، خوش اخلاق وخوش اطوار، خوش گو وخندہ رواور دھیمے مزاج کے مدرس ومبلغ تھے۔ان کی ولادت موضع کھلچیاں جاگیر نزدکھڈیاں خاص میں 1906ء میں ہوئی جس سال کو ہندوستان کی تاریخ کا تحریکوں اور تنظیموں کا سال کہا جاتا ہے۔اسی سال سرزمین ہند میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔

مولانا کا اصلی نام ولی محمد تھا لیکن حصول تعلیم کے بعدانہوں نے ولی اللہ اختیار کیا۔تحصیل علم کیلئے انہوں نے دور دراز کے سفر اختیار کیے۔ وہ اس سلسلہ میں کوٹلی رائے ابوبکر، بھوجیاں، لکھوکے، ویرووال اور دبستان دھلی میں گئے جہاں انہوں نے محدث العصر حافظ محمد گوندلوی ، حافظ محمد عبداللہ محدث بڈھیمالوی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی ،مولانا حافظ محمد بھٹوی، مولانا محمد یعقوب گوجرہ اور دیگر کبار شیوخ سے کسب فیض کیا۔درسیات میں فراغت کے بعد مولانا ولی اللہ نے کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کیلئے درس وتدریس اور بیان وتبیین کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان کا قیام مختلف مدارس ومساجد میں رہا جہاں وہ تدریسی وتذکیری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ان کا قیام تقویۃ الاسلام لاہور، مدرسہ ضیاء السنہ راجہ جنگ، ضیاء الاسلام گہلن ہٹھاڑ، دارالحدیث والقرآن گہلن ،دادو سندھ، بھاگیوال، ببر کھائی، بنگی کلیہ اور چاھڑ کے میں رہا، جبکہ انہوں نے زندگی کے آخری آٹھ سال کھیاڑے کلاں (ننکانہ) میں بسر کیے اور وہاں مدرسہ انوار القرآن والحدیث کی بنیاد رکھی اور تادم واپسیں اس مدرسہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔تا آنکہ اسی سال کی عمر میں 1986 میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔کھیاڑے کلاں جماعتی حلقوں میں بڑا معروف نام ہے۔اس حلقہ سے ملک

Marfat.com

ذوالقرنین ڈوگر ایڈووکیٹ دوسرے نواز دور میں صوبائی اسمبلی کے ممبر کامیاب ہوئے۔ ملک صاحب بڑے منجھے ہوئے باوقار سیاستدان ہیں۔ انہوں نے بڑے وقیع انداز میں جماعت کی نمائندگی کی۔

مولانا ولی اللہ نے کثیر طلبہ کو فیضیاب کیا جن میں سے چند کے اسماء گرامی اس طرح ہیں۔ مولانا محمد یسین طالب، مولانا دلدار، مولانا محمد یحییٰ طالب بھاگیوال، مولانا احمد دین گھہلن، مولانا محمد اسحاق ارزانی پور، مولانا محمد عمر ڈسکہ اور مولانا محمد ابراہیم متہ۔

مولانا سادہ مزاج کے صابر و قانع انسان تھے۔ انہوں نے بے غرض و بے لوث کتاب وسنت کی خدمات سرانجام دیں۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔ ان میں سے مولانا حکیم عبید اللہ انور سلفی، جو مولا پور میں رہائش پذیر ہیں اور الہ آباد میں پنسار کی دوکان کرتے ہیں جبکہ مرکزی جمعیت اہل حدیث الہٰ آباد کے امیر ہیں، بڑے فعال اور مستعد انسان ہیں۔ جماعتی طور پر بڑے پختہ ذہن کے مالک ہیں۔

Marfat.com

حافظ عبدالرحمٰن فتح محمد کلاں

حافظ عبدالرحمٰن موضع فتح محمد کلاں میں میاں مراد بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ والد گرامی بڑے ہی متقی اور پرہیز گار شخص تھے بلکہ حضرت حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی سے خصوصی ارادت رکھتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حضرت لکھوی سے دعا کروائی کہ میرے ہاں تین بیٹے ہوں، ایک حافظ دوسرا عالم جبکہ تیسرا طبیب۔ اللہ تعالیٰ نے دعا سن لی اور ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ حافظ عبدالرحمٰن، مولانا عبدالسلام اور حکیم محمد اسمٰعیل پیدا ہوئے۔

حافظ عبدالرحمٰن بڑے مستند عالم دین تھے جو استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے فیض یافتہ تھے۔ درسیات سے فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں میں ہی درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض کی انجام دہی شروع کر دی۔ بڑے ہی نیک اور پارسا شخص تھے۔ قرب وجوار کے دیہاتوں میں ان کا احترام پایا جاتا تھا اور لوگ ان کی کرامات کا گن گاتے تھے بلکہ صاحب کرامات بزرگ کہا جاتا تھا۔ عوام الناس میں ان کے نام سے بہت سی کرامات منسوب اور مشہور ہیں۔

ایک دفعہ گاؤں میں ایک شخص کے بیل چوری ہو گئے۔ وہ حافظ صاحب کے پاس آیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور کہا کہ اسے لے جا کر اپنی چارپائی کے پائے کے نیچے رکھ کر رات کو گھر کی بجائے گلی میں سو جانا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ خدا کی قدرت کہ چور رات کو آئے اور بیل چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کی اولاد میں سے مولانا رحمت اللہ بھی بڑے نیک متقی اور عالم باعمل انسان تھے اور پھر مولانا رحمت اللہ کے دو صاحبزدگان علم و تعلیم کی طرف مائل ہوئے، ایک مولانا عبدالسلام جو گاؤں میں ہی خدمت دین میں مصروف ہیں جبکہ دوسرے

Marfat.com

مولانا عبدالحنان زاہد جو بڑے مستند اور مقتدر عالم دین ہیں۔ 1979ء میں جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فراغت پائی اور درسیات میں نہائی کتب شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی سے پڑھیں۔ پھر مزید تعلیم کے حصول کیلئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں سے فیضیاب ہو کر لوٹے تو جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں مسند تدریس پہ جلوہ افروز ہو گئے۔ چنانچہ وہ ان دنوں سلفیہ میں ہی سینئر مدرس اور دارالافتاء کے اہم رکن ہیں۔

مولانا زاہد کے دیگر بھائی اپنا ذاتی کاروبار کرتے ہیں۔ مولانا عبدالسلام بھی دبستان وزیر آباد کے فیض یافتہ تھے۔ بلکہ ان کے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بھی استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے سند یافتہ تھے۔ بڑے نیک، متقی اور عجز وانکساری کے پیکر تھے۔ تنگی وفراخی اور غمی وخوشی میں رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے۔ انہوں نے خدمت دین کو اپنی زندگی کا مقصد جانا اور اسی بلند تر مقصد کیلئے اپنی زندگی صرف کردی۔ انہوں نے نہر کے کنارے کوٹ بسم اللہ کنگن پور میں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی جو مولوی عبدالقادر کی مسجد کے نام سے معروف ہوئی۔ اس مسجد میں ان دنوں مولانا رحمت اللہ ڈوگر امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا عبدالقادر نے 1997ء میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نرینہ اولاد سے نوازا لیکن جلد ہی محروم بھی کردیا۔ **یفعل مایشاء**۔

تیسرے بیٹے حکیم محمد اسماعیل معروف طبیب ہوئے۔ بلکہ ان کے فرزند جلیل حکیم حبیب اللہ جیتی والا نے بڑی شہرت پائی۔ بڑے حاذق حکیم تھے۔ لوگ دور دراز سے ان کے پاس علاج کی غرض سے آتے تھے لیکن وہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کے صاحبزدگان نے بھی اپنے والد گرامی کی طرح نیکی اور پارسائی میں بڑا نام کمایا ہے۔ بڑے صاحبزادے شبیر احمد طبیب ومدرس ہیں۔ رشید احمد بھی طبی خدمت میں مصروف ہیں جبکہ سعید احمد ضیاء سکول ٹیچر ہیں جنہیں ماہر اساتذہ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

مولانا امام دین بن غلام محمد

مولانا امام دین بڑے مخلص اور سادہ انسان تھے۔ غالباً 1805ء میں ان کی موضع موکل کرم الٰہی (گوہڑ) میں ولادت ہوئی۔ لکھوی علماء سے استفادہ کیا اورانہی سے عقیدت وارادت رکھتے تھے۔ مولانا توحید کے پرستار اور شرک وبدعت سے بیزار شخص تھے۔ معروفات کو پھیلانے اور منکرات کو مٹانے کیلئے شب وروز محنت کی۔ زندگی میں کبھی طمع ولالچ اور خوف وڈر کو خاطر میں نہ لاتے۔ ان کے دور میں موضع تانگڑیاں اور کل موکل کے درمیان ایک شیشم کا درخت تھا۔ ویران علاقہ ہونے کی وجہ سے اس درخت پر جنات کا بسیرا تھا جو اکثر شرارتیں کرتے رہتے تھے جن کی وجہ سے علاقے کے لوگ خوف زدہ تھے اور اس درخت کے پاس سے نہیں گزرتے تھے اور انہوں نے طرح طرح کے نظریات اور خیالات اپنا رکھے تھے۔ جن کا اس اللہ کے بندے کو بڑا دکھ ہوتا تھا۔ ایک دن اس مرد درویش نے اس درخت کو اللہ کا نام لے کر اکھاڑ پھینکا۔ اس کی شہتیریاں اور بالے بنا کر گھر لے گئے اور لوگوں کے بے بنیاد اور باطل نظریات کو جھوٹ ثابت کرتے ہوئے خرافات کی حوصلہ شکنی کی۔ گاؤں میں رہنے والے سکھ بھی ان کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے ان کا احترام کرتے تھے بلکہ دلوں میں خوف محسوس کرتے تھے۔ اس کے باوجود گاؤں میں اذان نہیں ہونے دیتے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے آٹھ بیٹوں کو ساتھ لیا اور سکھوں کی مخالفت کے باوجود مسجد تعمیر کی۔ جس میں صدائے اذان بھی بلند ہوتی اور لوگ اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز بھی ہوتے۔

بابا امام دین کے تمام بیٹے بڑے نامور اور علم دوست تھے۔ ان میں سے حاجی محمد لقمان صاحب علم شخص تھے جنہیں عربی وفارسی پر دسترس حاصل تھی۔ انہوں نے قریبی دیہات

Marfat.com

وموضعات میں اپنے سادہ وعظ وخطاب مگر خالص کتاب وسنت کی دعوت کے ذریعے شمع توحید وسنت کو فروزاں کیا۔ان کے پوتے مولانا امیر حمزہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے درسیات کے فاضل اور موضع لدھا میں امام وخطیب ہیں بلکہ ان کے فرزند مولانا وزیر احمد جامعہ سلفیہ فیصل سے فارغ التحصیل اور علم طب سے بھی آشنا ہیں اور فیصل آباد میں طبابت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا امام دین کے دوسرے فرزند مولانا عبدالحفیظ عرف بابا فیض ہیں جنہوں نے تمام عمر موضع تانگڑیاں کی مسجد کی امامت وخطابت میں صرف کردی۔ان کے فرزند مولانا محمد رفیق نے اپنے والد کی مسند سنبھالی اور تمام عمر خدمت انجام دی۔ان کے فرزند مولانا محمد علی جو حال ہی میں دارالحدیث جامعہ کمالیہ راجووال سے فارغ ہوئے ہیں انہوں نے بستی مہرے والی میں دینی خدمات کا آغاز کردیا ہے۔

بابا امام دین کے تیسرے فرزند حاجی عبدالغنی علم دوست اور نیک وصالح انسان تھے۔ انہوں نے قریہ قریہ دین حنیف کی تبلیغ کی۔انہیں تفسیر محمدی کی عبارتیں اور زینت الاسلام زبانی یاد تھیں۔اپنے وعظ میں سنایا کرتے تھے۔کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہزاروں افراد کو فیضیاب کیا۔وہ اتقاء وصالحیت کے پیکر اور مستجاب الدعوات شخص تھے۔نیکی وپارسائی اور زہد وورع کی وجہ سے لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔انہوں نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ پیدل سفر کر کے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔متقی پرہیز گار اور عامل شخص حاجی عبدالغنی سو سال سے زائد عمر پا کر 1962ء میں انتقال کر گئے۔

ان کے حفید نبیل مولانا عبدالحمید اشرف 1927ء میں پیدا ہوئے۔گھر کا ماحول دینی تھا اس لیے ابتدا سے ہی دینی علم کے حصول کی اہمیت پیدا ہوگئی۔چنانچہ آغاز میں بنیادی کتب اپنے ماموں مولانا محمد کلسوی سے پڑھیں۔پھر کچھ کتابیں بستی کوہاٹہ میں مولانا محمد اسماعیل سے پڑھیں۔پھر مزید استفادہ واکتساب کیلئے گوجرانوالہ چلے گئے جہاں مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ

Marfat.com

محمد گوندلوی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا نذیر احمد کھوکھر کی اور مولانا محمد عبداللہ سے کسب فیض کیا اور 1950ء میں سند فراغت حاصل کی۔ جبکہ ایک برس باقاعدہ حکیم محمود احمد سلفی سے حکمت وطباعت کے اسرار ورموز سیکھے۔

کتاب وسنت کے علم سے آراستہ وپیراستہ ہونے کے بعد جب مراجعت ہوئی تو نانا حاجی عبدالغنی کی خواہش اور ترغیب پر امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کیا، جس کا عملی آغاز شام کوٹ کہنہ سے کیا۔ وہاں امامت وخطابت کے علاوہ درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا، بے شمار لوگوں نے ان سے حدیث کی کتابیں پڑھیں جن میں سے مولانا نذیر احمد، مولانا عبدالرشید سلیم، مولانا عبدالرشید، مولانا نذیر احمد ذوق، مولانا ولی اللہ سلیم، مولانا محمد یوسف، آغا عبیداللہ اور مولانا ڈاکٹر عبدالغفار حلیم کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولانا بڑے حلیم الطبع منکسر المزاج، کم گو اور متحمل مزاج شخص ہیں۔ انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو غیر محسوس طریقے سے کتاب وسنت کی تعلیمات کی طرف راغب کیا۔ گاؤں میں باقاعدہ بیت المال کا نظام قائم کیا جس سے غرباء ومساکین اور بیوگان اور یتامیٰ کی مدد واعانت کی جاتی۔ 1980ء میں شام کوٹ کہنہ کی سکونت ترک کر کے شام کوٹ نو میں اقامت گزیں ہو گئے۔ جامع مسجد فردوس اہل حدیث کی امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ مولانا نے ذریعہ معاش کیلئے حکمت وطبابت کا شغل اختیار کیا جو اب تک جاری ہے۔

ان کے فرزند مولانا ڈاکٹر عبدالغفار حلیم دینیات ودرسیات کے فاضل ہیں۔ معروف مبلغ وخطیب ہیں۔ گزشتہ کئی برس سے چونیاں شہر میں مقیم اور خطیب ہیں۔ ڈاکٹر حلیم اپنا مطب بھی کرتے ہیں جس میں لوگوں کا جسمانی علاج ہوتا ہے اور خطابت بھی کرتے ہیں جس سے افراد کا روحانی علاج ہوتا ہے۔ دونوں ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ عرصہ دراز سے مرکزی جمعیت اہل حدیث سے منسلک ہیں جبکہ لاری اڈا چونیاں میں ''سلفیہ دواخانہ'' کے نام سے عوام الناس کو طبی اور روحانی طور پر مستفید کر رہے ہیں۔

Marfat.com

میاں سراج دین آ کی کے

لباس میں سادہ، میل جول میں وضعدار، حسن اخلاق کے مجسمہ، اخلاص کے پیکر، معاملات میں کھرے، حقوق العباد میں ذمہ دار، حقوق اللہ کی ادائیگی میں مستعد، نفرتوں سے بیزار، محبتوں سے سرشار، متقی اور پرہیزگار یہ ہیں ہمارے والدگرامی میاں سراج دین جو چھوٹے سے گاؤں آ کی کے میں رہائش پذیر تھے۔ عمر رسیدہ علماء کرام اور جماعتی احباب کو علم ہے کہ ہمارے محترم باقاعدہ کسی درسگاہ سے فارغ التحصیل تھے اور نہ ہی انہیں تحصیل علم کا باقاعدہ موقعہ ملا۔ قیام پاکستان کے بعد میاں بہادر نامی ایک شخص اپنے خاندان کے ساتھ مہاجر ہو کر آئے اور ہمارے گاؤں میں آباد ہوئے۔ وہ ڈوگر برادری سے متعلق تھے۔ ان کی اپنی زمینیں تھیں لیکن وہ خاندانی جھمیلوں اور زمینی جھگڑوں میں کبھی نہ پڑتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے گھر سے متعلق رہتے۔ گاؤں والوں کو بھی دعوت دیتے کہ وہ منکرات سے پہلو تہی اختیار کر لیں اور حسنات کے دلدادہ بن جائیں۔ لیکن گاؤں والے اپنی جہالت پر نازاں تھے۔ والدگرامی بھی اہل دیہہ سے مختلف نہ تھے۔ انہوں نے پہلوانی کا شغل اختیار کر رکھا تھا اور گتکا بھی خوب کھیلتے تھے۔ گاؤں سے ملحقہ ایک مزار شاہ تاجا بھانا پر ہونے والی خرافات میں بھی برابر کا حصہ ہوتا اور خرافات بھی ایسی ویسی۔ محترم میاں جی بتایا کرتے کہ اس مزار کی مجاورہ ایک عورت تھی جسے ہم تعظیماً سجدہ کرتے تھے۔ وہ انتقال کر گئی تو تکفین و تدفین کی بجائے زرق برق ملبوسات اور زیورات پہنا کر دلہن کی طرح سجا کر اسے تخت پر بٹھایا گیا۔ ناچ گانے کی محفل شروع ہوگئی۔ محفل میں اس کے نام کی ویلیں دی جانے لگیں اور یہ سلسلہ سات روز تک جاری رہا۔ سات روز کے بعد اس میت کو دفن کیا گیا اور پھر مزار تعمیر کیا گیا۔ ایسے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں میاں بہادر روشنی کی کرن بن کر آئے۔ میاں

Marfat.com

صاحب مرحوم دینی لگاؤ کی وجہ سے قریبی دیہات میں جہاں کہیں جلسہ ہوتا چلے جاتے۔ایک دن کچھ فاصلہ پر واقعہ گاؤں میں جلسہ تھا۔اس میں میاں بہادر مرحوم ہمارے میاں جی کو بھی ساتھ لے گئے۔وہاں سلفی علماء کرام سے قرآن وسنت کی باتیں سنیں جو دل کو لگ گئیں۔بس پھر کیا تھا گتکا چھوڑ دیا۔پہلوانی کو خیر باد کہہ دیا۔اور خانقاہی اندھیاروں سے نکل کر ہاتھ میں قاعدہ پکڑ لیا تو اللہ رب کریم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا۔ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

پڑھائی اس طرح ہوئی کہ کام کاج اور گھریلو ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے اور علم شناوری کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔اس کیلئے روزانہ میلوں سفر کرنا پڑتا۔یہ سلسلہ جاری تھا کہ اتفاق سے گاؤں کے امام جو مروجہ رسومات کی ادائیگی میں بڑے طاق تھے فوت ہو گئے۔تو لوگوں نے ہمارے میاں جی کو باقاعدہ نمازی ہونے کی بنا پر امامت کیلئے کھڑا کر دیا۔بس پھر ایسی فضل ورحمت کی بارش ہوئی کہ وہ گاؤں توحید وسنت کا چمنستان بن گیا۔یہ وعظ وخطاب اور دعوت وارشاد کا سلسلہ تقریباً پینتالیس برس جاری رہا تا آنکہ 30 ستمبر بروز بدھ 1998ء کو نماز مغرب سے قبل تقریباً چالیس دن صاحب فراش رہ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے میاں جی مرحوم درس وتدریس اور وعظ وتقریر میں اکثر اثبات توحید اور رد شرک وبدعت کا موضوع اختیار کرتے اور طرز استدلال بھی سادہ اور منفرد ہوتا۔اس سلسلہ میں انفرادی گفتگو کی ایک مثال نذر قارئین ہے۔ساتھ والے گاؤں میں اہل حدیث مکتب فکر اور مسلک اہل سنت والجماعت میں ایک مناظرہ طے پایا۔طے شدہ وقت کے مطابق اہل حدیث مناظر حافظ عبدالقادر روپڑی مناظرہ گاہ میں پہنچ گئے لیکن فریق ثانی نہیں پہنچے۔جب وہ اپنا وعظ وخطاب کر کے چلے گئے تو فریق ثانی کے نمائندہ مناظر آ گئے اور اپنے انداز میں سب وشتم کر کے چلتے بنے۔کچھ دنوں بعد ہمارے میاں جی کا وہاں سے گذر ہوا تو واقعات کی خبر گیری کیلئے سراج حجام کی دکان پر گئے۔اسے سلام کہا لیکن اس نے جواب نہ دیا۔جب اس سے جواب نہ دینے کی وجہ

Marfat.com

پوچھی گئی تو وہ کہنے لگا کہ ہمارے مولوی صاحب ہمیں بتا گئے ہیں کہ تم اہل حدیث بڑے گستاخ ہو۔رسول کریم ﷺ کو غیب دان نہیں مانتے۔انہیں جب اس کی گراوٹ کی وجہ معلوم ہوئی تو اس سے پوچھا یہ جو ہمارے سامنے شیشم کا درخت ہے تم اس کے پتوں کے بارے میں بتا سکتے ہو کہ کتنے ہیں۔اس نے کہا کہ نہیں مجھے نہیں معلوم۔پھر پوچھا کہ کس کو پتہ ہے کوئی تو ہوگا جو جانتا ہو۔اس نے کہا صرف ایک اللہ کی ذات ہے جسے یہ سارا علم ہے۔تو انہوں نے کہا بس اتنی سی بات ہے۔ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ سارا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔انبیاء اور اولیاء کو اتنا ہی علم ہے جتنا خدا نے دیا ہے۔علم غیب کی تمام کنجیاں صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔یہ سادہ سی مثال سن کر وہ حجام لاجواب ہو گیا اور اس کا دل صاف ہو گیا۔

اپنے ارتحال سے تقریباً پندرہ سال قبل وہ گاؤں چھوڑ کر معروف قصبہ الہ آباد (ٹھینگ موڑ) میں آکر اقامت گزیں ہو گئے۔الہ آباد کی مسجد محمدی کو تبلیغ وارشاد کا مرکز ومحور بنالیا۔اور اپنے سادہ انداز میں بغیر کسی طمع ولالچ اور حزن وخوف کے لوگوں کے سامنے خالص توحید وسنت کی دعوت پیش کی۔بے شمار لوگ اس چشمہ صافی سے سیراب ہوئے۔الہ آباد میں اس وقت اہل حدیث کی تقریباً اٹھارہ مساجد ہیں۔یہ نو آباد قصبہ ہے۔جب اس آبادی کا آغاز ہوا تھا تو ویرانے میں کنگن پور روڑ پر مولانا محمد امین مرحوم نے ایک مسجد اور درسگاہ کی بنیاد رکھی جو اب مزمل مسجد اہل حدیث کے نام سے معروف ہے اور مرحوم کے صاحبزادے مہر ابوبکر صدیق اس کا نظم ونسق سنبھالے ہوئے ہیں۔پھر بالکل چوک میں ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس کے پہلے امام وخطیب مولانا عطاء اللہ ثاقب تھے۔ان دنوں وہ چھوٹی سی مسجد بہت بڑا مرکز ہے اور شیریں بیاں مقرر مولانا محمد شریف الہ آبادی اس کے خطیب ہیں۔

میاں جی مرحوم نے اپنی تمام زندگی بغیر کسی طمع ولالچ کے تعلیمات اسلامی کی ترویج کیلئے صرف کردی۔انہیں علماء کبار سے بڑا پیار تھا۔اپنی کم بضاعتی کے باوصف بڑے بڑے پروگراموں کا اہتمام کرتے جن میں مقتدر علماء کرام اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرتے۔

Marfat.com

بزرگ عمائدین میں سے خصوصی طور پر مولانا محمد حسین شیخوپوری اور مولانا محمد یوسف راجووالوی سے جب بھی ملاقات ہوتی ہے تو میاں جی کا ذکر ضرور ہوتا ہے اور دوران ذکر ان کی آنکھیں فرط جذبات سے بھیگ جاتی ہیں۔

محترم میاں جی نے اپنی اولاد کی تربیت و پرورش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کے ہاں چار بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑا بیٹا محمد عارف جن کی واجبی سی تعلیم ہے، چھوٹے قاری جعفر صادق جو تجوید و تحفیظ کے ماہر ہیں اور مرحوم والد گرامی کی مسند پر براجمان ہیں۔ ان کا عقد حاجی عبدالرحمٰن مرحوم شاہکوٹی کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ حاجی عبدالرحمٰن بڑے دیندار اور خوش اطوار شخص تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور شب زندہ دار تھے۔ ان کی اولاد میں سے ایک صاجزادے قاری عبدالواحد جو بہت ہی شریف النفس انسان تھے لیکن عین عالم شباب میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اور پس ماندگان میں جن غم زدگان کو چھوڑا، ان میں کم سن بیٹا اور بیٹی تھے۔ بیٹا مولانا عبدالوحید جوان ہو کر علمی زیور سے مزین ہو چکا ہے۔ جامعہ ابی بکر کراچی سے فارغ ہے اور لاہور میں خدمت دین میں مصروف ہے۔ قاری جعفر صادق درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ ان کی تمام اولاد کتاب و سنت کی تعلیمات سے بہرہ ور ہے۔ بڑے صاجزادے مولانا عبیدالرحمٰن عبید جامعہ ابن تیمیہ لاہور سے فارغ التحصیل اور شرقپور میں معروف و مصروف خطیب و مبلغ ہیں۔ قاری صاحب کے داماد مولانا محمد اسلم اظہر جامعہ اہل حدیث لاہور کے فاضل اور حضرت کیلیانوالہ گوجرانوالہ میں تدریسی اور تبلیغی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ حافظ محمد مشتاق بھی کیلیانوالہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حافظ احمد شاکر ہمارے آبائی گاؤں میں امام و خطیب ہیں جبکہ محمد یوسف ظفر جو ہمارے چچازاد بھی ہیں وہ سکول میں مدرس اور مطب کرتے ہیں۔

میاں جی کی اولاد میں تیسرا نمبر راقم الحروف کا آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کتاب و سنت کی خدمت کیلئے کوشاں ہے جبکہ اولاد زیر تعلیم ہے۔

Marfat.com

احب الصالحین ولست منهم

لعل اللہ یرزقنی اصلاحاً

سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا عبدالستار زاہد جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے درسیات کے فاضل ہیں۔ جامع اہل حدیث سندر (لاہور) میں خطیب اور مانگاہائی سکول میں عربی ادبیات کے استاد اور مرکزی جمعیت اہل حدیث شمالی لاہور کے امیر بھی ہیں۔ میاں جی مرحوم عسر و یسر اور تنگی و فراخی تمام حالات میں صابر اور قانع شخص تھے۔ مشکل حالات میں کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔ مسجد کے نمازیوں میں سے ایک ایک فرد پر محنت کرتے اور اسے قول صدق اور عمل صالح کی تلقین کرتے۔ اعزہ واقارب اور احباب ورفقاء سے محبت وعداوت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو بنیاد بناتے۔ اپنی حیثیت اور توفیق کے مطابق مہمان نوازی میں پیش پیش ہوتے۔ ہر آنیوالے کی خدمت میں جو میسر آتا لاکر پیش کردیتے اور کبھی بخل سے کام نہ لیتے۔ نوآموز علماء اور طلبہ کی بڑی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرتے اور آنے والوں کیلئے منبر ومحراب خالی کردیتے اور پھر ان سے اثبات توحید اور رد شرک کے موضوع پر وعظ وخطاب سن کر بہت خوش ہوتے۔ اس عنوان سے دلچسپی ان کا طرہ امتیاز تھا۔

Marfat.com

مولانا ابوداؤد عبداللہ بابر خانوی

مولانا ابوداؤد عبداللہ بن احمد بن خیرالدین پنجابی ببرکھائی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مقامی عالم دین سے حاصل کی پھر مرکز الاسلام لکھو کے کا رخ کیا جہاں مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی سے تمام علوم وفنون میں کسب فیض اور سند فراغت حاصل کی۔حافظ محمد لکھوی سے استفادہ کے بعد امرتسر میں امام سید عبدالجبار غزنوی کے حلقہ درس میں داخل ہوگئے جہاں ان سے خوب مستفید ہوئے مولانا عبدالرحیم غزنوی سے بھی مستفیض ہوئے۔مدرسہ غزنویہ میں جب علم وعرفان کے زیور سے مزین ہو چکے تو مزید جلاء ونکھار کیلئے دہلی کا رخ کیا جہاں شیخ الکل فی الکل حضرت سید میاں محمد نزیر حسین محدث دہلوی سے جواہر گرانمایہ اپنے دامن میں سمیٹے۔حضرت سید دہلوی سے خلعت فراغت زیب تن کر کے واپس اپنے وطن مراجعت کی۔مولانا نے ۱۸۹۳ میں علوم دینیہ سے فراغت حاصل کی۔دہلی میں قیام کے دوران مولانا محمد محسن انصاری سے بھی اکتساب کیا۔دینی علوم کے ساتھ طبی علوم میں بھی غایت درجہ کی دلچسپی رکھتے تھے۔اس لیے استاذ مکرم میاں محدث دہلوی کی راہنمائی میں مدرسہ طبیہ دہلی میں داخلہ لیا اور مولانا حکیم عبدالمجید بن حکیم محمود خاں دہلوی سے ۱۸۹۶ء میں علوم طب میں سند فراغت حاصل کی۔اس قیام کے دوران حکیم اجمل خاں صاحب سے قربتوں کا سفر طے کیا۔دہلی میں ہی بیرسٹر بیٹ لاء محمد اسماعیل خاں سے چاندی کا تمغہ حاصل کیا۔

دہلی سے طبی ودینی علوم میں واقفیت تامہ کے بعد جب مراجعت ہوئی تو آبائی گاؤں میں کھیتی باڑی کو ذریعہ معاش بنایا اور مقامی مسجد میں وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔کچھ عرصہ پتوکی شہر میں بھی خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

Marfat.com

اپنے بیٹے داؤد کے نام پر کنیت ابوداؤد، اختیار کی اور اسی نام پر ''داؤدی شفاخانہ'' بھی بنایا جس میں طبابت کا سلسلہ جاری کیا۔

حکیم اجمل خاں کا بہاولپور جانا ہوا جہاں انہوں نے نواب آف بہاولپور سے مولانا عبداللہ کے متعلق بات چیت کی اور واپسی پر دہلی سے ایک خط مولانا عبداللہ کے نام لکھا جس میں تحریر کیا کہ میں نے نواب آف بہاولپور سے آپ سے متعلق بات کی ہے۔آپ وہاں چلے جائیں آپ کو کاشتکاری کیلئے زمینیں مل جائیں گی۔مولانا نے جواب میں معذرت لکھ دی کہ مجھے زمینوں کی ضرورت نہیں۔میں اسی فاقہ مستی میں کتاب وسنت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

ازاں بعد ایک موقعہ پر نواب آف بہاولپور کو مدرسہ صادقیہ کیلئے ایک ماہر استاد کی ضرورت پیش آئی۔انہوں نے حکیم اجمل خاں سے خط کے ذریعے مشورہ کیا تو انہوں نے مولانا عبداللہ کا نام تجویز کیا۔مولانا سے رابطہ کیا تو وہ تدریس کی غرض سے مدرسہ صادقیہ بہاولپور چلے گئے۔بہاولپور میں ہی قیام کے دوران ایک کھتری نے حسد کی بنا پر مولانا کو دودھ میں زہر ڈال کر پلادیا۔جس سے مسلسل بیمار رہنے لگے اسی بیماری کی وجہ سے واپس اپنے گاؤں آگئے اور یہی بیماری موت کا سبب بن گئی۔چنانچہ ۱۹۲۱ء میں عالم شباب میں ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا عبداللہ تصنیف وتالیف میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ان کے گوہر بار قلم سے چند معتبر کتابیں منصہ شہود پر آئیں۔

۱۔ حاشیہ بخاری: صحیح بخاری پر مبسوط حواشی لکھے جنہیں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع کیا گیا۔

۲۔ حواشی زرادی: صرف کی مشہور کتاب زرادی پر فارسی زبان میں حواشی تحریر کیے جو مطبع علیمی لاہور سے شائع ہوئے۔

۳۔ حاشیہ نخبۃ الفکر حافظ ابن حجر عسقلانی کی اصول حدیث پر کتاب ''نخبۃ الفکر'' پر حواشی لکھے۔

۴۔ حکایت عجیبہ مع لطیفہ غریبہ۔

۵۔ عجالہ ضادیہ: فن قرات میں ض کی ادائیگی میں اختلاف پر لکھا۔

Marfat.com

۶۔ فلاح آخرت اور دیگر کئی طبی مضامین لکھے جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ مولانا نے وفات کے بعد ایک بہت بڑا کتب خانہ چھوڑا جو بعد میں محدث دوراں حافظ عبداللہ روپڑی کے مصرف میں آیا۔

Marfat.com

مولانا محمد عبداللہ بابر خانویؒ

مولانا محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن برخوردار ۱۸۹۴ء میں ببر کھائی (بابر کھائی) میں پیدا ہوئے۔ بابر کھائی محل وقوع کے حساب سے الہ آباد (ٹھینگ موڑ) سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر جانب مغرب واقع ہے۔ ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں مولانا عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔ ازاں بعد لکھو کے ضلع فیروز پور مرکز الاسلام چلے گئے جہاں مولانا عطاء اللہ لکھوی سے استفادہ کیا۔ لکھو کے سے استفادہ کے بعد دبستان دہلی چلے گئے جہاں مولانا شرف الدین دہلوی سے اخذ فیض کیا اور انہی سے ہی مرکز علم وعرفان مدرسہ نذیریہ میں درسیات سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد اپنے وطن مراجعت ہوئی تو کھیتی باڑی کے ساتھ مقامی مسجد میں خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ کچھ عرصہ مستو وال میں بھی رہے۔ ۱۹۴۵ء میں پاکپتن شہر میں مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھی گئی تو اس کی تکمیل وتعمیر کیلئے مولانا عبداللہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مولانا نے اس مسجد کو آباد کرنے کیلئے بڑی جدوجہد کی۔ تحریک پاکستان کا دور تھا۔ مولانا نے بھی اپنی توانائیاں صرف کر دیں۔

مولانا نہایت سادہ اور عجز وانکساری سے مرصع انسان تھے۔ ۱۹۴۷ء میں اس دار فانی سے رحلت کی۔

مولانا محمد صدیق بابر خانوی مولانا عبداللہ کے بھتیجے ہیں۔ مستند علماء میں شمار ہوتا ہے۔ جامعہ کمالیہ راجووال سے فراغت حاصل کی۔ ابتدائی طور پر راجووال میں ہی درس وتدریس کا آغاز کیا۔ پھر گہلن ہٹھاڑ میں ''جامعہ ضیاء الاسلام'' کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی۔ اب اس کے دو حصے ہیں ایک طلبہ کیلئے جبکہ دوسرا طالبات کیلئے۔ مولانا محمد صدیق کامیاب مدرس اور محنتی مبلغ ہیں جو شب وروز دین حق کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہیں۔

Marfat.com

مولانا شفیق الرحمان رحمانی موکل

گھنگریالے بال، شریفانہ چال، شیریں مقال، معاملات میں اعتدال، صالح اعمال اور صائب الخیال مولانا شفیق الرحمان رحمانی 1910ء میں پرانے موکل میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی مولوی نور محمد موکلوی عالم و فاضل اور حکیم و طبیب تھے اور دونوں شعبوں یعنی علم و حکمت میں اچھی شہرت کے حامل تھے۔ بلکہ علم دوستی انہیں وراثت میں ملی تھی اور ان کے آباء واجداد اس سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ پروفیسر سعید احمد لکھوی کے مطابق ان کا شجرہ نسب اس طرح تھا شفیق الرحمان بن مولوی حکیم نور محمد بن مولوی حکیم محمد بن قاری نور الفتاح بن قاری حافظ مفتی حکیم شرف الدین بن قاری حکیم محمود خاں بن قاری محمد فاضل بن قاری حافظ حکیم محمد جیون۔

مولانا شفیق الرحمان کے والد حکیم نور محمد موکلوی جامعہ محمدیہ لکھوکے سے فیض یافتہ تھے۔ اور وہ بڑے زاہد و عابد اور متقی و پرہیز گار شخص تھے۔ ان کی انہی خوبیوں سے متاثر ہو کر ولی کامل حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی نے اپنی دختر نیک اختر ان کے نکاح میں دے دی تھیں۔ حکیم صاحب عالم شباب میں ہی اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ ان کے بعد ان کی صابرہ و شاکرہ اور جراتمند و حوصلہ مند بیوہ نے اپنی اور اولاد کی پرورش و تربیت اچھے اور بہتر ماحول میں کی۔ ان کی جدوجہد کا ثمرہ ہے کہ مولانا شفیق الرحمان طلب علم میں دبستان دہلی میں جا پہنچے اور مدرسہ رحمانیہ دہلی سے عالم و فاضل بن کر واپس لوٹے۔ اس مناسبت سے انہیں رحمانی کہا جاتا تھا۔

مولانا ثقہ و مستند عالم دین تھے۔ انہوں نے اپنی تمام عمر کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت اور درس و تدریس میں صرف کر دی۔ وہ مختلف ادوار میں بھوئے آصل دار العلوم ڈھلیانہ اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کا ذوق تحقیقی اور تخریجی

Marfat.com

تھا۔اسی بناپر وہ حکومتی ادارے دی کنسٹرکشن آف اسلام سے منسلک رہے جس کے ڈائریکٹر علامہ اسد تھے۔وہ علامہ اسد کے مجلّہ ''عرفات'' کی ادارتی ٹیم میں بھی شامل رہے۔اوران کے ساتھ مل کر کارہائے نمایاں انجام دیے۔صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ میں بھی ممد و معاون رہے اور باقاعدہ ان کے ساتھ ماڈل ٹاؤن لاہور میں قیام رہا۔بلکہ شملہ،ڈلہوزی اور ایبٹ آباد جیسے اہم ترین پرفضا مقام پر رہ کر علمی و تحقیقی فریضہ انجام دیا۔مولانا عربی،فارسی اور اردو پہ عبور رکھتے تھے اور انہیں کئی اشعار زبانی یاد تھے۔جنہیں وہ بسا اوقات گنگنایا بھی کرتے تھے انہوں نے عالمانہ شان و شوکت سے اپنی بھرپور زندگی گزاری اور بہتر انداز میں کتاب و سنت کی خدمت کی۔زندگی کے آخری سالوں میں دل کا عارضہ لاحق ہو گیا اور پھر اسی عارضہ کے ساتھ 8 مارچ 1964ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

Marfat.com

حاجی شیخ شمس الدین شام کوٹی

علاقہ بھر کی تاجر اور علمی شخصیات میں بڑا ہی معتبر نام تھا شیخ حاجی شمس الدین کا جو شام کوٹ کے بازار میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ کنگن پور کے قریب ان کی زرعی زمینیں بھی تھیں جو انہوں نے فروخت کر دی تھیں۔ بعد میں کپڑے کی تجارت کو ذریعہ معاش بنا لیا۔ گفتگو میں صاف اور لین دین میں کھرے جبکہ دینی مسائل میں بڑا استحضار تھا۔ امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کی کتب کے حوالے انہیں زبانی یاد تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن حافظہ قوی اور مضبوط تھا۔ جو بات ایک دفعہ سن لیتے اسے یاد رکھتے۔ ان کے دور میں شام کوٹ کی غربی مسجد اہل حدیث علم و عرفان کا گہوارہ تھا جہاں بڑے مقتدر اور فحول علماء درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ایک وقت میں چار مدرس بھی مسند تدریس پہ فائز رہے۔ طلبہ جب اخذ علم کیلئے اپنے اساتذہ کے سامنے بیٹھتے تو حاجی شمس الدین بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر مختلف علوم و فنون کا درس سنتے۔ اس طرح کبھی وہ درس ترمذی میں بیٹھے ہوتے اور کبھی سبق الفیہ میں ان کے پاس معلومات کا بیش بہا ذخیرہ تھا۔ بسا اوقات ان کی موجودگی میں صاحب علم مقررین بھی وعظ و تقریر کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ انہوں نے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی جس کا نام شمس الھدیٰ تجویز کیا۔ جس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا اور علاقہ کی بہت بڑی کانفرنسیں بھی اس ادارہ میں ہوتی رہیں جس میں جید علماء و مقررین شرکت کر کے اپنے مواعظ حسنہ سے عوام الناس کو مستفید کرتے تھے۔ وہ کثیر العیال تھے لیکن ان کے صرف دو صاحبزدگان نے علم دوستی کو اپنا شعار بنایا۔

مولانا خالد ساقی مستند عالم دین اور مشہور مبلغ تھے۔ انہوں نے مختلف ادوار میں شام کوٹ اور قصور شہر کے علاوہ دیگر مقامات پر خطابت کے فرائض انجام دیے۔ بعد میں حصول معاش کے سلسلہ میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔ مستقل طور پر اوکاڑہ میں رہائشی مکان تعمیر کیا۔ جب بھی

Marfat.com

وطن عزیز میں مراجعت ہوتی تو وہاں سکونت ورہائش اختیار کرتے۔ بڑے صاحب علم صاف گو اور معاملات میں کھرے انسان تھے۔افسوس کہ گذشتہ برس اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حاجی عبدالتواب شیخ شام کوٹ بازار میں کپڑے کی دکان کرتے تھے۔ پھر مسجد کے قریب دکان کرلی۔مرحوم والد گرامی کا ان کے پاس بڑا جانا آنا تھا۔وہ بھی کبھی کبھار ہمارے گاؤں آیا کرتے تھے۔دونوں میں بڑا احترام کا رشتہ تھا۔جب ملاقات ہوتی تو گھنٹوں دینی مسائل پہ گفتگو ہوتی۔افسوس کہ دونوں ہی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔حاجی صاحب کاروباری ضرورتوں کے پیش نظر اوکاڑہ میں منتقل ہو گئے۔وہاں بھی یہی کپڑے کا کاروبار کیا۔اپنی اولاد کو دینی ماحول اور علمی رنگ میں ڈھالنے کی بڑی سعی وکوشش کی۔صاحبزدگان محمد،احمد،محمود،مسعوداور عابد سبھی کے چہروں پر سنت نبوی ﷺ کے نشان نظر آتے ہیں۔صوم وصلوٰۃ کی پابندی بھی کرتے ہیں لیکن زیور علم سے صرف ایک ہی فرزند آراستہ ہوسکا۔

پروفیسر آغا محمود یورش جنہوں نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے تقریباً چار سال کسب فیض کیا اور پھر دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور چلے گئے جہاں سند فراغت حاصل کی۔پھر پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور سے عربی میں ایم اے کیا۔ان دنوں گورنمنٹ کالج ننکانہ میں عربی ادبیات کے استاد ہیں جبکہ پنجاب یونیورسٹی میں باقاعدہ پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ان کا موضوع ”الاستشھاد اللغوی بالحدیث النبوی“ ہے۔ان کے سرپرست پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری ڈین اسلامک فیکلٹی ہیں۔قرآنیات پر مستند اور مثبت معلومات رکھتے ہیں اور عربی ادبیات کے متبحر سکالر ہیں۔قرآنیات اور عربی ادبیات پر ان کے کئی شہ پارے زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

آغا محمود یورش اردو کے بہترین مقرر ہیں۔ان کے انداز خطابت میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید اور آغا شورش کاشمیری کی آمیزش ہوتی ہے۔ان کے شوق کا کمال وصف یہ ہے کہ اوکاڑہ میں قیام کے دوران ہر جمعہ کو لاہور جاتے اور مسجد چینیانوالی میں حضرت علامہ شہیدؒ کا خطبہ سنتے پھر اسی شوق میں اوکاڑہ کو خیر آباد کہا اور لاہور میں حصول تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔اگر وہ خطابت میں مکمل سنجیدگی اختیار کرتے تو ملک کے چند خطیبوں میں ان کا شمار ہوتا۔

Marfat.com

حافظ سیف اللہ حنیف شام کوٹ

علمی رموز سے واقف، سیاسی حقیقتوں سے آشنا، سماجی خدمتوں سے شناسا، رفاہی لذتوں سے بہرہ ور اور چہرے پہ خود اعتمادی کا غلبہ یہ تھے حافظ سیف اللہ حنیف جنہوں نے علاقائی سطح پر بھرپور سیاسی سماجی، جماعتی اور تنظیمی زندگی گزاری۔ عمر عزیز کی چھیالیس بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ راہ ملک عدم کے مسافر بن گئے۔ لیکن زندگی میں شب و روز اور صبح و مساء چاک و چوبند اور مستعد رہے۔ ابھی کل کی تو بات ہے کہ جماعت کے تنظیمی اجلاسوں میں اپنے موقف پر ڈٹ کر بات کرنے والے حافظ سیف اللہ صرف بات کرتے ہی نہیں بلکہ منواتے بھی تھے۔ بغیر کسی مصلحت و مداہنت کے مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی جماعت اور احباب کی بات کو وزن دیتے تھے۔ کوئی بڑا آدمی، چوہدری یا سردار انہیں زیر نہیں کر سکا۔

1948ء میں شام کوٹ نو میں حافظ نذیر احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ والد گرامی حافظ نذیر احمد دہلی سے فیض یافتہ اور کتاب و سنت کے حامل و عامل تھے۔ انہی سے قرآن پاک حفظ کیا اور پہلی مرتبہ تیرہ برس کی عمر میں کھڈیاں میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ پھر تحصیل علم کیلئے دارالعلوم ڈھلیانہ کا رخ کیا جہاں حافظ عبدالرزاق کی سرپرستی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم رحمانی سے کامل استفادہ کیا اور 1967ء میں درسیات سے فراغت کے بعد مراجعت ہوئی۔ عملی زندگی کا آغاز شام کوٹ سے کیا۔ جامع مسجد اہل حدیث غربی میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ تقریباً آٹھ سال تدریس و تذکیر کے بعد غربی مسجد سے مسجد فردوس اہل حدیث میں منتقل ہو گئے اور پھر تادم واپسیں اسی مسجد میں خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ غالباً 1985ء میں لالو کے لب سڑک مسجد کی بنیاد رکھی جس کی تاسیسی تقریب میں پروفیسر ساجد میر جیسی سربرآوردہ

Marfat.com

شخصیات نے شرکت کی۔ حافظ صاحب مرحوم درس وتدریس کے علاوہ ابتداء سے ہی جماعتی امور میں کوشاں وسرگرداں نظر آئے۔ جماعتی ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے 1974ء کے انتخابات میں بطور رکن شوریٰ شرکت کی۔ اس موقعہ پر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید اور میاں فضل حق مرحوم مدمقابل تھے۔ ضلعی کابینہ میں عرصہ دراز تک ناظم نشرواشاعت رہے۔ انفرادی اور مجلسی ملاقاتوں میں ہمیشہ فعال اور مستعد نظر آئے۔ مولانا محمد رمضان شاکر نے ان کی فکرمندی کے بارے میں ایک خواب بیان کیا۔

مولانا محمد رمضان شاکر زندگی بھر قدم بقدم حافظ سیف اللہ حنیف کے ساتھ رہے۔ عسرویسر اور تنگی وفراخی میں کبھی انہیں تنہا نہیں چھوڑا۔ وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کے نائب امیر اول ہیں۔ 1965ء میں دارالحدیث اوکاڑہ سے سند فراغت حاصل کی۔ ان دنوں اس مدرسہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم رحمانی حدیث کے استاد تھے جو مدرسہ رحمانیہ دہلی کے فیض یافتہ تھے۔ ان سے حدیث کے علاوہ دیگر فنون وعلوم میں کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد 1965 میں ہی مسجد اہل حدیث شرقی شام کوٹ میں امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ عالمانہ شان و شوکت سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک جاری وساری ہے۔

مولانا شاکر بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ مرحوم حافظ صاحب نے خواب بیان کیا کہ ہم دونوں یعنی مولانا شاکر اور حافظ مرحوم اکٹھے پیدل چل رہے ہیں اور راستے میں قرآن مجید کے مقدس اوراق گرے ہوئے ہیں جنہیں ہم اٹھا رہے ہیں اور آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ جب یہ خواب سنایا تو اس وقت اس کی کوئی تعبیر سمجھ میں نہیں آئی لیکن چند دن بعد اس کی تعبیر یوں سامنے آئی کہ ٹھینگ جتاں کی جامع مسجد میں ایک اجلاس ہوا۔ یہ مسجد مینار والی اہل سنت کے نام سے معروف ہے۔ اس وقت ٹھینگ چوک میں اتنی آبادی اور اہل حدیث مسجد نہیں تھی۔ اس مسجد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا ضلعی اجلاس ہوا۔ جس کے لیے ہم نے علاقہ بھر میں رابطہ کیا اور ان مقدس شخصیات وارکان کو اکٹھا کیا جنہوں نے مل بیٹھ کر سوچنا تھا کہ قرآن وحدیث کی بالادستی اور

Marfat.com

ترویج واشاعت کیلئے کس طرح تگ ودو کی جائے۔ہم دیانتداری سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے مرحومین اور موجودین مخلص علماء گرام کی پرخلوص محنتوں کا ثمر ہے کہ ہر مقام پر اہل حدیث مساجد ومدارس موجود ہیں۔

حافظ سیف اللہ حنیف نے دینی وجماعتی کاموں کے علاوہ سماجی ورفاہی خدمات بھی انجام دیں۔ وہ تھانہ کنگن پور عشرز کوۃ کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔جبکہ تین مرتبہ یونین کونسل ڈھٹے کے ممبر منتخب ہوئے۔ان کی تدریسی ذمہ داریاں شام کوٹ میں لیکن رہائش لالوکے میں تھی لہٰذا اس گاؤں میں لب سڑک مسجد بھی تعمیر کروائی اور اس گاؤں میں سماجی ورفائی خدمات بھی انجام دیں۔مرحوم کے متعلق معلومات فراہم کرنے میں شیخ محمد مشتاق نے تعاون کیا جس پر ہم ان کے شکرگزار ہیں۔مرحوم کے فرزند حافظ عبدالوحید سیف شام کوٹ عربی ادب کے استاد ہیں جبکہ ایک دختر نیک اختر الہٰ آباد میں اپنے خاوند حافظ عبدالغفار سلفی کے ساتھ مل کر ایک دینی ادارہ چلارہی ہیں جس میں طالبات کو قرآن وحدیثؐ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

Marfat.com

مولانا محمد عبداللہ ڈوبہ

مولانا محمد عبداللہ بڑے نیک اور پارسا انسان تھے۔ وہ موضع ڈوبہ میں امام وخطیب تھے۔ بہت ہی محنتی اور فعال تھے۔ انہوں نے کتاب وسنت کی دعوت کو عام کرنے کیلئے بڑی تگ ودو کی۔ ان کا اعزاز یہ ہے کہ محدث دوراں رئیس المناظرین مفتی اعظم حافظ محمد عبداللہ روپڑی نے بچپن میں انہی سے قرآن مجید پڑھا۔ مولانا عبداللہ ڈوبہ کے بعد بلاک نمبر 1 جنگل چھانگا مانگا میں چلے گئے جہاں عرصہ دراز تک درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ میں مصروف رہے۔ ان کے بعد اس مسجد میں ایک اور خطیب آئے۔ ان کا نام بھی مولانا محمد عبداللہ تھا۔ وہ تقریباً تیس سال اس مسجد میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

ان درویش صفت اور منکسر المزاج اسلاف واکابر کی محنتوں کا ثمرہ ہے کہ جنگل میں آباد لوگوں کی اکثریت کتاب وسنت کی حامل ہے اور مسلک حق پر عمل پیرا ہے۔

Marfat.com

میاں فتح دین چھانگا مانگا

چھانگا مانگا ضلع قصور کا ہی نہیں بلکہ ایشیا کا معروف ترین جنگل ہے۔ ماضی میں ڈاکوؤں کی آماجگاہ اور پناہ گاہ کے طور پر مشہور تھا بلکہ اس مقام کا نام ہی ڈاکوؤں کی مناسبت سے پڑا کیونکہ چھانگا اور مانگا بڑے نامی گرامی ڈاکو تھے۔ انہی کے نام سے یہ علاقہ جنگل اور پھر قصبہ معروف ہوا۔ پھر مختلف ادوار میں سلطانہ ڈاکو، ملنگی، نیامی، خوشیا، جبرو، نظام ایسے معروف ڈاکو اسی جنگل میں پناہ لیتے رہے۔ جنگل جس کا طول وعرض میلوں پر محیط ہے لکڑی کی پیداوار کے لحاظ سے بھی بڑی شہرت کا حامل ہے۔ جنگل کے درمیان موجود مہتابی جھیل اور وسیع نیشنل پارک بھی ماضی بعید سے سیاحوں کی توجہ کا مرکز چلا آرہا ہے۔ ملکی سیاسیات میں بھی اس جنگل اور اس میں واقع ریسٹ ہاؤسز (Rest Houses) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ میاں نواز شریف کے دور حکومت میں اس مقام پر ملک کی سربرآوردہ پارلیمانی شخصیات کو جمع کر کے سیاسی جوڑ توڑ ہوتے رہے۔ جنہیں ملکی اخبارات میں جلی حروف میں چھاپا گیا۔ یہ تمام باتیں اپنی جگہ مگر اس جنگل میں موجود قصبہ چھانگا مانگا اور دیگر بستیاں کتاب وسنت کی روشنی اور اس کے حاملین وعاملین سے خالی نہیں۔

غالباً 1955ء کی بات ہے جب اس قصبہ میں میاں فتح دین نے اپنے رفقاء ملک محمد دین، حاجی عبدالکریم، شیخ نور دین اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر جگہ خریدی اور پھر مسجد مبارک اہل حدیث کی بنیاد رکھی۔ ابتدائی طور پر مولانا غلام اللہ کشمیری اس مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مولانا مرحوم بہت زیادہ عالم فاضل نہیں تھے۔ سبزی کی دکان کرتے تھے لیکن ضرورت کے مطابق وعظ وتبلیغ کر لیتے تھے۔ بڑے درویش اور فقیر منش آدمی تھے۔ انہوں

Marfat.com

نے توحید وسنت کی دعوت کو عام کرنے کیلئے بڑی محنت کی۔ان کے بعد مختلف علماء اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔جبکہ 1965ء میں مولانا محمد شفیع نے ذمہ داری سنبھالی۔مولانا نے مدرسہ دارالحدیث گہلن ہٹھاڑ میں مولانا محمد امین مرحوم سے کسب فیض کیا اور انہی سے سند فراغت حاصل کی۔مولانا اسی وقت سے اپنی ذمہ داری کو نبھاتے چلے آرہے ہیں۔وہ خطیب بھی ہیں اور بازار میں کپڑے کی دکان بھی کرتے ہیں اور متحدہ جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کے امیر بھی ہیں۔ جبکہ ان کے صاحبزادے ثناء الرحمٰن بھٹہ جمعیت شبان اہل حدیث ضلع قصور کے جنرل سیکرٹری ہیں اور مقامی ہائی سکول میں ٹیچر بھی ہیں۔ایک صاحبزادے عطاء الرحمٰن نے الیکٹریکل میں ڈپلومہ کر رکھا ہے اور شوگر ملز میں ملازم ہیں جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

اس مسجد کے علاوہ اور بھی مساجد اور مراکز موجود ہیں۔گذشتہ برس ہمارے دوست خلیل الرحمان ثاقب نے اپنے رفقاء کے تعاون سے مسجد اقصیٰ تعمیر کی ہے۔جس میں وہ اہم دینی خدمت انجام دینا چاہتے ہیں۔وہ مسجد کے مہتمم، اہل حدیث یوتھ فورس ضلع قصور کے صدر اور مقامی ہائی سکول میں ٹیچر ہیں۔بڑے فعال اور مستعد آدمی ہیں۔انہوں نے ضلعی سطح پر تنظیم کو منظم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

میاں فتح دین کا لگایا ہوا چھوٹا سا پودا اب تناور درخت بن چکا ہے۔جس کی کئی شاخیں اور بیش بہا ذائقہ دار پھل تیار ہو چکا ہے۔ان کے صاحبزادے حاجی بشیر احمد بھی علامہ محمد یوسف کلکتوی کراچی سے فیض یافتہ تھے۔زیادہ دینی خدمات انجام نہیں دے سکے لیکن اپنے بیٹوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ان کے بڑے صاحبزادے مولانا شفیق الرحمان فرخ جامعہ ابی بکر کراچی کے فاضل اور جامعہ ابن تیمیہ لاہور میں مدرس ہیں۔بڑے ثقہ عالم دین اور کامیاب معلم ہیں۔چھوٹے صاحبزادے مولانا قاری عتیق الرحمان جامعہ امہ القریٰ مکہ مکرمہ میں زیر تعلیم ہیں۔

Marfat.com

حاجی دین محمد شیخ (چونیاں)

حاجی محمد دین متقی، پرہیزگار اور عامل بالحدیث انسان تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن لکھوی علماء کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی وجہ سے دین کی طرف بہت زیادہ رغبت رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام شیخ گل محمد تھا اور وہ چونیاں میں رہائش پذیر تھے۔ چمڑے کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کا اکثر قصور شہر میں آنا جانا رہتا تھا اور وہاں کے تاجروں سے اچھی شناسائی تھی۔ چونیاں میں مسجد شیخانوالی کے گردونواح میں ان کی برادری بھی آباد تھی۔ یہ چونیاں میں اہل حدیث کی پہلی مسجد تھی جو تعمیر کی گئی۔ اس کیلئے بابا شمیرا نے جگہ دی جس کے ساتھ ہی جوتے بنانے کی دکان تھی اور حاجی دین محمد نے قصور کے تاجر دوستوں سے رقم کا بندوبست کیا۔ غالباً 1920ء میں مسجد اہل حدیث شیخانوالی کی تعمیر کی گئی۔ بڑے کبار اور فحول علماء نے اس جگہ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا کام سرانجام دیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحب راجووال بھی یہاں قیام پذیر رہے۔ اور بعد میں قاری عبدالرب نے دین حق کی خدمت سرانجام دی۔ ان کے نام سے ایک مسجد قاری عبدالرب والی بھی موجود ہے۔

ان دنوں حاجی محمد دین کے خاندان میں سے ہی حاجی محمد اسلم شیخ مسجد شیخانوالی کے متولی وسرپرست ہیں۔ چونیاں شہر میں دوسری بڑی مسجد اہل حدیث "مبارک" تعمیر کی گئی جس کے لیے میاں خدابخش نے جگہ وقف کی جو قریب ہی تانگہ بنانے کا کام کرتے تھے۔ غریب لیکن فیاض آدمی تھے۔ ان کے پاس جو قیمتی جگہ تھی مسجد کیلئے وقف کردی۔ یہ ان کا بہترین صدقہ جاریہ ہے جو انشاءاللہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

یہ مسجد 1940ء میں تعمیر کی گئی۔ مسجد کے بانی میاں خدابخش اگرچہ محنت مزدوری

Marfat.com

کرتے تھے لیکن ذاتی مطالعہ اور علماء کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی وجہ سے مسائل جانتے تھے۔ اس لیے وہی ابتدا میں امامت بھی کرواتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ قاری عبدالرب بھی خطیب رہے۔قیام پاکستان کے بعد حاجی نوردین کا خاندان ہجرت کر کے پاکستان آیا تو چونیاں میں آباد ہوا۔اس خاندان نے بھی اس مسجد کی آبادی میں بڑا کردار ادا کیا۔ان کے بھائی حافظ محمد یوسف جنہوں نے مولوی سکندر دین سے ترجمہ قرآن مجید پڑھا عرصہ دراز تک اس مسجد کی امامت، درس قرآن اور ترجمہ قرآن کی صورت میں خدمات انجام دیتے رہے۔وہ چونیاں سے کاروبار کے سلسلہ میں فیصل آباد منتقل ہو گئے۔ بڑے نیک اور پارسا انسان ہیں۔ان کے بعد حاجی نوردین نے بھی ترجمہ قرآن مجید پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا جو کچھ عرصہ جاری رہا۔حاجی صاحب مین بازار میں کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔شہر کی معزز سیاسی شخصیت ہیں۔ان کے ایک بیٹے عبدالشکور بھٹی جماعت کے ربط و تنظیم میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔عرصہ دراز سے اہل حدیث یوتھ فورس کے ضلعی لیڈر چلے آرہے ہیں اور شہر کے کونسلر بھی ہیں۔سماجی اور سیاسی حلقوں میں ان کا نام خاصا معروف ہے۔ایک فرزند پروفیسر عبدالرؤف گورنمنٹ کالج آف کامرس چونیاں میں اسلامیات کے استاد ہیں جبکہ دیگر صاحبزدگان ذاتی کاروبار کرتے ہیں۔

مسجد مبارک اہل حدیث چونیاں میں ان دنوں قاری عبیداللہ احسن خطیب اور قاری محمد شریف کوٹلی رائے ابوبکر و قاری عبدالرؤوف شیخ مدرس ہیں۔قاری عبیداللہ احسن مولانا عبدالخالق آف کھڈیاں کے صاحبزادے ہیں۔بڑے شیریں بیان اور عوامی مقرر ہیں۔شیخ محمد عبداللہ ذاکر مسجد کے سرپرست ہیں جو ریٹائرڈ سینئر سکول ٹیچر ہیں۔عرصہ دراز گورنمنٹ مڈل سکول شام کوٹ میں ہیڈ ماسٹر رہے۔بڑے اچھے منتظم اور ماہر استاد تھے۔ان دنوں چونیاں میں اقامت گزیں ہیں۔نیکی اور پارسائی میں اچھی شہرت رکھتے ہیں۔راقم الحروف کو ان سے شام کوٹ میں کسب فیض کا موقعہ ملا۔بڑے مشفق استاد کریم باپ اور کھرے انسان ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے۔آمین۔

Marfat.com

حکیم احمد دین گھلنوی

حکیم احمد دین بن جلال دین 1921ء میں ستوکی نزد کنگن پور میں پیدا ہوئے۔ 1932ء میں لوئر مڈل اور پھر 1953ء میں لاہور کے ایک پرائیویٹ کالج سے طب وحکمت میں فخر الاطباء کی سند حاصل کی۔

حکیم احمد دین درویش صفت، گفتگو میں کھرے، معاملات میں صاف، عقائد میں شفاف اور کہنے سننے میں دبنگ آدمی تھے۔ وہ تلخ سے تلخ بات کسی لگی لپٹی کے بغیر کہہ جاتے اور حق بات کہنے میں کبھی کسی مصلحت ومداہنت کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ بڑے وسیع المطالعہ تھے۔ انہوں نے حصول تعلیم کے بعد گھلن ہٹھاڑ کو اپنا مسکن بنالیا۔ اور پھر تادم واپسیں اسی مقام پر اقامت گزیں رہے۔ عرصہ دراز تک مقامی مسجد اہل حدیث میں بغیر کسی طمع ولالچ کے خطابت کی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ ان کا جماعت کے کبار علماء کرام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی، سید محمد داؤد غزنوی، مولانا احمد دین گکھڑوی اور مولانا محی الدین لکھوی کے ساتھ بڑا قریبی اور گہرا تعلق رہا۔

حکیم صاحب نے طب وحکمت کو ذریعہ معاش بنایا۔ وہ اس شعبے میں طاق تھے۔ دور دراز سے لوگ ان کے پاس آتے اور ان سے طبی مشورے حاصل کرتے۔ ان کے پاس چند نادر اور نایاب نسخے بھی تھے۔ انہوں نے طبی اور علمی اعتبار سے علاقہ بھر کی خدمت کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ تمام زندگی علم وحکمت اور دانش وبینش سے وابستہ رہتے ہوئے 2001ء میں انتقال کیا۔

حکیم صاحب عرصہ دراز تک مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مرکزی شوریٰ کے رکن رہے۔ اور وطن عزیز میں چلنے والی تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔ صحیح محب وطن اور علم دوست شخص

Marfat.com

تھے۔شعائر اسلامی پر سختی سے کاربند رہنا اور اہل وعیال کو پابندی کروانا ان کا طرہ امتیاز تھا۔ان کی اولاد میں دو صاحبزادگان کے حصہ میں علم یاوری آئی۔محمد طیب خلیق جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فاضل اور چونیاں ہائی سکول میں عربی ادبیات کے استاد ہیں۔قاری محمد ضیاء الحق جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور کے فارغ التحصیل اور شارجہ میں مقیم ہیں۔جبکہ میاں سیف اللہ عزیز معروف سماجی شخصیت ہیں۔

Marfat.com

بابا حاجی احمد دین الہ آباد

چہرے پر حنائی رنگ کی پوری داڑھی، نکلتا ہوا قد، سر پر پگڑی، ہاتھ میں کھونڈی، ضعیف العمری میں بزرگانہ چال چلتے ہوئے اور پر جلال وجاہت کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے نظر آتے یہ ہیں بابا حاجی احمد دین مدینہ مسجد کے متولی و بانی۔ غالباً ۱۸۷۸ء یا ۱۸۸۰ء میں جودھ پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر سے ہی دینی رغبت تھی اور علماء کی صحبت میں وقت گذار کر سکون وراحت محسوس کرتے تھے اسی لیے علماء کرام سے والہانہ محبت تھی اور مولانا کمال الدین ڈوگر سے خصوصی عقیدت کا رشتہ تھا۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو ہجرت کر کے پہلے رینالہ خورد پھر الہ آباد (ٹھینگ موڑ) میں آباد ہوئے۔ اس نو آبادیاتی قصبہ میں محلہ اسلام پورہ کا انتخاب کیا اور وہاں اپنے بیٹوں کی معیت میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور اس کے قرب وجوار میں اپنے بیٹوں کے گھر بسائے۔

بابا جی مسلکی اختیار و رغبت میں خاصے سخت گیر تھے اور کبھی کسی قسم کی مصلحت و مداہنت کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ خود بھی صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرتے اور اپنے ابناء واعزہ کو بھی اس میں سستی نہ کرنے دیتے۔ توحید وسنت کے والہ وشیدا اور مسجد میں بھی اس سلسلہ میں کسی قسم کی نرمی پسند نہ کرتے۔ چند سال قبل اس دار فانی سے رحلت کر گئے جبکہ پسماندگان میں علماء وحفاظ اولاد واحفاد چھوڑ گئے۔

ان کے بڑے بیٹے مولوی محمد رمضان جن کی تعلیم واجبی سی ہے لیکن دم درود میں خاصہ ملکہ رکھتے ہیں جبکہ ان کے فرزند مولانا عبدالستار عاصم فاضل آدمی ہیں۔ ان دونوں دینی خدمات کے سلسلہ میں ریاض السعودیۃ میں اقامت گزیں ہیں۔ ان کے نازک کندھوں پر اہل حدیث

Marfat.com

یوتھ فورس سعودی عرب کے کنوینز کی ذمہ داری کا بوجھ بھی ہے۔ چھوٹے فرزند مولانا عبدالوہاب مسجد السلوی گجرات میں خطیب ہیں جبکہ دیگر بھائی بھی خدمات دین سرانجام دے رہے ہیں۔

خان محمد بھی باباجی کے فرزند ہیں۔ ان کی تعلیم تو کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ ان کے صاحبزادے حافظ عبدالغفار سلفی جن کے عقد میں حضرت حافظ سیف اللہ حنیف شام کوٹ کی دختر نیک اختر ہیں دونوں میاں بیوی مدرسہ سلفیہ کے نام سے طالبات کیلئے ایک ادارہ چلا رہے ہیں۔

قاری عبدالرحمٰن باباجی کے تیسرے فرزند ہیں۔ وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر مدرسہ تجوید القرآن کا انتظام وانصرام سنبھالے ہوئے ہیں۔ بڑے بیٹے قاری محمد عبداللہ عابد 1999 میں انتقال کر گئے، جبکہ قاری عبدالتواب شاکر سعودیہ میں بسلسلہ کسب معاش قیام پذیر ہیں۔

باباجی احمد دین کے دیگر بیٹے محمد اسحٰق، محمد ابراہیم اور محمد اسماعیل اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

Marfat.com

حاجی محمد لقمان موضع موکل

حاجی محمد لقمان موضع موکل میں امام دین کے گھر پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے درسیات میں فراغت پائی پھر استاذ العلماء میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں دہلی چلے گئے۔ وہاں سے فراغت ہوئی تو واپس آ کر اپنے آبائی گاؤں میں خدمت اسلام سرانجام دینا شروع کر دی۔ بڑے باخبر عالم اور عامل انسان تھے۔ انہیں عربی و فارسی دونوں زبانوں میں بڑا عبور حاصل تھا۔ ان کے پوتے امیر حمزہ عالم دین ہیں جو بستی دھوناں والی میں امام و خطیب ہیں جبکہ ایک پڑپوتا عزیز احمد جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فارغ التحصیل اور فیصل آباد ہی کی ایک مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

مولانا محمد ابراہیم بھاگوکے

مولانا محمد ابراہیم بڑے ہی متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ان کا آبائی تعلق بھاگوکے آرائیاں سے تھا اور تمام زندگی وہیں قیام پذیر رہے۔وہ بہت زیادہ فاضل آدمی نہیں تھے لیکن اپنے اخلاص اور اخلاق سے گاؤں کے لوگوں کی بڑی خدمت کی۔انہیں حسنات کو اختیار کرنے اور منکرات سے بچنے کی تلقین کی۔مزید یہ کہ انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دی۔انہوں نے لکھوی علماء وکرام سے استفادہ کررکھا تھا اور ان سے عقیدت وارادت بھی رکھتے تھے۔لوگوں کو دعوت حق دینے کے ساتھ اپنی اولاد کی بھی دینی ماحول میں تربیت کی اور انہیں علوم اسلامیہ سے روشناس کروایا۔ان کا انتقال غالباً 1953ء میں ہوا لیکن ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد نے شمع علم کو فروزاں رکھا۔

بڑے صاحبزادے محمد علی نے گاؤں میں رہتے ہوئے بھی اعلیٰ نمبروں میں میٹرک پاس کیا ہوا تھا۔دینی علوم کے فاضل تو نہیں تھے لیکن اکثر دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔اس بنا پر گاؤں میں امامت وخطابت کا فریضہ بخوبی انجام دیے لیتے تھے۔درس وتدریس کے ساتھ سماجی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ایوبی دور میں چوہدریوں اور جاٹوں کے مقابلے میں کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔جبکہ دوسری مرتبہ بلا مقابلہ ہی ممبر بن گئے۔1971ء میں ان کا انتقال ہوا۔ چھوٹے بھائی محمد اشرف جنہوں نے میر محمد میں چند درسی کتابیں پڑھیں۔اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس گاؤں آگئے اور مسجد کی امامت اور دکان میں کاروبار شروع کردیا۔عرصہ دراز تک دونوں کام کرتے رہے۔اب انہوں نے گذشتہ چند برسوں سے اللہ آباد میں رہائش اختیار کرلی ہے۔بڑے صاحبزادے مولانا سیف اللہ اوکاڑہ کے قریبی گاؤں میں خطیب اور سکول میں مدرس ہیں۔

Marfat.com

چھوٹے بیٹے عنایت اللہ یزدانی نے الہٰ آباد میں علماء کی تقاریر کی خرید وفروخت کا مرکز ''یزدانی کیسٹ ہاؤس'' بنا رکھا ہے اور سکول ٹیچر بھی ہیں جبکہ دیگر بھائی کیسٹ ہاؤس میں معاون ہیں۔

مولانا احمد علی درسیات کے فاضل ہیں۔ انہوں نے 1967 میں دارالحدیث جامعہ کمالیہ راجووال سے فراغت پائی۔ مختلف مقامات پر امامت وخطابت اور درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول الہٰ آباد میں عربی ادبیات کے استاد اور الہٰ آباد میں رہائش پذیر ہیں جبکہ ان کے بیٹے مختلف شعبوں میں مصروف عمل ہیں۔

حافظ ثناء اللہ دینی علوم سے بہرہ ور ہیں اور اپنے آبائی گاؤں بھاگو کے میں اپنی آبائی مسجد میں امام وخطیب ہیں جبکہ سب سے چھوٹے مولانا صبغت اللہ الہٰ آباد میں رہائش پذیر اور کوٹ سردار لشکر علی میں امامت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالرحمٰن سریسر

طبیعت کے سادہ، گفتگو میں صاف گو، عقیدہ میں راسخ اور پنجابی زبان کے کھرے اور صاف مبلغ مولانا عبدالرحمان سریسر ہٹھاڑ کے رہنے والے تھے۔ وہ بہت زیادہ پڑھے لکھے تو نہیں تھے لیکن علماء کی صحبت اوران کے درس وخطاب سن کر دین اسلام کے بارے میں اچھی اور معتبر معلومات رکھتے تھے بلکہ مبلغ بھی تھے اور تبلیغ میں بے باک اور بے خوف تھے۔ گزشتہ روز ہمارے بزرگ دوست حاجی محمد سلیمان آڑھتی جوالہ آباد میں آڑھت کرتے ہیں اور دینی خدمت کا خاطر خواہ جذبہ رکھتے ہیں، جماعت کے معروف عالم حضرت حافظ محمد یحییٰ میر محمدی کے ساتھ خصوصی محبت والفت اور عقیدت وارادات رکھتے ہیں اور تبلیغ دین کیلئے بھی ہمہ وقت کمر بستہ رہتے ہیں، مجھے اپنے ساتھ اپنے گاؤں سریسر ہٹھاڑ میں لے کر گئے۔ وہاں جماعت کے عمر رسیدہ اور ضعیف العمر افراد سے ملاقات ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن (بابا عبدالرحمٰن) اتنے صاف گو تھے کہ ان کی صاف گوئی اکثر اوقات کھردرے پن میں بدل جاتی تھی بلکہ ان کے ہاتھ میں ایک کلہاڑی ہوتی تھی اور آخری سالوں میں ''کھونڈا'' ہوتا تھا جسے تقریر کرتے وقت اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

ان کے فرزند مولانا رحیم اللہ بھی فاضل آدمی ہیں جنہوں نے دہلی کے جید علماء سے کسب فیض کیا۔ وہ سریسر کے قریب ہی بستی نوردین میں قیام پذیر ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ اب تو وہ بھی ضعیف العمر ہیں اور بینائی سے محروم ہو چکے ہیں۔ بڑے صاحب علم اور خوش اطوار شخص ہیں۔

Marfat.com

مولانا محمد عبداللہ سریسر ہٹھاڑ

مولانا محمد عبداللہ بڑے صاحب علم وعمل، متقی و پرہیز گار اور عابد و زاہد شخص تھے۔ان کی ولادت 1905ء کو سریسر ہٹھاڑ میں مولوی عبدالعزیز کے گھر ہوئی۔والد گرامی مولوی عبدالعزیز خاندانی اور نسبی طور پر عرصہ قدیم سے یہاں چلے آرہے تھے اور مسجد کی امامت کی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔گھر کا ماحول دینی اور دین کی خدمت گاری کا تھا۔چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے محمد عبداللہ کو دینی تعلیم کے حصول کیلئے لکھو کے بھیجا جہاں وہ مرکز الاسلام سے فیضیاب ہو کر واپس آئے اور اپنی خاندانی اور موروثی مسند سنبھالی اور پھر اپنے والد کے بعد گاؤں میں امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کیا جسے تمام عمر جاری وساری رکھا حتی کہ 1982ء میں اس دارفانی سے رحلت کر گئے۔جب تک زندہ رہے ایک راسخ العقیدہ مسلمان اور باخبر عالم کی طرح اور بڑے واضح انداز میں لوگوں کو خالص کتاب وسنت کی دعوت دی۔

مولانا محمد عبداللہ نے پسماندگان میں تین بیٹے چھوڑے مولانا عبدالقادر، عبدالجبار اور عبدالغفور۔مولانا عبدالقادر نے اپنے والد گرامی کے بعد مسند امامت وخطابت سنبھالی اور تمام عمر یہ خدمت سرانجام دی۔اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں چنانچہ امامت وخطابت کی ذمہ داری ان کے بھتیجے اور عبدالجبار کے بیٹے مولانا عبدالحمید کے سپرد کی گئی ہے۔مولوی عبدالجبار دوماہ قبل راہ ملک عدم کا سفر اختیار کر چکے ہیں۔مولانا عبدالحمید جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فیض یافتہ ہیں۔جبکہ ہائی سکول میں عربی ٹیچر بھی ہیں۔

مولوی عبدالغفور کے بیٹے عبدالواحد ایم اے اسلامیات اور ابوہریرہ اکیڈمی لاہور میں سال آخر کے طالب علم ہیں۔ان کے ساتھ چھوٹے بھائی عبدالخالق اور عبدالمالک بھی زیر تعلیم ہیں۔مذکورہ سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد عبداللہ کا خاندان علمی اور عملی خاندان ہے اور ان کے اولاد واحفاد دین اسلام کی خدمت کیلئے ہمہ وقت کوشاں وسرگرداں ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالغفور موکل

مولانا عبدالغفور کا آبائی تعلق بستی ڈھینگیا نوالی سے تھا۔ان کے والد کا نام محمد علی جبکہ دادا کا نام عبدالرحمٰن گڑ والا تھا۔عبدالرحمٰن بڑے دیندار اور پرہیز گار شخص تھے۔وہ دین اور دیندار لوگوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔اپنے گاؤں میں گڑ تیار کرواتے اور محترم حافظ محمد یحیٰی عزیز میر محمدی کے مرکز بنگلہ بلوچاں لے جاتے اور مبلغین کی خدمت میں پیش کرتے۔اسی مناسبت سے ان کا نام بابا عبدالرحمٰن گڑ والا مشہور ہو گیا۔

مولانا عبدالغفور نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے درسیات میں فراغت پائی اور فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کیا۔موکل سکول میں عربی کے استاد تعینات ہو گئے اور وہاں کی مسجد اہل حدیث میں امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی سنبھال لی۔تقریباً اٹھارہ برس انہوں نے یہ خدمات انجام دیں۔ان کی خدمات کی بناپر علاقہ بھر میں عزت واحترام پایا جاتا تھا۔لیکن افسوس کہ چند ناعاقبت اندیش لوگوں نے انہیں 4 اکتوبر 2001ء کو قتل کر کے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کو دعوت دی۔اللھم اغفرله وارحمه۔

Marfat.com

مولانا محمد یحییٰ بقاپوری

مولانا محمد یحییٰ بن رکن دین کی ولادت 1936ء میں بقاپور میں ہوئی۔ 1955ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے حسین خانوالہ چلے گئے اور وہاں شیخ الحدیث حافظ محمد اسحٰق سے کسب فیض کیا۔ پھر جب حضرت سید مولانا محمد داؤد غزنوی کی دعوت پر حضرت حافظ محمد اسحٰق تقویۃ الاسلام لاہور چلے گئے تو محمد یحییٰ بھی ساتھ ہی لاہور چلے گئے بلکہ چھوٹے بھائی محمد زکریا جو ایک سال پیچھے تھے وہ بھی ساتھ ہی چلے گئے۔ چند سال کے بعد علم وعرفان کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو کر واپس آئے۔

مولانا محمد یحییٰ بنیادی طور پر زمیندار تھے اور تعلیم یافتہ بھی۔ اس لیے ان کی طبیعت ملازمت کی طرف مائل نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے اپنے گاؤں بقاپور کی جامع مسجد اہل حدیث میں باقاعدہ خطابت اور علاقائی سیاست کا مشغلہ اپنایا۔ وہ علاقہ کی سیاست اور سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ وہ یونین کونسل بھاگیوال کے چیئرمین منتخب ہوئے اور پھر اسی بنیاد اور حوصلے پر انہوں نے 1985ء کے عام غیر جماعتی انتخابات میں صوبائی الیکشن بھی لڑا۔ جس میں اگرچہ کامیاب تو نہ ہوئے لیکن اپنی سیاسی حیثیت کو منوایا۔ انہیں مولانا کے علاوہ ڈاکٹر بھی کہتے تھے۔ ان کے پاس بی فارمیسی سرٹیفکیٹ تھا اسی بنیاد پر وہ حکمت وطبابت بھی کرتے تھے۔ جمعیت اہل حدیث تحصیل چونیاں کے ناظم بھی رہے۔ الغرض اپنے انداز میں بھرپور زندگی گزاری اور بڑے بے خوف اور نڈر انداز میں بے خوف وخطر ہر وہ کام کیا جو دل میں آیا۔ بالآخر دل کے ہاتھوں اتنے مجبور ہوئے کہ دل کے عارضہ میں مبتلا ہو کر 1994ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم کے چار بیٹے ہیں جن میں سے سیف الرحمٰن ایم ایس سی ریاضیات ہیں۔ جنڈ والا ہائی سکول میں سائنس ٹیچر ہیں۔

Marfat.com

مولانا محمد یحییٰ چار بھائی تھے سارے ہی دیندار اور علم دوست تھے۔ چھوٹے بھائی ماسٹر محمد زکریا دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور سے فیض یاب ہو کر واپس آئے اور پھر سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ تمام عمر بطور عربی ٹیچر خدمات انجام دیں۔ گزشتہ ایام میں چونیاں ہائی سکول سے ریٹائر ہوئے۔ ان کے بیٹے مجیب الرحمان ایم اے پنجابی ہیں اور الہ آباد میں انگلش ٹیچر ہیں۔ بڑے دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔

Marfat.com

مولانا ثناء اللہ بقاپوری

مولانا ثناء اللہ عالم باعمل، صالح و متقی اور عابد و زاہد انسان تھے۔ عرصہ دراز تک بقاپور میں دینی خدمات انجام دیں۔ وہ دہلی سے فیض یافتہ تھے۔ بڑے صاف اور سادہ انسان تھے۔ بے لوث و بے غرض کتاب و سنت کی خدمات سرانجام دیں۔ گزشتہ سال اس دارفانی سے رخصت کر گئے۔ ان کے چچازاد بھائی مولانا غلام اللہ بقاپور جنوبی میں خدمت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ وہ بھی اپنے بھائی کی طرح سادہ اور کھرے آدمی ہیں۔

Marfat.com

حافظ نور محمد میواتی نانا جان پروفیسر خادم قصوری

میو برادری کی اکثریت دیوبندی تبلیغی جماعت یا بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتی ہے لیکن کچھ علاقوں کے لوگ مسلک اہل حدیث سے بھی وابستہ ہوئے اور انہوں نے تمام عمر کتاب و سنت کے مطابق اپنی زندگی گزاری اور دوسروں کو اس کی تلقین کی۔ ان بخت آوروں میں نمایاں نام مولانا عبدالقدوس گوڑگانوی کا ہے۔ ایک بالکل ہی گمنام، سادہ مزاج، مردِ درویش اور عالم باعمل شخص مولانا حافظ نور محمد میواتی ہیں جو گوڑگانواں انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تو کوٹ رادھا کشن میں رہائش اختیار کی۔ وہاں کی مسجد اہل حدیث باغ والی میں امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ وہ خیاط بھی تھے اور کاشت کاری بھی کرتے تھے جن سے ان کی گزر اوقات ہوتی تھی۔ بڑے بے لوث اور بے غرض آدمی تھے۔

حافظ نور محمد نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا محمد یٰسین اور تین بیٹیاں فاطمہ، رحمت بی بی اور ماشاء اللہ پیدا ہوئیں۔ ان کی دوسری شادی مولانا محمد خاں دہلوی امیر جماعت غرباء اہل حدیث لاہور کی بیٹی سے ہوئی۔ حافظ نور محمد کا بیٹا تو دینی علوم سے بہرور نہ ہو سکا لیکن ان کی بیٹی رحمت بی بی خدمت دین کے جذبہ سے سرشار، منکرات و سیئات سے بیزار اور حسنات کی علمبردار بن گئیں۔ وہ نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔ انہیں احوال الآخرت اور زینت الاسلام زبانی یاد تھیں جسے وہ خواتین میں خوش الحانی سے پڑھا کرتی تھیں۔ وہ بہت خیر پرور اور مستجاب الدعوات خاتون تھیں۔ ان کی نیک تمناؤں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ ان کے آنگن میں ایسا پھول کھلا جس نے گھر کو ہی نہیں بلکہ ملک و ملت کے تاریک گوشوں کو روشن اور منور کیا۔ ہماری مراد حضرت علامہ پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری ہیں جو حافظ نور محمد میواتی کے نواسے محترمہ رحمت بی بی کے نورِ نظر اور

Marfat.com

میو برادری کا فخر ہیں۔ جنہوں نے ملک کی اہم ترین جامعات سے کسب فیض کیا اور پھر عوام و خواص کو مستفید کرنے کے لئے کنگن پور میں ''جامعہ ابراہیم'' کے نام سے چشمہ فیض جاری کیا۔ برسہابرس سے خطابت جاری ہے۔ اتنا جاندار و شاندار خطاب کرتے ہیں کہ ہر کس و ناکس دوبارہ سماعت کی تاب نہیں لاسکتا۔ ملکی و ملی تحریکات میں حصہ لیتے ہوئے کئی بار پس دیوارِ زنداں جا چکے ہیں۔ عام انتخابات میں بھی حصہ لیا لیکن یہ تو قوم کی بدقسمتی ہے کہ ان کی سیاسی بصیرت سے استفادہ نہیں کیا۔

علامہ ابراہیم خادم۔ ایم اے عربی و اسلامیات جبکہ گورنمنٹ کالج حجرہ میں پروفیسر ہیں۔ حضرت ہمہ صفت موصوف ہیں۔ درس و تدریس، وعظ و خطاب، انذار و تبشیر اور خطابت و سیاست کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی پورا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کی دو معرکۃ الآرا کتابیں مسلک المدینہ اور مقالات خادم قصوری منصۂ شھود پر آ چکی ہیں اور علمی حلقوں سے داد وصول کر چکی ہیں۔

یہ ان کے نانا جان کی نیک تمناؤں اور پھر شیر مادر کا اثر ہے کہ وہ اپنے خاندان سمیت خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ ان کا چھوٹا بھائی مولانا عبدالمجید خادم قصوری کنگن پور کا بہترین خطیب ہے۔ سب سے چھوٹا عبدالرشید خادم قصوری بھی دین کا مبلغ ہے جبکہ حضرت کا فرزند ارجمند مولانا محمد اسحاق خادم قصوری پنجاب یونیورسٹی کا گریجویٹ اور جامعہ رحمانیہ لاہور سے فیض یافتہ ہے اور شعلہ بار مقرر ہے۔ تمام گھرانہ ہی خدام اسلام کا عظیم مرکز ہے۔ اور خدمت اسلام کے لئے فعال اور مستعد ہے۔

Marfat.com

مولانا شرف الدین مستووال

مولانا شرف الدین نہایت ہی سادہ مزاج، خوش اخلاق، منکسر المزاج، کتاب وسنت کے فداکار اور منکرات سے بیزار شخص تھے۔ ان کی ولادت انیسویں صدی کے اواخر میں حکیم مطیع اللہ کے گھر موکل میں ہوئی۔ گھر کا ماحول دینی تھا۔ اس لئے جب انہوں نے سنِ شعور میں قدم رکھا تو حصول علم کے لئے انہیں دبستان دھلی میں بھیج دیا گیا۔ وہاں کبار اور فحول علماء سے کسب فیض کیا۔ وہاں سے زیورِ علم سے آراستہ وپیراستہ ہو کر واپس پلٹے تو مقامی گاؤں موکل میں ہی خدمت دین کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر کچھ عرصہ شام کوٹ نو میں بھی گلستانِ اسلام کی آبیاری کی اور تقریباً 1916ء میں موضع مستووال میں منتقل ہو گئے اور تا دمِ واپسیں وہیں جاگزیں رہے۔

مولانا سادہ مزاج کے وضعدار عالم دین تھے لیکن برائی کا وجود اور مانعین خیر کا وجود برداشت نہیں کرتے تھے۔ ان کی آمد سے قبل مقامی گاؤں میں میلہ لگتا تھا جس میں ہر قسم کے فسق و فجور کو روا سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اس بستی میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلے اسے ختم کیا۔ ان سے بیسیوں لوگوں نے کسب فیض کیا۔ ان کے دو بیٹوں مولانا محمد شریف اور حافظ محمد صدیق نے بھی ابتدائی طور پر انہی سے استفادہ کیا۔ مولانا محمد شریف 1922ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب والد گرامی سے پڑھیں۔ پھر مرکز الاسلام لکھو کے اور مدرسہ غزنویہ امرتسر میں کبار علماء سے اخذ علم کیا جبکہ دینی علوم کی تکمیل گوجرانوالہ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی سے کی۔ واپس آ کر مقامی گاؤں میں خدمت دین کا سلسلہ شروع کیا جو تا دم آخر جاری وساری رہا۔ کتاب وسنت کی تبلیغ و ترویج کرتے ہوئے 1986ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا محمد شریف نے اپنی اولاد کی تربیت خالص دینی ماحول میں کی اور سب کو کتاب و

Marfat.com

سنت کے علم زیور سے مزین کیا۔ بڑے بیٹے مولانا محمد سعید نے دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور سے درسیات میں فراغت پائی۔ ان دنوں وہ مسجد اہلحدیث ارزانی پور میں خطیب اور گہلن ہائی سکول میں معلم ہیں۔ مولانا محمد مسعود نے بھی تقویۃ الاسلام سے کسب فیض کیا۔ وہاں سے خلعت کمال زیب تن کیا تو جامع مسجد الفرقان لاہوز میں خطابت اور گہلن ہائی سکول میں عربی ادبیات کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو بحمد اللہ جاری ہے۔

مولانا عبدالحفیظ نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے سند فراغت حاصل کی جبکہ فراغت کے بعد لاہور میں طبابت وحکمت کا پیشہ اختیار کیا۔

مولانا بارک اللہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے فارغ التحصیل اور ہائی سکول چونیاں میں مدرس ہیں۔

سب سے چھوٹے بیٹے مولانا عبدالشکور دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور کے سند یافتہ اور مقامی گاؤں مستووال میں امام وخطیب ہیں۔

مولانا شرف الدین کے دوسرے بیٹے حافظ محمد صدیق نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے سند فراغت حاصل کی اور اپنے بڑے بھائی کے انتقال کے بعد مقامی گاؤں میں امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ جبکہ 1996ء میں اس دارِفانی سے رحلت کر گئے۔

بڑے بیٹے مولانا عبدالسلام جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے سندیافتہ ہیں۔ چھوٹے مولانا عبدالقدوس بھی جامعہ محمدیہ سے فارغ التحصیل اور مڈل سکول شیخ علم دین میں عربی زبان کے معلم ہیں۔ مولانا عبدالقیوم اور مولانا عبدالروف مقامی بستی میں ہی خدمت دین میں مصروف ہیں۔ جبکہ چھوٹے بیٹے عبدالماجد اور احمد ساجد زیر تعلیم ہیں۔ مندرجہ بالا سطور پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے مولانا شرف الدین کی صورت میں دینی علوم کا ایک چراغ روشن ہوا۔ پھر چراغ سے چراغ جلے اور گردونواح کے کئی تاریک گوشے روشن ہوئے۔

Marfat.com

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال

زہد واتقاء سے متصف، صبر ورضا کے پیکر، علم وعمل کا حسین امتزاج، متبحر عالم دین، باخبر واعظ، مخلص مبلغ اور صاحب فکر مدرس، یہ ہیں دارالحدیث جامعہ کمالیہ منڈی راجووال کے مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف جن کے ادارے کے دروازے تشنگان کتاب وسنت کیلئے اور دل کے دروازے محبان قرآن وحدیث کیلئے شب وروز کھلے رہتے ہیں۔ مولانا خندہ پیشانی، ملنساری اور مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ ہر آنے والے کی بلاتفریق مرتبت مہمانداری اور عزت وتکریم کرتے ہیں۔ ان کی مجلس میں گفتگو کا عنوان ہمیشہ خدمت دین اور اس کی ضرورت واہمیت ہوتا ہے اور کسی کو ہمت نہیں ہوتی کہ الفاظ وزبان کی قباء ورداء کو فسق وفجور سے آلودہ کر سکے۔

مولانا محمد یوسف نے ضلع فیروز پور کے چھوٹے سے گاؤں چک سومیہ المعروف اعوان میں غریب خاندان کے فرد کمال دین کے گھر آنکھ کھولی۔ ولادت کے بعد جب زندگی کے سفر کا آغاز کیا تو غریبی اور محرومی کو منتظر پایا لیکن اس سے ملاپ اور سمجھوتہ نہیں کیا۔ بلکہ دنیا وآخرت کی قیمتی متاع کے حصول کی جستجو میں لگ گئے اور وہ متاعِ عزیز علم ہے۔ ابتدائی طور پر مقامی عالم دین حاجی ولی محمد اعوان سے پیدائشی بستی اعوان میں پڑھنا شروع کیا۔ یہ بستی لکھوکے سے چھ میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف واقع تھی۔ حاجی ولی محمد سے ابواب الصرف کے کچھ ابواب پڑھے۔ پھر لکھوکے میں اخذ علم کا آغاز کیا۔ وہاں مولانا عطاء اللہ لکھوی سے کافیہ، شرح جامی اور الفیہ پڑھیں۔ جبکہ مولانا حبیب الرحمان لکھوی سے شرح مأۃ عامل اور زرادی وغیرہ کتب پڑھیں۔ یہ دونوں بزرگ فنون کے ماہر استاد تھے بلکہ انہیں صرف ونحو کا امام کہا جاتا تھا۔

بعدازاں منڈی عثمانوالہ میں مولانا محمد داؤد ارشد سے استفادہ کرنے لگے۔ مولانا محمد

Marfat.com

داؤد مولانا قمر دین کے بیٹے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم اوکاڑہ اور صاحبزادہ حافظ عبدالعلیم یزدانی جھنگ کے چچا تھے۔ان سے مشکوٰۃ المصابیح دستور المبتدی اور شرح نخبۃ الفکر کتب پڑھیں۔ منڈی عثمانوالہ کے بعد دہلی کا رخت سفر باندھا۔وہاں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار میں مولانا عبدالجلیل کرم الجلیلی اور مولانا محمد سے کسب فیض کیا۔اس مدرسہ کی بنیاد مولانا عبدالوہاب نے رکھی۔مولانا عبدالوہاب کے فرزند مولانا عبدالستار ایک مستند عالم دین بلکہ بحر بے کنار تھے۔ان سے بھی بخاری کے چند ابواب پڑھے۔

مولانا محمد بڑے حسین وجمیل اور بڑے خوبصورت وخوبرو عالم دین تھے۔مسائل کی تحقیق وتدقیق میں ممتاز مقام رکھتے تھے جو بعدازاں جمشیر کلاں میں اقامت گزیں ہو گئے اور گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی گذار دی۔

مولانا محمد یوسف دہلی میں استفادہ کے بعد مدرسہ تقویۃ الاسلام المعروف مدرسہ غزنویہ امرتسر چلے گئے۔وہاں مقتدر ومستند عالم دین مولانا نیک محمد سے کسب فیض کیا۔ان سے اکتساب کے دوران حافظ محمد یحیٰ عزیز میر محمدی اور مولانا حبیب الرحمٰن لکھوی میر محمدی ان کے ہم سبق تھے۔ مولانا نیک محمد سے صحیح مسلم پڑھی۔اس شہر میں قیام کے دوران شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبداللہ بھوجیانی سے بھی استفادہ کیا۔اور اس دوران معروف ومقتدر عالم دین مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے اکتساب واستفادہ کے مواقع بھی میسر آئے جو ان دنوں مسجد گنبداں والی کے خطیب ومدرس تھے۔مولانا کا کمال ذوق کہ کم بضاعتی بلکہ بے سروسامانی کے باوصف اس دور کے مستند ومتبحر وعلماء کبار سے اخذ فیض کیا۔مولانا نے جب اپنی علمی تشنگی دور کرلی اور کتاب وسنت کے چشمہ صافی سے سیراب ہو گئے تو عملی زندگی کا آغاز کیا۔زندگی کے تمام معاملات اور شعبہ جات میں وہ معاش سے متعلق ہوں یا معاشرت سے اپنے خالق ومالک کی رضا وخوشنودی کو مدنظر رکھا۔اسی عظیم المرام فکر کا نتیجہ ہے کہ جب ان کی شادی مولانا شاہ عبدالرحمٰن کی دختر نیک اختر سے ہوئی تو حق مہر سیم وزر کی بجائے سورہ نور کا ترجمہ رکھا گیا۔مولانا موضع تھہ

Marfat.com

کامل (آہل) میں امام و مدرس بن کر چلے گئے لیکن وہاں قیام مختصر رہا۔ پھر مولانا محمد داؤد ارشد اور حافظ محمد سلیمان خان بھوجیانی کے مشورہ سے چونیاں چلے گئے جہاں ان کا قیام مسجد اہل حدیث شیخانوالی میں رہا جو غالباً اس وقت چونیاں میں اہل حدیث کی ایک ہی مسجد تھی۔ اس مسجد میں ان سے پہلے مشہور شاعر مولوی عبدالستار مؤلف قصص المحسنین بھی رہ چکے تھے۔ اس مسجد میں قیام کے دوران مولانا نے مدرسہ دارالحدیث کی بنیاد ڈالی لیکن یہاں قیام صرف ایک سال رہا۔ یہ تخلیق پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ کی بات ہے۔ اس مقام پر قیام کے دوران جن لوگوں نے کسب فیض کیا ان میں مولانا عبدالخالق کھڈیاں اور مولانا احمد دین گھلن ہٹھاڑ کے نام نمایاں ہیں۔

چونیاں کے بعد مولانا ضلع قصور اور ضلع اوکاڑہ کے سنگم پہ واقع موضع منڈی راجووال میں جا اقامت گزیں ہوئے۔ راجووال میں قیام کے دوران بڑی محنت اور جانفشانی سے دین اسلام کی خدمت کی۔ وہ عنفوان شباب کا عالم تھا۔ ترویج دین کیلئے محنت ومشقت بارگراں سمجھ کر نہیں بلکہ سعادت جاں سمجھ کر کرتے تھے۔ ابتدا سے ہی دین کی ترویج واشاعت کا جذبہ بدرجہ اتم دل میں موجزن تھا۔ اور کچھ کر گزرنے کیلئے صبح ومساء دل بے قرار رہتا تھا۔ اسی بناپر مختلف مقامات پر جانا اور وہاں قیام کرنا پڑا۔ راجووال سے پتوکی چلے گئے۔ وہاں اپنے دیگر دوہم عمر علماء سے مل کر بہت بڑے مدرسے کا پروگرام بنایا جس کے لیے ایک ایکڑ رقبہ بھی خریدا گیا لیکن بوجوہ یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ ایک سال کیلئے مدرسہ ضیاء السنۃ راجہ جنگ میں بھی درس وتدریس کے سلسلہ میں خدمات انجام دیں۔ مدرسہ ضیاء السنہ ضلعی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام تھا۔ مدرسہ ضیاء السنۃ میں اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے کہ منڈی راجووال سے احباب جماعت کا وفد ان کے پیچھے گیا جو واپس اس گاؤں میں لے گیا۔ اس مراجعت میں ولی کامل مولانا محی الدین لکھوی کی مساعی جلیلہ کا بھی بڑا دخل ہے۔ ابتدائی سالوں میں مختلف مقامات پر قیام کے دوران محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمت میں حاضری دے کر ان سے علمی راہنمائی لیتے رہے۔ مولانا امرتسری

Marfat.com

نے ان کی محنت ولگن سے متاثر ہو کر انہیں ایک مرتبہ جامع ترمذی کی معروف زمانہ شرح ''تحفۃ الاحوذی'' تحفۃ میں دی۔ ''تحفۃ الاحوذی'' مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری کی ایسی شاہکار تالیف ہے جو شروحاتِ حدیث میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

۱۹۴۹ء میں قائم کردہ مدرسہ دارالحدیث آج بھی قائم ودائم اور مصروف عمل ہے جس میں تجوید وقرات، حفظ وتحفیظ اور درس وتدریس کے شعبہ جات میں استفادہ کی غرض سے دور دراز سے طالبان قرآن وحدیث کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس ادارے سے بیسیوں فارغ اور سینکڑوں طلبہ مستفید ہو چکے ہیں۔ مولانا اور ان کے مدرسے نے علاقہ میں دعوتی وتبلیغی، تدریسی واشاعتی اور تقریری وتحریری شعبوں میں قابل ذکر ولائق تحسین خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی سرپرستی میں اس علاقے میں باقاعدہ جلسوں کا آغاز ہوا۔ انہی کے ادارے میں پہلی مرتبہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال عمل میں لایا گیا۔ مذکورہ شعبوں کے علاوہ گزشتہ سالوں میں اس ادارے میں ماہ رمضان میں دورہ تفسیر کا اہتمام بھی کیا جاتا رہا جس کے لیے شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالویؒ شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہؒ اور شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ خاں مدنی جیسی راسخ الفکر شخصیات کی خدمات حاصل کی جاتی رہیں۔ راقم الحروف نے بھی اس ادارے سے تفسیری استفادہ کیا۔

مولانا نے تمام زندگی اس انداز سے گزاری کہ ''کُنْ فِی الدّنیا کانک غریبٌ او عابر سبیل''

تمام عمر اپنی اور اپنے متعلقین احباب واصحاب اور اعزہ واقارب کی بھلائی وخیر وخواہی میں صرف کر دی۔ دنیوی لذتوں اور رغبتوں کی بجائے ایک ہی فکر دامن گیر رہی کہ یوم آخرت کو بارگاہ ایزدی میں سرخرو ہو جائیں۔ ہم نے جب سے سنِ شعور میں قدم رکھا ہے انہیں انہی مناصب کی انجام دہی میں کوشاں وسرگرداں پایا ہے۔ ہمارے والد گرامی میاں سراج دین مرحوم ومغفور بھی بڑے سادہ مزاج اور منکسر المزاج شخص تھے۔ زندگی بھر ان کا تعلق مولانا سے بھائیوں جیسا رہا اور زندگی کے کسی موڑ پر بھی ملاقات ہوئی تو موضوع دینی فکر ہی رہا۔ جب وہ داغ

Marfat.com

مفارقت دے کر عازم راہ عدم ہوئے تو ہم نے دیکھا ان کی قبر پر کھڑے مولانا محمد یوسف اس طرح رو رہے تھے جس طرح ان کا حقیقی بھائی بچھڑ گیا ہو اور نہ ختم ہونے والے صدموں سے دوچار کر گیا ہو۔ اس وقت سے لے کر تا دم تحریر مولانا سے جب بھی ملاقات ہوئی سب سے پیشتر انہوں نے مرحوم والد گرامی کیلئے ڈھیروں دعائیں دیں۔ پھر سلسلہ کلام شروع کیا۔ یہ جذبہ خیر خواہی اور انداز دلگیری ان کی زندگی کا ایسا نمایاں وصف ہے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

مولانا صاحب اولاد و احفاد ہیں جن میں سے اکثریت شعور و آگہی سے بہرہ ور اور زیور علم و عرفان سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ چار بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں جن میں سے ایک بیٹا مولانا عبداللہ سلیم اور ایک بیٹی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ مرحوم عبداللہ سلیم مولانا کے بڑے صاحبزادے تھے۔ مرحوم میں بڑی خوبیاں تھیں۔ چند لمحوں میں نئے ملنے والے کو اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ ان سے مل کر کسی اجنبی کو اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ جوان ہوئے تو حصول تعلیم کے بعد مقامی سکول میں ملازمت اختیار کر لی لیکن مدرسے کے انتظام و انصرام کے سلسلے میں اپنے والد بزرگوار کی بھرپور اعانت کرتے تھے۔ ان کی ذمہ دار طبیعت کی وجہ سے بزرگ بابا جی بڑی حد تک مطمئن اور بے فکر ہو گئے تھے۔ لیکن عالم شباب میں اچانک ان کی موت سے بابا جی کے دل پر ایسا گھاؤ لگا اور کمر پر ایسا وزن ثقیل آن پڑا کہ انہیں سنبھلنے میں کئی سال لگ گئے۔ اتنا عرصہ گذر جانے کے باوجود اب بھی ان کی یاد آئے تو بابا جی کا دل پسیج جاتا ہے۔ دعا ہے کہ جواں مرگ مرحوم کی بشری لغزشوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے آمین۔

ان سے چھوٹے پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن یوسف ہیں جو بڑے بلند پایہ عالم دین اور معتبر سکالر ہیں۔ ملکی اہم ترین مدارس و جامعات سے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی فیض یافتہ ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے سند امتیاز حاصل کر کے واپس لوٹے تو وطن عزیز میں سعودی عرب کے ادارۃ البحوث کی بعثت کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عربی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں پروفیسر تعینات

Marfat.com

ہوئے لیکن اپنی ذاتی وجوہات کی بنا پر ملازمت ترک کر دی۔ان دنوں دارالحدیث جامعہ کمالیہ میں ہی اپنے والد گرامی کی معاونت ومساعدت میں ہمہ تن مستعد ہیں جبکہ تصنیفی وتالیفی میدان میں ایسی خدمات انجام دینے کا ارادہ رکھتے ہیں جنہیں مدتوں بھلایا نہ جا سکے۔ان سے چھوٹے عبیداللہ احسن نفیس الطبع گریجویٹ ہیں جن کا اپنا پرائیویٹ سکول ہے جس کی تمام تر دیکھ بھال ان کے ذمہ ہے۔عبیدالرحمٰن محسن سب سے چھوٹے ہیں لیکن سنجیدہ فکر اور عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ان کی تعلیم آخری مراحل میں ہے جبکہ دارالحدیث جامعہ کمالیہ میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔مولانا کی ایک بیٹی اوکاڑہ میں قاری عبداللہ یونس برادر مولانا عبداللہ یوسف کے نکاح میں ہیں جبکہ ایک دختر نیک اختر مولانا عبدالستار حماد رئیس جامعہ دارسات الاسلامیہ میاں چنوں کے حبالہ زواج میں ہیں۔ایک لخت جگر قاری عبیداللہ احسن بن مولانا عبدالخالق آف کھڈیاں کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہیں،ایک صاحبزادی مولانا عبدالمجید عابد پاکپتن کے عقد میں ہیں جبکہ سب سے چھوٹی بیٹی کا نکاح حافظ عبدالقوی بن مولانا عبدالحکیم سے ہوا جو صاحبزادہ عبدالحلیم یزدانی جھنگ کے بھتیجے ہیں۔

مولانا محمد یوسف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تنہا نہیں بلکہ ان کا خاندان اب ایک ہم سفر سے پورا کاروان اور ایک گل سرسبد سے مکمل گلزار بن چکا ہے۔مالک رحیم وکریم سب کو اپنے سایہ عاطفت میں رکھے اور تمام اولاد واحفاد کو اس گلستان اسلام اور چمنستان توحید وسنت کی آبیاری کرنے کی توفیق بخشے آمین۔دارالحدیث راجووال کی چند اہم مطبوعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اہل حدیث کے امتیازی مسائل۔از حافظ عبداللہ روپڑی۔

۲۔ شرعی داڑھی، کتاب الاذان، قبروں پر اذان کہنا بدعت ہے۔ از مولانا عبدالقادر حصاری۔

۳۔ تاریخ قرآن،فہم قرآن کے بنیادی اصول۔الصحیحین۔ازمولانا محمد عبدہٗ۔

۴۔ ابراء اہلحدیث والقرآن۔از حافظ محمد عبداللہ غازی پوری۔

Marfat.com

۵۔ رسالہ مطمئنہ در تحقیق مسئلہ۔ اربعین۔ حیات عیسیٰ بن مریمؑ۔ فضائل حج۔ فضائل ومسائلِ قربانی۔ از مولانا محمد یوسف۔

۶۔ علماءِ دین اور امراء اسلام۔ از مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری۔

۷۔ مرحوم دوست کی یاد میں۔ از مولانا محمد ابراہیم خلیل۔

۸۔ مجموعۃ الرسائل۔ تذکرہ عارف حصاری۔ از مولانا عبداللہ سلیم اور دوسری کئی مطبوعاتِ دارالحدیث راجووال اہل علم کے لئے علمی سرمایہ ہیں۔

Marfat.com

پروفیسر غلام حسین تہاڑیہ تلونڈی

پروفیسر غلام حسین تہاڑیہ مختصر جسامت کے شریف النفس انسان، زہد و ورع کی لذتوں سے آشنا، فحش گوئی اور بدکلامی سے بیزار، کم گو اور نرم رفتار اپنی پیرانہ سالی میں تلونڈی میں رہائش پذیر ہیں۔ عملی طور پر زندگی میں بے شمار نشیب و فراز سے گزر ہوا لیکن اپنی دینداری اور وضعداری کو قائم رکھا۔ بعض مواقع پر نقصان برداشت کر لیا لیکن دینی فرائض سے پہلو تہی اختیار نہیں کی۔ باقاعدہ کسی کالج یا یونیورسٹی میں پڑھایا تو نہیں لیکن طویل عمر کالج میں بطور لائبریرین ملازمت اختیار کرنے پر پروفیسر مشہور ہوئے جوان کے نام کا حصہ بن گیا۔

1923 میں فیروز پور شہر میں میاں ابراہیم کے گھر ولادت ہوئی۔ ان کا خاندان دریائے ستلج کے کنارے ''تہاڑا'' میں آباد تھا جہاں ہر سال سیلاب آجاتا، کھیت و مکانات اس کی نظر ہو جاتے۔ اس بنا پر وہ اس بستی کو چھوڑ کر فیروز پور شہر میں جا بسے بلکہ شہر میں ایک بستی ''بستی رحمٰن تہاڑیہ'' کے نام سے بسالی۔ اسی کی مناسبت سے خاندان کے تمام لوگ تہاڑیہ کے نام سے پکارے جانے لگے۔ ان کا خاندان پڑھا لکھا تھا۔ ایک ماموں میاں عبدالحق بار ایٹ لاء تھے جبکہ ایک ماموں فاضلکا ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ جو مجلس احرار میں شامل ہوئے اور اسی دوران اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ پروفیسر غلام حسین کو چوہدری بھی کہا جاتا ہے اور حج کرنے کی مناسبت سے حاجی بھی پکارا جاتا ہے۔

فیروز پور شہر سے ہی بی اے کیا۔ اس کے بعد ایم اے عربی کرنا چاہتے تھے لیکن ایک بزرگ جو ریلوے میں ملازم تھے ان کے کہنے پر ریلوے میں گارڈ بھرتی ہو گئے اور یہیں سے عملی زندگی کا آغاز ہوا۔ اگرچہ یہ ملازمت دو ماہ چلی لیکن قلیل وقت میں بہت سے تجربات سے ہمکنار

Marfat.com

ہونے کا موقعہ ملا۔اس کے بعد فیروز پور چھاؤنی میں اکاؤنٹس کی ملاقات اختیار کی لیکن وہ بھی ترک کردی۔ یہ دونوں ملازمتیں نماز میں دقت کی بناپر چھوڑیں۔ ملٹری اکاؤنٹس کی ملازمت میں افسران بالا جو سکھ اور ہندو تھے ظہر کی نماز کی اجازت نہیں دیتے تھے جس کی وجہ سے استعفیٰ دینا ہی مناسب خیال کیا جبکہ ریلوے کی ملازمت میں یہ واقعہ پیش آیا کہ لمبی ڈیوٹی کر کے جب واپس پہنچے تو گاڑی سٹیشن پر چھوڑی اور کوارٹر میں چلے گئے۔اب فجر کی نماز میں آدھ گھنٹہ تھا۔اب اگر نیند کا مزہ لیا جاتا تو نماز ضائع ہوتی تھی اور اگر اسی وقت نماز پڑھی جاتی تو اس کا ابھی وقت نہیں ہوا تھا۔چنانچہ نماز پڑھ کر سونے کی غرض سے یونیفارم اتارے بغیر جوتوں سمیت ہی بستر پر دراز ہو گئے کہ چند منٹ ستا کر نماز ادا کر کے ہی سوئیں گے لیکن نیند کا غلبہ تھا۔ لیٹتے ہی خود بخود جوتے اترتے گئے اور لحاف میں گھستے گئے۔ جب آنکھ کھلی باہر نکل کر دیکھا تو ہلکی ہلکی دھوپ تھی۔ اس خیال سے دھوپ میں بیٹھ گئے کہ ابھی سورج ذرا اوپر آئے گا تو نماز ادا کریں گے لیکن سورج تو زردی کی طرف مائل تھا اور جب ادھر ادھر غور کیا اور گھڑی پہ دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ صبح کی نہیں بلکہ مغرب کی ساعتیں ہیں۔ یہ کیا ہوا کہ نماز فجر کی فکر کرنے والے کی ظہر اور عصر بھی ضائع ہو چکی تھی۔ اس پر کف افسوس ملنے کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔اس واقعہ نے دل میں اسقدر احساس زیاں پیدا کیا کہ استعفیٰ لکھ کر اسٹیشن ماسٹر کی میز پہ رکھا اور کوئٹہ سے لاہور آ گئے۔

بعدازاں مرکز الاسلام لکھوکے میں چند برس تدریسی فرائض انجام دیے چونکہ مولانا معین الدین لکھوی جو مرکز کے ناظم تھے وہ میٹرک کے دوران ان کے ہم جماعت رہ چکے تھے یہ سنجوگ دوبارہ ہم رکاب بننے کے کام آیا۔ یہ سلسلہ قیام پاکستان تک چلا۔قیام پاکستان کے بعد غلہ منڈی اوکاڑہ میں بطور آڑھتی کے کام کیا۔ پھر ستلج ہائی سکول میں بطور سیکنڈ ماسٹر فرائض انجام دیے۔ تقریباً چار ماہ میونسپل کمیٹی چونیاں میں سیکرٹری کے طور پر بھی کام کیا لیکن طبیعت سے مطابقت نہ ہونے پر یہ ملازمت بھی ترک کردی۔ پھر لائبریری سائنس میں ایم اے کر کے گورنمنٹ کالج راولپنڈی میں بطور لائبریرین سروس اختیار کی۔ پھر گوجرانوالہ اور لاہور سمیت تیس

Marfat.com

سال سروس مکمل کر کے ساٹھ سال کی عمر میں ریٹائرمنٹ لے کر تلونڈی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

حاجی غلام حسین تقریباً 21 سال کی عمر میں 1943ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے دو بچیوں سمیت چار اولادیں مرحمت ہوئیں۔ مشیت الٰہی کہ تمام بچے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ صرف ایک بیٹی زیب النساء زندہ رہیں جو بیگم اسد اللہ غالب بنیں۔ اسد اللہ غالب لاہور میں مقیم اور شعبہ صحافت میں ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ بیٹی زیب النساء بڑی علم دوست اور دیندار خاتون ہیں۔ گوجرانوالہ میں قیام کے دوران وہ اکثر و بیشتر دینی پروگرام منعقد کرواتی رہتی تھیں۔

مختلف مقامات پہ رہتے ہوئے دین اور دیندار طبقے سے خصوصی لگاؤ حاجی صاحب کا وصف خاص رہا۔ ابتدائی ایام میں مرکز الاسلام لکھوکے میں شب و روز بسر کیے اور اصحاب خیر کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات سے اپنے دامن کو معمور کیا۔ جب راولپنڈی میں قیام رہا تو حضرت حافظ محمد اسماعیل ذبیح کی ہم سفری اور ہم رکابی کا شرف نصیب ہوا۔ گوجرانوالہ میں قیام کے دوران جماعت کے فحول علماء کی خدمت عالیہ میں بیٹھنے اور ان سے فیضیاب ہونے کا موقع میسر رہا۔ جب تلونڈی میں رہائش اختیار کی تو بھی مسجد اور مسجد کو آباد کرنے والوں سے خصوصی تعلق خاطر رہا۔ تلونڈی میں ایک ہی مسجد تھی جس میں اہل حدیث اور بریلوی مکتب فکر کے لوگ اکٹھے ہی نماز پڑھتے تھے لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ علیحدہ مسجد کا سنگ بنیاد ناگزیر ہو گیا۔ چنانچہ 1973ء میں مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھی گئی جس میں ان دنوں مولانا محمد بشیر صاحب امام و خطیب کی ذمہ داری انجام دے رہے ہیں۔ مسجد کی بنا اور تعمیر کے سلسلہ میں پروفیسر غلام حسین اپنے رفقاء سمیت پیش پیش رہے۔

پھر 1989ء میں مرکزی جامع مسجد اہل حدیث مین بازار تلونڈی کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کے پہلے خطیب حاجی عبدالرزاق تھے جو لکھوکے سے فیض یافتہ اور عربی ادبیات کے

Marfat.com

ماہر تھے ان دنوں مولانا بشیر احمد عاجز خطیب ہیں۔ جو 1994ء میں اس محراب و منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ مولانا عاجز دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور سے سند یافتہ ہیں۔ وہاں انہوں نے شیخ الحدیث حافظ محمد اسحق اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی سے استفادہ کیا۔ شیخ الحدیث مولانا ثناء اللہ خاں مدنی سے بھی فیض یافتہ ہیں۔ دھیمے مزاج کے ساتھ مدلل گفتگو کرنے کے عادی اور زہد و ورع کے پیکر ہیں۔

ہمارے دیرینہ ساتھی حافظ منظور احمد نے گذشتہ برس تلونڈی اڈا پر مسجد قائم کی ہے جو مستقبل میں انشاء اللہ جماعتی مرکز ثابت ہوگا۔ حافظ منظور احمد بڑے ثابت قدم اور مستقل مزاج ہیں جو عسر و یسر میں جماعت کے ساتھ رہے۔

Marfat.com

مولانا حکیم محمد اشرف سندھو

قیام پاکستان سے قبل جن لوگوں نے کتاب وسنت کی ترویج اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے بہت کام کیا ان میں نمایاں نام مولانا حکیم محمد اشرف سندھو ہے۔مولانا متدین عالم دین، باخبر مناظر اور صاحب فراست مؤلف تھے۔انہوں نے اپنی زندگی کی قیمتی صبحیں اور شامیں وعظ وتبلیغ، درس وتدریس، انذار وتبشیر اور تصنیف وتالیف میں صرف کر دیں۔

مولانا سندھو ۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کو کوٹ ماہی خاں ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ابتدائی طور پر مڈل سکول پیارا وتاڑ سے مڈل کا امتحان اچھے نمبروں میں پاس کیا۔پھر ارزانی پور اور ججہ کلاں میں رہ کر مولانا عبدالرحمانؒ سے تفسیر وحدیث کی کتب پڑھیں۔دینی تعلیم کے ساتھ حکیم جمال دین آف کانویں ملیاں سے طب وحکمت کے اسرار ورموز سیکھے۔بھائی پھیرو کے نزدیکی گاؤں سندھواں کلاں میں اکثریت ہندوؤں اور سکھوں کی تھی جبکہ غریب مسلمان گھر بھی آباد تھے۔انہی مسلمان افراد کی خواہش پر مولانا اس گاؤں میں اقامت پذیر ہوگئے اور بڑی حکمت عملی سے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔۱۹۱۴ء میں مسجد ربانی اہل حدیث کی بنیاد رکھی۔اس کی تعمیر وترقی میں بڑی جدوجہد کی۔ابتدا میں گاؤں کے سکھ اور ہندو بڑا احترام اور اعتماد کرتے تھے لیکن جب مسجد میں اذان گونجنے اور خالص دعوت پھیلنے لگی تو ان سے لڑائیاں بھی ہوئیں لیکن کوئی خوف وڈر یا طمع ولالچ مشن کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکا۔ان کی حکمت ودانائی سے لبریز دعوت سے ایک سکھ سردار ''ایسر سنگھ'' مسلمان ہوا جس کا نام غلام محمد رکھا۔

مولانا سندھو نے جب محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی کی شہرت سنی تو ۱۹۲۳ء میں استفادہ کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان سے اکتساب واستفادہ کے بعد

Marfat.com

مسائل کے بیان و تبیین میں انہی کا علمی و تحقیقی انداز اپنایا۔ حضرت محدث روپڑی کی علمی محبت نے مولانا سندھو کو کامیاب مناظر بنادیا۔ چنانچہ انہوں نے کئی مناظروں کا میدان سجایا اور ان میں حصہ بھی لیا۔ ۱۹۲۴ء میں مولوی عبدالمجید نامی ایک بریلوی مولوی نے مشہور کردیا کہ دیوی کا بکرا حلال ہے یعنی اگر کوئی بکرا ہندوؤں کی دیوی کے نام پہ نذرانہ دیا جائے اور پھر اس پہ تکبیر پڑھ کر ذبح کر کے کھایا جائے تو حلال ہے۔ اور اس کیلئے ایک تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہنا شروع کردیا کہ سعودی عرب کے علماء دین کا فتویٰ ہے جس میں لکھا ہے کہ دیوی کا بکرا حلال ہے۔ جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس فتویٰ پر لگی ہوئی مہر اور لکھی ہوئی تحریر دونوں جعلی ہیں۔ یہ تحریر جب محدث روپڑی کو دکھائی گئی تو انہوں نے بھی اس کی جعلسازی پہ مہر تصدیق ثبت کردی۔ اس کے باوجود بریلوی مولوی اور اس کے رفقاء ڈٹے رہے کہ حلال ہے۔ ان حالات میں مولانا سندھو نے انہیں مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ ''بجہ کلاں'' میں مناظرہ ہوا جس میں فحول اور کبار علماء نے مسلک حدیث کی ترجمانی کی جبکہ دوسری طرف سے بھی بڑے بڑے علماء شریک ہوئے۔ واں آدھن کے رئیس سردار محمد اکبر نکئی اس مناظرہ کے صدر جبکہ سردار غلام نبی نکئی ثالث بنے۔ بحث و تمحیص کے بعد ثالث نے فیصلہ کیا کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء اپنا موقف صحیح ثابت نہیں کر سکے جبکہ اہل حدیث علماء نے ثابت کیا ہے کہ ان کا موقف سچا ہے۔ بعد میں اس مناظرہ کی کاروائی کو مولانا سندھو نے منظوم شکل دے کر شائع بھی کیا۔

۱۹۴۱ء میں چک ۴ جی ڈی غلام رسول ضلع اوکاڑہ میں ''بشریت رسولؐ اور حاضر ناظر'' کے مسئلے پر نزاع پیدا ہوگیا تو مولانا اشرف سندھو نے مناظرے کا میدان لگایا جس میں اہل حدیث مسلک کی نمائندگی مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی جبکہ بریلوی مکتب فکر کی نمائندگی مولانا محمد عمر اچھروی نے کی۔ ان دونوں کے مابین مناظرہ ہوا۔ باماں بالا ضلع اوکاڑہ کے رئیس ملک محمد اسفندیار خاں ثالث مقرر ہوئے۔ دوران مناظرہ دونوں فریق دلائل دیتے رہے اختتام پر ثالث نے جو فیصلہ لکھا اس کے الفاظ اس طرح تھے:

Marfat.com

"۱۹۴۱-۱۰-۲۷ کو چک نمبر ۴ جی ڈی میں جو مناظرہ مابین حافظ عبدالقادر روپڑی اور مولانا محمد عمر اچھروی ہوا اس میں منجانب فریقین متفقہ طور پر مظہر کم علم وکم فہم کو ثالث مناظرہ مقرر کیا گیا۔ اپنی ناقص رائے کے مطابق جہاں تک میں سمجھا ہوں فریقین کے زوائد کو چھوڑ کر فیصلہ کرتا ہوں کہ مولوی محمد عمر اچھروی اپنے دعوے کو ثابت نہیں کر سکے"۔ والسلام محمد اسفندیار بقلم خود ۱۹۴۱-۱۰-۲۹"

مولانا اشرف سندھو نے بعد میں اس مناظرے کو "الشھاب الثاقب" یعنی حقیقت مناظرہ چک ۴ جی ڈی غلام رسول والا کے نام سے شائع کیا۔ مولانا نے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ اس دور میں حج کی اتنی سہولتیں نہیں تھیں بلکہ سفر حج کیلئے کافی مشکل اٹھانا پڑتی تھی۔ پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں حضرت حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی، حکیم نور الدین اور صوفی عبدالعزیز کی رفاقت میں بیت اللہ کا حج کیا۔ واپسی پر "سفر حجاز" کے نام سے سفر نامہ ترتیب دیا۔ دوسری مرتبہ ۱۹۳۷ء میں حکیم محمد عبداللہ جہانیاں منڈی، حکیم عبدالغنی سری نگر اور چوہدری عزیز خاں کوٹ ماجی خاں کی معیت میں سفر سعادت اختیار کیا۔ پھر تیسری مرتبہ ۱۹۴۶ء میں مولانا محمد اسماعیل غزنوی اور حکیم ثناء اللہ ثنائی دواخانہ لاہور کی ہمراہی میں سعادت حج بیت اللہ حاصل کی۔

مولانا نے تمام عمر کتاب وسنت کی سربلندی اور اس کی ترویج واشاعت کیلئے صرف کردی۔ وہ خود وعظ وتبلیغ کرتے تھے اور قریبی علاقہ جات میں اپنی کوشش وکاوش سے تبلیغی پروگرام بھی منعقد کرواتے تھے۔ ۱۹۲۷ء ۱۶-۱۷ اکتوبر کو چونیاں میں تبلیغی واصلاحی جلسہ منعقد کروایا۔ پھر ۳۰-۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء کو گلاں والا میں جلسہ کیا جس کیلئے علاقہ بھر میں رابطہ دورے کیے۔ جلسہ میں حضرت محدث روپڑی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالمجید ہزاروی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد یوسف دنیانگری اور مولانا امام دین بھکھوی جیسے جید اور فحول علماء کرام نے شرکت کی اور اپنے علمی وتحقیقی خطابات وتقاریر سے عوام الناس کو بہرہ ور کیا۔ اس جلسہ میں

Marfat.com

مولانا محمد اشرف سندھو کو تحصیل چونیاں کے لئے جماعت کا ناظم بنایا گیا۔ناظم بننے کے بعد تبلیغی سلسلہ کے دوروں میں اوراضافہ کردیا۔

مولانا موضع سندھو کلاں میں امامت وخطابت کرتے تھے لیکن جماعتی احباب سے معاوضہ وصول نہیں کرتے تھے۔بلکہ حکمت وطبابت کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔دین اسلام کی ترویج واشاعت کیلئے ۱۹۲۹ء میں گاؤں میں بیت المال قائم کیا جس سے مستحقین کی مدد کرتے اور وعظ وتبلیغ کیلئے بھی خرچ کرتے۔مولانا طبیب وحکیم واعظ ومبلغ اور مقرر ومناظر کے ساتھ مصنف ومؤلف بھی تھے۔ان کے مضامین ومقالات اکثر وبیشتر جماعتی وملکی رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہتے تھے۔

ان کا انداز ہمیشہ علمی وتحقیقی ہوتا تھا۔شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے کہا تھا کہ میں تنظیم اہلحدیث میں اشرفین (مولانا اشرف سندھو اور مولانا عبدالرحیم اشرف) کے مضامین ہی پڑھتا ہوں۔مولانا نے مختلف موضوعات وعناوین پر کتابیں لکھیں جن میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں شامل ہیں۔تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مقیاس حقیقت — تاریخ التقلید — پیغام جیلانی — مقام اہل حدیث

نتائج التقلید — البشریٰ بسعادت الدارین فی ترجمۃ السید نذیر حسین (عربی)

رکعات قیام رمضان — بریلوی عقائد واعمال بریلویت کا پس منظر

عقیدہ حیات النبی ﷺ — اکمل البیان (اردو،عربی) — فرقہ ناجیہ — اکابر علماء دیو بند کا مذہب

فلاح دارین — رسول اللہ ﷺ کی نماز — الشہاب الثاقب — فرقہ وجودیہ کی اصلیت اور پہچان

تقلید جامد کے برگ وبار — حنفی عقیدہ — زندہ درگور کا پس منظر — دین فطرت

فقیہ عراق — امام مالکؒ — امام شافعیؒ — امام احمد بن حنبلؒ

بکرا دیوی نانک کا پیغام — نانک کی ہرداس — گیانی جی کیوں مسلمان ہوئے

مناظرہ ججہ کلاں (منظوم) — ولایت محمدی (منظوم) — تعویز محمدی — تاریخ اہل حدیث

Marfat.com

شمع توحید   شان محمد ﷺ   سیرۃ النبی   شافع روز جزا   حقیقت ایمان

مندرجہ بالا کتب کی فہرست مولانا سندھو کے حفید نبیل محمد یوسف ندیم سندھو نے فراہم کی ہے جو ماضی قریب میں گورنمنٹ کالج پتوکی میں میرا طالب علم رہا اور گریجوایشن کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا۔ مولانا آخری ایام میں علیل ہوئے تو انہیں میو ہسپتال لاہور میں داخل کروا دیا گیا۔ عجب اتفاق کہ ان کے استاد گرامی حضرت محدث روپڑی بھی ان دنوں اسی ہسپتال میں صاحب فراش تھے۔ مولانا نے بیماری کے عالم میں اپنی جان **1964**ء میں خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔ اور یوں اطراف واکناف کے تاریک گوشوں کو روشن کرنے والا چراغ بجھ گیا جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

Marfat.com

مولانا محمد اسحٰق رحمانی

گفتار میں اعلیٰ، کردار میں پختہ، علم میں راسخ، عمل میں صالح، اتقاء وصالحیت کے پیکر، حق وصداقت کے خوگر، خوش اطوار اور مہمان نواز یہ تھے مولانا محمد اسحٰق رحمانی جن کا آبائی تعلق موضع گوہڑ سے تھا جو وہاں کے نیک سیرت، متقی پرہیز گار اور ایماندار زمین دار حاجی اللہ بخش کے فرزند ارجمند تھے۔ بچپن نازونعمت میں گزارا۔ گھر میں بڑا ہونے کی بناپر اپنے والد گرامی کے نورنظر اور سکون قلب وجگر تھے۔ لیکن والد مکرم نے اپنی طبعی صالحیت کی بناپر اپنے گوشہ جگر کو کتاب وسنت کے خالص علمی زیور سے آراستہ وپیراستہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور طلب علم کے سفر پر روانہ کردیا۔

مولانا رحمانی نے ابتدائی کتب مرکز الاسلام لکھوکے میں پڑھیں۔ اس کے بعد علم وعرفان کے اعلیٰ وارفع مدارج ومنازل طے کرنے کیلئے دبستان دہلی کا رخ کیا۔ جہاں مدرسہ رحمانیہ میں محدث شہیر مولانا احمد اللہ جیسے مقتدر اور فحول علماء کرام سے اکتساب واستفادہ کیا۔ مولانا مدرسہ رحمانیہ دہلی میں ہی فراغت پا کر علم وفضل کے خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔ اسی بناپر انہیں رحمانی کی نسبت سے منسوب کیا جاتا تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ مولانا دوران تعلیم بھی ممتاز حیثیت میں رہے اور ان کا شمار لائق وذہین طلبہ میں ہوتا تھا۔

درسیات میں فراغت کے بعد مراجعت ہوئی تو گوجرانوالہ کے قریبی گاؤں وڈالہ سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ وہاں مسجد میں امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کی خوش کلامی اور حسن سلوک کی وجہ سے مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی احترام کرتے تھے بلکہ انہیں مقدس دیوتا مانتے تھے۔ مولانا کچھ عرصہ ڈھلیانہ کی درسگاہ میں بھی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے

Marfat.com

کیونکہ وہ اعلیٰ پایہ کے مقرر اور مستند مدرس بھی تھے۔اس کے بعد قصور شہر کی مرکزی مسجد کے محراب ومنبر پر جلوہ افروز ہوئے۔اور آوازہ حق کو بلند کرنا شروع کردیا۔لیکن شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا سرگودھا شہر میں انتقال ہو گیا تو سید مولانا محمد داؤد غزنوی کی تحریک وترغیب پر مولانا رحمانی قصور کی اقامت کو ترک کر کے سرگودھا شہر میں اقامت گزیں ہو گئے۔وہاں عرصہ دراز کتاب وسنت کی خالص دعوت لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے۔سرگودھا کی جماعت میں ہی نہیں پورے ملک کی جماعت میں مولانا کو احترام واکرام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب سید داؤد غزنوی نے داعی اجل کی آواز پر لبیک کہا تو ان کے بعد مسند امامت وخطابت پر فروکش ہونے کیلئے اکابر وعمائد جماعت مولانا رحمانی کو لاہور لے آئے۔لیکن یہ سلسلہ زیادہ عرصہ نہیں چل سکا کیونکہ سرگودھا کی جماعت کے اصرار پر انہیں واپس جانا پڑا۔پھر تادم واپسیں مولانا رحمانی سرگودھا میں ہی قیام پذیر رہے۔بالآخر 4 ستمبر 1967ء کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے دن راہ ملک عدم کا سفر اختیار کر گئے۔مولانا مسجد میں درس وتدریس میں مشغول ومصروف تھے کہ اوپر والے حصے میں بڑی کلاس کے طلبہ کا شور سنا۔انہیں خاموش کروانے کیلئے اوپر گئے۔طلبہ کو خاموش کروایا۔عجب اتفاق کہ طلبہ کیا خاموش ہوئے مولانا ہمیشہ کیلئے ہی خاموش ہو گئے۔دل کے مریض تھے۔اچانک دل کا ایسا دورہ پڑا کہ جان لیوا ثابت ہوا۔

اپنے پیچھے پسماندگان میں ایک فرزند نبیل محمد اقبال چھوڑا۔جس نے اسی دن کالج میں تھرڈ ایئر میں داخلہ لیا تھا اور ائیر فورس کی طرف سے انٹرویو لیٹر بھی موصول ہوا لیکن یہ سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔نہ وہ سرگودھا میں تعلیم جاری رکھ سکے اور نہ ہی ائیر فورس میں جاسکے۔مولانا کا جسد خاکی وہاں سے آبائی گاؤں ''گوہڑ'' لایا گیا۔مولانا رحمانی کے برادر صغیر مولانا محی الدین سلفی کے علاوہ مولانا محمد اسحٰق چیمہ،میاں عبدالستار سرگودھا اور مولانا کے فرزند محمد اقبال بھی ساتھ آئے۔جہاں ہزاروں فرزندان توحید وسنت نے اشکبار آنکھوں اور زیر بار ہاتھوں سے عابد وزاہد اور مطیع وفرمانبردار شخص کو سپرد خاک کیا۔ان کے فرزند نبیل کے نازک

Marfat.com

کندھوں پر حزن وملال اور مصائب وآلام کا کوہِ گراں آن پڑا جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حسب منشاء اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ پھر بھی بی اے کر کے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ زندگی میں مختلف کاروباری مشاغل اختیار کیے۔ جبکہ ان دنوں وہ پتوکی سے چند میل کے فاصلے پر سجھو وال کے قریب پودوں کی نرسری کا کاروبار کرتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔

مولانا محمد اسحاق رحمانی بلند پایہ خطیب، زیرک سیاستدان اور صاحب الرائے تنظیمی شخص تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے اہم سال جماعت کے نظم وربط کی نظر کر دیے۔ قصور شہر میں قیام کے دوران وہ قصور کے ضلعی صدر رہے۔ پھر عرصہ دراز تک مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی مرکزی عاملہ کے رکن رہے۔ پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی کمیٹی کے ممبر رہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب جامعہ کا نظام چلانے میں علماء کی آراء کو فوقیت حاصل تھی۔ پروفیسر سید ابو بکر غزنوی جب مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ کے منصب سے دستکش ہوئے تو 20 فروری 1966 کو مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں میاں فضل حق کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔ مرکزی جمعیت کے بانی صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے ارتحال کے بعد 19 جنوری 1964 کو مرکزی شوریٰ کا اجلاس جس میں پروفیسر سید ابو بکر غزنوی کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔ اس کی صدارت مولانا محمد اسحٰق رحمانی نے کی۔ مولانا کی تنظیمی اور جماعتی خدمات کا اعتراف عمائد واکابر علماء بھی کرتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنے ایک تعزیتی مقالہ میں اس بات کا اعتراف کیا کہ سید غزنوی کی علالت کے آخری ایام میں مولانا رحمانی نے بڑی عزیمت واستقامت کا مظاہرہ کیا۔ کچھ گوشوں سے بحران پیدا کرنے کی کاوشیں ہوئیں لیکن انہوں نے مرکزی دفتر میں باقاعدہ وقت دے کر اور بڑی پختگی سے لوگوں کی باتوں کا جواب دے کر جماعت کو کڑے وقت سے نکالا۔

مولانا بڑے صابر وقانع اور خوش اطوار وضعدار انسان تھے۔ صدر ایوب کے دور میں مذہبی امور کیلئے ایک مشاورتی بورڈ بنایا گیا جس میں مولانا محمد اسحٰق رحمانی کے علاوہ مولانا عبدالمجید سالک، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی اور دیگر علماء بھی شامل تھے۔ ایک اجلاس ہوا جس میں صدر ایوب

Marfat.com

دیر سے آئے اور علماء کو انتظار کرنا پڑا۔ دوسرے اجلاس میں بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسرے اجلاس میں بھی جب صدر ایوب دیر سے آئے اور علماء کو انتظار کرنا پڑا تو مولانا رحمانی نے استعفیٰ دے دیا۔ ہمعصر علماء نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں آپ کو شامل رہنا چاہیے، اس سے جماعتی فائدہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ جس میں علماء کو انتظار کروا کر علماء اور علم کی اہانت کی جائے میں اس بورڈ میں شامل نہیں رہ سکتا۔

ایک مرتبہ صدر ایوب کے دور میں شاہ فیصل مرحوم پاکستان کے دورے پر آئے تو صدر پاکستان کو ترجمانی کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے سید غزنوی سے رابطہ کیا تو سید صاحب نے مولانا رحمانی کو بھیجا۔ مولانا کے بیٹے کی روایت کے مطابق مولانا بے تکان عربی بولتے رہے اور چھ گھنٹے مسلسل عربی میں پاکستان کے مسائل سے مہمان گرامی کو آگاہ کیا۔ مولانا کی عربی دانی اور مہارت لسانی سے شاہ فیصل بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ شخص ہمیں دے دیں۔ مولانا غزنوی نے فرمایا کہ میرے پاس دو آدمی ہیں، مولانا سلفی اور مولانا رحمانی۔ یہ دونوں میرے دست و بازو ہیں۔ ان کے بغیر کار نظم چلانا محال ہے۔ یہ ان کی عظمت کا کمال اعتراف تھا۔

مولانا بڑے وسیع المشرب اور مہمان نواز تھے اور اس سلسلہ میں خاص شان امتیاز رکھتے تھے۔ کتابوں کے بارے میں بھی بڑا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ کتاب خریدنا اور اس کی اعلیٰ جلد بندی کروانا انہیں بڑا ہی مرغوب تھا۔ انہی ہر دو شوق و ذوق کی وجہ سے اکثر و بیشتر مقروض و زیر بار رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی زرعی زمین پر قرضہ لے کر کتابیں خریدیں۔ یہ قرضہ ان کے ارتحال کے بعد ان کے صلبی وارث کی طرف سے ادا کیا گیا۔ مولانا نے اپنی زندگی صبر و رضا لیکن عالمانہ شان و شوکت سے بسر کی۔ وہ بڑے وضعدار، خوش اطوار، خوش اخلاق اور خوش لباس بھی تھے۔

مولانا کے سانحہِ ارتحال پر جماعت کے معروف شاعر جناب علیم ناصری نے ایک رثائی نظم لکھی جو ''الاعتصام'' میں شائع ہوئی۔ افادیت کے پیش نظر اسے نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

مسلط بر جہانست ازازل تقدیر یزدانی
فقط ذات خداباقی وے دیگر ہمہ فانی
نمود روح آدم نیست جز حکم خداوندی
فضائے جسدخاکی نیست جز تدبیر سبحانی
مثال برق خاطف ایں خبرافتاد درگوشم
کہ رحلت کردازیں دارفنا اسحاق رحمانی
دریغا مرگِ آں بطل جلیل وعالم برحق
خطیب خوش نوادا حسرتا آں مرد ربانی
نمی دانم چہ افتاد است آخرحق پرستاں را
کہ پیہم ترک کردہ می روندایں عالم فانی
نصیب رفتگاں درجاتِ عالی دربہشت حق
نصیب ماست زاری،دلفگاری،اشک افشانی
چہ گو ہرہا کہ داردمعدان اہل حدیث اینجا
کہ بردہ می شوندایں بہر زیب خلد ربانی
قضاایں گوہرے برچیدداخل کرددرجنت
بگفتم"مرحباخلدآشیاں اسحاق رحمانی"

Marfat.com

مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیر پوریؒ

مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری صاحب بصیرت خطیب تھے۔ان کا شمار بیسویں صدی کے دوسرے نصف کے مقتدر علماء میں ہوتا ہے۔علمی مجالس اور فکری محافل میں ان کی شرکت ضروری سمجھی جاتی۔ان کا علمی انتساب فحول علماء سے ہے اور انہوں نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، محدث دوراں حافظ محمد عبداللہ روپڑی، امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، محدث العصر حافظ محمد گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی اور محشی سنن نسائی مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی جیسی نابغہ روزگار شخصیات سے فکری وروحانی اکتساب واستفادہ کیا تھا۔حق بات برسر محراب ومنبر بیان کرتے اور کبھی اپنے اور بیگانے کی پرواہ نہ کرتے۔

پتوکی شہر میں جمعیت طلبہ اہل حدیث نے ایک بہت بڑی کانفرنس کا اہتمام کیا۔اس کانفرنس میں خطیب ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، رئیس المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی، مناظر اسلام مولانا محمد رفیق مدنپوری (مولانا مدنپوری مرحوم کی یہ کسی جلسہ میں آخری شرکت تھی)، لاہور کے خطیب مولانا فضل الرحمان الازہری اور جمعیت طلبہ اہل حدیث کے نوجوان راہنماؤں نے خطابات کیے۔دوران خطاب ایک مقرر نے بڑے زور وشور اور ولولہ وجذبہ سے ایک روایت بیان کی اور کانفرنس میں بڑا رنگ جمایا لیکن وہ روایت کمزور تھی اور عقیدہ مسلم پہ ضرب لگانے والی تھی۔جب مقرر اپنا خطاب مکمل کر چکے تو مرحوم حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری بلاتاخیر مائک پر آگئے اور عالمانہ شان وشوکت سے مقرر کی موجودگی میں اس روایت کی تردید کردی اور پیدا شدہ ابہام کو فی الفور دور کردیا۔مقرر کی بھی کشادہ صدری کہ انہوں نے خندہ پیشانی سے اس تصحیح کو قبول

Marfat.com

کیا۔ یہاں یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ اس دور کا آخری حصہ ہے کہ تقریر وخطابت میں ترنم و تغنی کی آمیزش تو تھی لیکن غلبہ نہیں تھا۔

مولانا ابراہیم ۱۹۲۱ء میں ضلع امرتسر کی مردم خیز بستی کمیر پورہ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ بستی ہے جہاں سے علم وآگہی کی ایسی قندیلیں روشن ہوئیں جن سے ارض ہند کے اطراف واکناف کے تاریک گوشے روشن ہوئے۔ حافظ صاحب نے ابتدائی پرائمری تعلیم اپنے گاؤں کمیر پورہ سے حاصل کی اور وہیں پہ مدرسہ حفظ القرآن سے قرآن پاک کو اپنے سینے میں محفوظ کیا۔ حافظ کمیر پوری صغرسنی سے ہی دینی مسائل میں عرق ریزی کی طرف مائل ہو گئے۔ اس دور میں قریبی گاؤں کے ایک شخص مولوی محمد حسین مرزائی ہو گئے۔ جس سے علاقہ میں اضطراب پھیلنا ایک فطری امر تھا چنانچہ خط وکتابت اور چیلنج بازی کے بعد اہل اسلام اور مرزائی جماعت کے مابین اجنالہ میں ایک مناظرہ طے ہوا۔ اہل اسلام کی طرف سے مولانا احمد دین گھکڑوی اور حافظ عبدالقادر روپڑی مناظرہ کے میدان میں اترے۔ طویل بحث وتمحیث اور مناظرہ ومناقشہ کے بعد میدان مولانا گھکڑوی اور حافظ روپڑی کے ہاتھ رہا۔ اس کامیابی نے علاقہ کے ہر پیر وجوان مسلمان کے جذبہ ایمان کو دوبالا کر دیا۔ حضرت حافظ کمیر پوری اس وقت اپنی عمر عزیز کے گیارہویں سال میں تھے۔ صغرسنی کے باوجود دقیق وعمیق مسائل کی طرف طبعی میلان ہو گیا۔

اسی دور میں محدث حافظ محمد عبداللہ روپڑی نے پندرہ روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' کا اجراء کیا۔ محدث روپڑی کا تنظیم اہل حدیث اور شیخ الاسلام امرتسری کا اخبار اہل حدیث دونوں رسالے ہر لحاظ سے اسلامیان ہند کی راہنمائی کرتے تھے اور ہر چہار سو بڑے شوق وذوق سے ان کا مطالعہ کیا جاتا تھا۔ مولانا کمیر پوری نے اوائل عمری میں ہی ان کے مطالعے کو شعار بنالیا۔ حصول تعلیم کا جذبہ دل میں جاگزین ہوا تو امرتسر کا رخ کیا اور وہاں کے مرکز علم دار العلوم تقویۃ الاسلام میں علمی منازل طے کیں۔ مولانا کمیر پوری نے اپنے عہد کے جید اساتذہ مولانا عبداللہ بھوجیانی، مولانا عبدالمجید ہزاروی، مولانا محمد خاں، محدث العصر حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

Marfat.com

بھوجیانی مؤلف تعلیقات سلفیہ اور مولانا شریف اللہ خاں سے کسب فیض کیا۔ شیخ الاسلام امرتسری اور محدث دوراں روپڑی سے فکری اور روحانی اکتساب کیا اور بحث ومناظرہ کے میدان میں انہی بزرگوں کے انداز کو اپنایا۔ حصول تعلیم کے بعد مولانا کمیر پوری نے عملی زندگی کا آغاز نارووال کے قریبی قصبہ بدوملہی سے کیا۔ یہ ایسا قصبہ تھا جس میں آریہ سماجی، سناتن دھرمی، قادیانی اور عیسائی چاروں فرق باطلہ اپنے اپنے انداز میں اسلام کے خلاف مورچہ زن تھے۔ وقت کی نزاکت اور ضرورت کے پیش نظر شیخ الاسلام امرتسری کے تعمیل ارشاد میں انہوں نے بدوملہی کو اپنا مسکن بنالیا اور اپنی فطری صلاحیتوں سے فرق باطلہ کا مقابلہ کیا اور بہت جلد اپنی علمی قابلیت، ادبی واقفیت اور مسلکی حمیت سے ایسا مقام بنالیا کہ مخالفین اسلام ان کا سامنا کرنے سے گھبرانے اور کنی کترانے لگے۔ مولانا کمیر پوری دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس اور تحریر وتصنیف جیسی خوبیاں رکھنے کے باوصف ایک منجھے ہوئے صحافی بھی تھے اور یہیں سے ان کے مضامین "اہل حدیث" میں شائع ہونے لگے اور ابتدا میں ہی کچھ ایسے مضامین مرزائیت کے رد میں شائع ہوئے جس کی شدت قادیانیت نے پوری طرح محسوس کی۔

مولانا کا علمی استحضار قابل ستائش تھا۔ وہ جب کبھی مجلس واجتماع میں کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو دلائل وبراہین کے انبار لگادیتے۔ ایک مرتبہ جھنگ شہر میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی موجودگی میں "حیات مسیح" کے عنوان پر اس قدر مدلل ومفصل خطاب کیا کہ خطاب کے بعد شاہ جی نے فرط جذبات سے مولانا کمیر پوری کو گلے سے لگالیا اور چہرے کا بوسہ دیا۔ حضرت شاہ جی بذات خود خطابت کے بادشاہ تھے اور اپنے دور میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ چشم فلک نے برصغیر پاک وہند میں بڑے بڑے خطباء کی روشن پیشانیاں دیکھی ہونگی لیکن مولانا ابوالکلام آزاد سید عطاء اللہ شاہ بخاری، آغا شورش کاشمیری اور علامہ احسان الٰہی ظہیر اپنے اپنے دور میں خطابت کے میدان میں نیر تاباں تھے۔

مولانا کمیر پوری اپنی گفتگو میں متانت وثقاہت کی بنا پر اعیان ملت کو اپنی طرف متوجہ کر

Marfat.com

لیتے تھے۔ ایک مرتبہ بدوملہی سے سیالکوٹ گئے تو امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ ان کی امام العصر کی خدمت میں پہلی حاضری تھی۔ مولانا کمیر پوری نے بیان کیا کہ زیارت سے قبل مولانا میر کے متعلق ان کے جاہ وجلال کے بارے میں بڑے قصے سن رکھے تھے لہٰذا جب پہلی مرتبہ ان کی مسجد ابراہیمی میں پہنچا تو حضرت نماز عشاء کے بعد محراب کے قریب ہلکی سی روشنی میں آرام فرماتے تھے جبکہ دو عقیدتمند پاؤں داب رہے تھے۔ میں نے لرزاں وترساں سلام کیا۔ محترم اٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑی شفقت سے مصافحہ کیلئے آگے ہاتھ بڑھایا۔ میں ان کا شفقت سے لبریز رویہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر مزاج دریافت کیا تو میں نے اپنا کمیر پور سے پیدائشی اور بدوملہی سے سکونتی تعلق بتایا۔ محترم نے کئی سوال پوچھے کہ کمیر پور کی کس شخصیت سے تعلق ہے، حافظ روپڑی سے یا مولوی اللہ بخش سے، تعلیم کہاں سے پائی، بدوملہی کب سے ہو، دیگر مشاغل کیا ہیں۔ جواباً میں نے مختصراً تمام معلومات فراہم کیں۔ ابتدائی گفتگو میں مجھے احساس ہوا کہ محترم سے متعلق جو مبالغہ آمیز قصے بیان کیے جاتے ہیں وہ کسی طور بھی مناسب حال نہیں۔ پہلی ملاقات میں ہی بہت سی باتیں ہوئیں۔ تبلیغی وتحریری کاوشوں کے متعلق راہنمائی فرمائی۔ دوران گفتگو جب میں نے اپنی زیر ترتیب کتاب ''ثناء اللہ اور مرزا'' کا ذکر کیا تو فرمایا کتاب کا مسودہ لے کر جلدی مجھے ملو۔ چند دن بعد جب میں حاضر خدمت ہوا تو مسودہ پسند فرمایا۔ چار پانچ صفحات کا مقدمہ لکھا اور مولانا امرتسری کے نام خط لکھ کر دیا کہ اس کتاب کو جلد از جلد شائع کیا جائے اور مصارف کی آدھی رقم میرے مصارف میں ڈال دی جائے۔

مولانا حافظ کمیر پوری نے بھرپور اور متحرک زندگی گزاری۔ تحریری میدان میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ قلم کی عظمت وعصمت کا پورا احترام کرتے تھے۔ ان کی تحریر بے جا غلو اور تحقیر وتنقیص سے بالا ہوتی۔ انہیں زندگی میں کئی مجلات کی ادارت کا موقعہ ملا۔ جھنگ میں قیام کے دوران ''صنعتی پاکستان'' کے ایڈیٹر رہے۔ ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' نے جب دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کیا تو اس کے ایڈیٹر کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کے سالہا سال ایڈیٹر رہے۔ جو بھی ذمہ داری سنبھالی مکمل تن

Marfat.com

دہی سے نبھائی اور ہر مقام پر تحقیقی و علمی رشحات فکر سے قارئین کو بہرہ ور کیا۔ ادارتی مقالات کے علاوہ بھی دلائل و براہین سے مزین ان کے مضامین دیگر مجلات میں شائع ہوتے رہے۔ تصنیفی و تالیفی اعتبار سے خصوصی درک رکھتے تھے۔ چنانچہ فسانہ قادیاں اور ''مرزا قادیانی کے دس جھوٹ'' ان کے علمی تبحر کا مظہر ہیں۔ تبلیغی سرگرمیاں، تنظیمی ذمہ داریاں اور ادارتی مناصب بحسن و خوبی نبھائے۔

مولانا کمیرپوری نے زندگی میں مختلف شہروں میں قیام کیا۔ ابتدائی عملی زندگی کے بیشتر برس بدوملہی میں گزارے۔ پھر مولانا حافظ محمد یوسف کمیرپوری کی پر اصرار دعوت پر جھنگ چلے گئے جہاں شہر کی مرکزی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیے لیکن پھر بدوملہی کی جماعت انہیں مجبور کر کے واپس لے گئی۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۶ء تک دو سال مسجد چینیانوالی لاہور میں کامیاب خطابت کی۔ ان دنوں مسجد چینیانوالی کو جماعت میں مرکزی حیثیت حاصل تھی کیونکہ ولی کامل مولانا سید عبدالواحد غزنوی، بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مدبر اہلحدیث مولانا محمد اسحاق رحمانی اور زبدۃ المشائخ مولانا محمد علی مدنی لکھوی یکے بعد دیگرے اس مسجد کے محراب و منبر پر جلوہ افروز رہ چکے تھے۔ بعد میں شہید عالم اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر نے شمع اسلام کو فروزاں کرنے کیلئے اس مسجد کے منبر و محراب کا انتخاب کیا اور عرصہ دراز تک یہاں ضوفشانیاں کیں۔ حضرت حافظ کمیرپوری نے سرگودھا میں بھی خطیبانہ ذمہ داریاں نبھائیں۔ زندگی کے آخری سالوں میں انہوں نے زیادہ عرصہ پتوکی کی مسجد مبارک میں بسر کیا۔ اس مسجد کی ساتھ والی گلی میں ذاتی مکان میں رہائش پذیر رہے۔ کچھ عرصہ مسجد لسوڑیانوالی بنگلہ ایوب شاہ لاہور میں بھی خطیب رہے۔ آخری برسوں میں ذیابطیس کے مرض نے آگھیرا جس نے نڈھال کر دیا۔ کئی سال اس مرض سے نبرد آزما رہے بالآخر ۱۹۸۹ء میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اپنے پیچھے دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ ایک بیٹا حافظ خالد محمود جو شوگر ملز پتوکی میں ملازم ہیں جبکہ دوسرے صاحبزادے حافظ حسن محمود کمیرپوری ضلعی جمعیت کے ناظم اور لاہور میں خطیب ہیں، مستند عالم دین اور عصری و دینی علوم سے بہرہ ور ہیں۔ مرحوم کمیرپوری نے جماعت کے تنظیمی کاموں میں بھی

Marfat.com

بھر پور حصہ لیا۔ عرصہ دراز تک مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم نشر واشاعت رہے اور جماعتی مجلہ ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کے مدیر بھی۔ اپنے دور میں جماعت کے کامیاب وکیل تصور کیے جاتے تھے۔

وطن عزیز میں جب تحفظ ختم نبوت کیلئے تحریک چلی تو انہوں نے بھر پور حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں لاہور کے برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ (ان دنوں یہ دونوں مقامات بڑے معروف تھے، جلسہ عام کیلئے باغ بیرون موچی دروازہ اور اجتماع خاص کیلئے باغ کے بالمقابل برکت علی محمڈن ہال) میں آل پارٹیز ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا جس میں اپنے رفقاء سمیت بھر پور شرکت کی۔ مسجد وزیر خاں کے مشہور ومعروف پروگرام میں بھی شرکت کی۔ بعدازاں بدوملہی میں خطاب کی پاداش میں سیفٹی ایکٹ کا شکار ہوئے اور تقریبا دو ماہ ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ میں محبوس رہے۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں، جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، انہوں نے بیماری اور نقاہت کے باوجود جاندار حصہ لیا بالخصوص قومی اسمبلی میں بحث وتمحیص کے دوران مسلمانوں کی طرف سے جن علماء کرام نے حصہ لیا ان میں مرحوم حافظ کمیر پوری پیش پیش تھے۔ انہوں نے کیس کی تیاری اور دلائل کی نشاندہی کیلئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ یہ تو بختوں اور نصیبوں کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اولین متفقہ فتویٰ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا جس میں ہندوستان کے اکابر علماء نے قادیانیوں کو غیر مسلم ٹھہرایا۔ اس فتویٰ کو مولانا بٹالوی نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں شائع کیا اور جب ان مرزائیوں کے جھوٹے دعوے پر پاکستانی اسمبلیوں نے کفر کی مہر ثبت کی تو بھی مقتدر اہل حدیث نے بھر پور کردار ادا کیا۔

مولانا کمیر پوری متبحر عالم دین اور کامیاب مناظر تھے۔ انہوں نے کئی رسائل وجرائد میں مدلل مناظرانہ مقالات تحریر کئے کچھ علمی مناظروں میں باقاعدہ بحیثیت صدر مجلس یا بطور معاون شرکت کی جن میں سے مناظرہ لاہور مناظرہ بھوپیوال (پتوکی)، وان (شیخوپورہ)، فاروکہ (سرگودھا) اور جلال آباد (ملتان) قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم نارو کی ماہجہ

مولانا عبدالقیوم انتہائی پارسا، خداپرست، اسلاف کی عملی تصویر، برائیوں سے بیزار اور بڑے ہی ملنسار انسان تھے۔انہوں نے تمام عمر خیر کے فروغ اور شر کے قلع قمع میں بسر کردی۔ 1910ء کو موضع نبی پور ڈیک ضلع شیخوپورہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم دھیر کے ڈوگراں کے مولانا عمرالدین سے حاصل کی۔پھر علم کے اعلیٰ مدارج ومنازل طے کرنے کیلئے مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام امرتسر چلے گئے اور ماہر علوم وفنون شیخ الحدیث مولانا نیک محمد کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیا۔اوران سے خوب استفادہ کیا۔مدرسہ غزنویہ سے جب علمی زیور سے آراستہ اورمزین ہوکر نکلے تو عملی زندگی کیلئے علاقہ پتوکی کاانتخاب کیا۔قریبی گاؤں نارو کی ماہجہ جواب پتوکی شہر کی آبادی کا حصہ بن چکا ہے،اس گاؤں کواپنا مسکن بنالیا۔مولانا علاقہ بھر کی منکرات وسیئات اور بدعات وخرافات کے خلاف صف آراء ہوگئے۔وہ بڑے خوش اخلاق،خوش اطوار،ملنسار اور قناعت پسند عالم دین تھے۔طمع ولالچ ان کے قریب سے بھی نہیں گزرا تھا۔اسی لیے انہوں نے مختلف شہروں سے معقول پیشکش ہونے کے باوجود دیہاتی اور پسماندہ علاقے کو ترجیح دی۔مولانا مبلغ بھی تھے اور مستند اور ثقہ مدرس بھی۔علاقہ بھر سے تشنگان علم ان کے پاس آتے اوراپنی پیاس بجھاتے۔ان سے مولانا حبیب اللہ شاہ،مولانا سید محمد یحییٰ گہلنوی،مولانا عبدالرؤف سندھو مقیم کویت اور حافظ محمد ادریس فاضلین مدینہ یونیورسٹی جیسے جید علماء نے اخذ علم کیا۔

مولانا عبدالقیوم بڑے ہی سادہ اور منکسر المزاج تھے۔وہ اپنوں بیگانوں سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ریاکاری،افترابازی اور ہیراپھیری کوانتہائی ناپسند کرتے

Marfat.com

تھے۔ اپنی فطری صالحیت اور اتقاء کی وجہ سے انہیں بعض مواقع پر پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ان کے متعلق ایسا ہی ایک واقعہ ان کے فرزند نبیل مولانا محمد عبداللہ شفیق نے اپنے ایک مضمون میں تحریر کیا ہے۔

ایک شخص ہیروں کا ہار لے کر پتوکی کے ایک شخص کے پاس چلا گیا کہ میں اس ہار کو فروخت کرنا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی وہ رقعہ پیش کیا جو مولانا عبدالقیوم نے لکھ کر دیا تھا کہ یہ بندہ قابل اعتماد اور ضرورت مند ہے لہٰذا اس سے تعاون کیا جائے۔ اس اعتماد و ایقان پر اس شخص نے کراچی کے سیٹھ کو فون کر دیا اور اعتماد کی سفارش کر دی۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد کراچی میں کوئی تقریب منعقد ہوئی اور سیٹھ کی کوئی عزیزہ ہار گلے میں پہنے ہوئے شریک تقریب ہوگئی۔ اس تقریب خاص میں نواب آف بہاولپور کا عزیز بھی شریک تھا۔ اس نے خاتون کے گلے میں ہار دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ وہی ہار ہے جو چوری ہوا تھا۔ سیٹھ سے پوچھ گچھ ہوئی تو اس نے پورا واقعہ کہہ سنایا۔ نوابوں کی بات تھی اس لیے فوری طور پر قانون حرکت میں آ گیا۔ متعلقہ آدمی پکڑا گیا۔ سفارشی خط کی بنیاد پر مولانا کو بھی طلب کر لیا گیا۔ انہیں گرفتار کر کے پتوکی سے قصور لے جانا تھا چنانچہ انہیں بس پہ بٹھایا گیا۔ ان دنوں بسیں کوئلے سے چلتی تھیں۔ بس کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ اور ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ بس سٹارٹ تھی جب چلانے لگے تو بند ہو گئی۔ کوشش بسیار کے باوجود دوبارہ سٹارٹ نہ ہوئی۔ دوسری بس لائی گئی۔ تمام سواریاں بیٹھ گئیں۔ مولانا کو بھی اسی جگہ پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ سٹارٹ بس پھر بند ہوگئی۔ اس پہ بھی کوشش کی گئی لیکن کارگر نہ ہوئی۔ چنانچہ تیسری بس لائی گئی۔ تمام سواریاں بیٹھ گئیں۔ مولانا کی باری آئی تو اب نوعیت اور تھی۔ پولیس اہلکاران کے بارے میں کچھ سمجھ چکا تھا کہ ان کے ساتھ نامعقول رویہ کی بنا پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس لیے ان کی ہتھکڑی کھول کر عزت و تکریم سے انہیں آگے بٹھایا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بس سٹارٹ ہوئی، چلی اور بخیر و عافیت منزل مقصود پہ پہنچ گئی۔ مولانا کو عدالت میں پیش کیا گیا تو پولیس اہلکار نے راستے میں پیش آمدہ تمام واقعہ

Marfat.com

سنا دیا۔ عدالت کی کرسی پر براجمان قاضی نے مولانا کی طرف دیکھا تو چہرے پر بڑی طمانیت اور سکینت تھی۔ یہ دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ مولانا نے عدالت کو بتایا کہ میں نے اس شخص کی قسم پر اعتبار کیا۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ جھوٹے چور نے سچے انسان کا لبادہ پہن رکھا تھا۔ یہ سن کر مولانا کو باعزت بری کر دیا گیا اور جھوٹ بولنے والے چور کو قرار واقعی سزا دی گئی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور سادہ بندوں کی مدد و نصرت کرتا ہے اور ان کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

مولانا عبدالقیوم تمام عمر وعظ و خطاب اور درس و تدریس میں مصروف و مشغول رہے اور اپنی زندگی کے شب و روز حسنات کی ترغیب اور منکرات کی تردید میں صرف کر دیے۔ خلوت و تنہائی میں اکثر و بیشتر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ جب انہیں خالق و مالک کی طرف سے بلاوا آیا تو 1976ء 29 دسمبر کی صبح صادق طلوع ہونے والی تھی۔ ایسے لمحات و ساعات جب چاروں طرف سکون ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کی رحمت بھی انسان کو اپنے دامن میں سمیٹنے کیلئے قریب آ جاتی ہے۔ مولانا کی زبان پر قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ تھیں جن کی وہ تلاوت کر رہے تھے۔ اور گریہ زاری کا ایسا منظر تھا کہ چند پنجابی اشعار بھی ان کی زبان پر تھے جو اس طرح ہیں:

تیری کار عطائی . یارب میری کار خطائی
میں تھیں کار برابر ہوئی ہن تیری واری آئی
ایہہ شطرنج جاتی والی دل نوں ہوگئی پیاری
کھیڈ گئے ایتھے کئی ہزاروں اوڑک بازی ہاری
سداں نہ باغیں بلبل بولے سداں نہ باغ بہاراں
سداں ناں ماپے حسن جوانی سداں نہ صحبت یاراں
خوش گلزار باغیچے اندر وگی ہوا خزاں دی
پتے اڑ گئے پردیسی ٹھنڈی چھاں جہا ندی

Marfat.com

بس سیو! میرے وس ناہیں واری اپنی اپنی جاوناں ایں

ایہو وقت ہے عمل کماونے دا ایناں دیساں تے پھر نہ آوناں ایں

نہادھو بیٹھی جوڑا پہن لیا ڈولی لئی کہاراں نے چا مائے

ایتھے پت سہیلیاں نے کھیڈناں ایں میں تاں پھر نہیں دیکھنا آمائے

کدے نہ آئے جتھے اوپر میلا داغ جنہاں نوں

جا تقدیر دھرے وچہ گوراں کھاوے خاک تنہاں نوں

ٹھنڈے شربت پیون والیاں اجل پیالے پیتے

نازک سوہنے بدن انہاندے خاک حوالے کیتے

مولانا عبدالقیوم اپنے مالک کی بارگاہ میں گریہ زاری کرتے ہوئے ہمیشہ کیلئے اس کے پاس چلے گئے۔ اپنے پیچھے سوگوار اولاد واحفاد اور ابناء و تلامذہ کو چھوڑ گئے۔ انہوں نے قیمتی میراث کے طور پر ایک کتب خانہ بھی چھوڑا جوان کے فرزند ارجمند مولانا عبداللہ شفیق کے زیر نگیں ہے۔ مولانا شفیق بھی فاضل آدمی ہیں انہوں نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے درسیات میں فراغت پائی اور حصول تعلیم کے بعد اپنے والد بزرگوار کی مسند کو سنبھالا اور اسی محراب و منبر سے حق وصداقت کی دعوت کو جاری وساری رکھا۔ بڑے صاحب علم اور وضعدار آدمی ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے جو عربی ادبیات کے فاضل ہیں اور ہیومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں خدمت دین کے لیے مصروف عمل ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالعزیز کوٹ ماچھی خاں

مولانا عبدالعزیز کا تعلق موضع بگھیانہ کلاں سے تھا۔ وہ مولانا جمال الدین کے بیٹے اور حکیم مولانا محمد اشرف سندھو کے چھوٹے بھائی تھے۔ دو بھائی ان سے چھوٹے حکیم عبدالحق حقانی اور مولانا ثناء اللہ تھے۔ مولانا عبدالعزیز نے پرائمری کوٹ رادھا کشن سے پاس کیا اور ابتدائی دینی کتب آبائی گاؤں میں ہی مولانا محمد علی شبلی سے پڑھیں۔ مولانا اوائل عمری سے ہی محنتی جفاکش اور سخت جان تھے۔ تحصیل علم کے علاوہ سخت ورزش اور طاقتور جوانوں کے کھیل کبڈی اور دوڑ میں بڑی دلچسپی اور تن دہی سے حصہ لیتے تھے۔

ان کے والد گرامی بڑے علم دوست اور کھرے مبلغ تھے۔ قریبی گاؤں کوٹ ماچھی خاں کے جماعتی افراد نے ان کے ہاں جا کر امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالنے کی درخواست کی تو مولانا نقل مکانی کر کے ان کے ہاں چلے گئے۔ مولانا نے عرصہ دراز تک وہاں امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ان کے انتقال وارتحال کے بعد ان کی متروکہ ذمہ داری مولانا عبدالعزیز نے سنبھال لی جو اپنے بھائیوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے۔ مولانا نے ''اپنی چھوڑو نہیں کسی کو چھیڑو نہیں'' کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے بڑا کام کیا۔ اگر کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تو دلیل قاطع کے ساتھ اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے قرآن مجید کا ترجمہ اور مسائل دینیہ کے بارے میں واقفیت تامہ حاصل کی۔ ان کی پر مغز اور موثر تبلیغ سے ایک عیسائی نوجوان ''بگا'' بھی مسلمان ہوا جس کا نام معراج دین رکھا جو بعد میں ایک پختہ اور صحیح العقیدہ مسلمان ہی نہیں بلکہ اپنے علاقے کا مناظر بھی بنا۔ مولانا اسے اپنے پاس رکھتے اور اس سے پیار کرتے تھے۔ اسے مسائل کی تیاری کرواتے۔ پھر وہ اپنی برادری کے لوگوں سے جا کر مناظرے کرتا۔ اس

Marfat.com

بنا پر عیسائی لوگوں نے مولانا کی پر زور مخالفت بھی کی اور مناظرے بھی ہوئے جن میں مولانا ثابت قدم رہے۔ اگر ضرورت پڑتی تو بڑے بھائی مولانا اشرف سندھو سے علمی وقلمی تعاون بھی لے لیتے۔ اس سلسلہ میں ان سے ایک مضمون ''ہادی الثقلین'' بجواب قران السعدین لکھوا کر ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' میں شائع بھی کیا۔ مقامی گاؤں کے قریبی دیہات میں بھی وعظ وتبلیغ کا کام کیا۔ اس سلسلہ میں بے شمار تبلیغی جلسے اور اجتماعات منعقد کروائے۔ تقریباً ستر برس کوٹ ماچھی خاں میں یہ ذمہ داری نبھائی۔ پھر 1984ء میں بھائی پھیرو میں اہل وعیال سمیت جاگزیں ہوئے۔ بھائی پھیرو میں بھی محلہ میاں کے موڑ ایک مسجد ''محمدی اہل حدیث'' کے نام سے تعمیر کروائی جس کے سنگ بنیاد کی تقریب میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، مولانا عبدالوکیل کراچی اور مولانا محمد حسین شیخوپوری نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ قرب وجوار میں مساجد کی تعمیر میں بھی جدوجہد کی۔ مولانا بڑے انتھک مبلغ، جفاکش مجاہد، بے لوث واعظ، عامل عالم دین اور اللہ کے دین کے بے غرض سپاہی تھے۔ تمام عمر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں صرف کردی۔ آخری عمر میں صاحب فراش ہوگئے اور کئی برس بستر علالت پر پڑے رہے لیکن اس حالت میں بھی وہ کبھی اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل نہیں رہے۔ بالآخر 1993ء میں وہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ پسماندگان میں دین اسلام کی خدمت کرنے والے، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور اپنے باپ اور دادا کے مشن کو زندہ رکھنے والے پانچ بیٹے چھوڑے۔ حاجی خالد لطیف، بشیر احمد، خبیب احمد، زید احمد اور حاجی محمد زبیر۔

حاجی خالد لطیف اپنے والد گرامی کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ امامت وخطابت کا سلسلہ جاری ہے۔ مسجد کی تعمیر وترقی اور اس میں وعظ وخطاب اور درس وتدریس کا کام جاری وساری ہے اور اس کے ساتھ ہی عرصہ دراز مرکزی جمعیت اہل حدیث سے تعلق اور انسلاک بھی چلا آرہا ہے۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا خالد محسن بھی بڑے فعال اور مستعد شخص ہیں۔ مرکزی جمعیت تحصیل پتوکی کے امیر اور لاہور واسا میں ملازم ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد معاذ

Marfat.com

جامعہ ابی ابکر اور اسلامیہ کراچی سے فارغ التحصیل ہیں۔ دوران تعلیم کراچی اہل حدیث یوتھ فورس کے جنرل سیکرٹری رہے۔ مولانا عبدالعزیز نے تمام عمر لوگوں کے سامنے کتاب وسنت کی خالص دعوت پیش کی اور بڑی ہی اہم بات یہ ہے کہ اپنی اولاد واحفاد کو بھی اسی طرف راغب ومائل کیا۔

انہوں نے تحریری خدمات بھی انجام دیں اور مختلف موضوعات پر چند رسائل مرتب کیے۔

۱۔ مسیح ابن اللہ کیوں ہے۔

۲۔ دین حق اسلام۔

۳۔ حق اور باطل کا مقابلہ۔

۴۔ انبیاء کی شان از روئے بائبل اور قرآن۔

۵۔ نصاریٰ کے چند اہم اعتراضات کے جوابات۔

۶۔ آئینہ موجودہ اناجیل۔

۷۔ آفتاب صداقت یعنی حضرت محمد ﷺ کے متعلق بائبل میں پیش گوئیاں۔

۸۔ تحفہ اہل حدیث

۹۔ گھر کا پیر عرف پچھ دس (عملیات)

Marfat.com

مولانا محی الدین سلفی

مولانا محی الدین سلفی مردم خیز بستی گوہڑ نزد پتوکی میں پیدا ہوئے جہاں ایسے کبار رجال کو وجود ملا جنہوں نے ملک وملت کی بے پناہ خدمت کی جن میں سے مولانا محمد اسحاق رحمانی، حافظ عبدالرحمان گوہڑوی، میاں محمد جمیل ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، حافظ عبدالرشید گوہڑوی سابق صدر مدرس دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور، پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ صدر شعبہ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور، پروفیسر حافظ محمد ایوب لاہور، استاذ المکرّم مولانا عبدالرحمٰن گوہڑوی مدرس جامعہ محمدیہ اوکاڑہ اور حاجی بشیر احمد گوہڑوی فاضل مدینہ یونیورسٹی انتہائی قابل ذکر ہیں۔

مولانا سلفی وہاں کے کھاتے پیتے زمیندار حاجی اللہ بخش کے صاحبزادے اور عالم کبیر مولانا محمد اسحاق رحمانی کے چھوٹے بھائی تھے۔انہوں نے میٹرک کے بعد دینی تعلیم کے حصول کیلئے مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) کا رخ کیا۔وہاں استاذ الحدیث مولانا عبدالغفار حسن کے جاری کردہ مدرسہ کوثر العلم میں کسب فیض کیا۔جہاں مولانا عاصم الحدّاد ان کے رفیق تھے جو رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ میں بھی خدمات انجام دیتے رہے۔قیام پاکستان کے بعد مولانا سلفی تحصیل علم کیلئے گوندلانوالہ (گوجرانوالہ) چلے گئے۔استاذ العلماء مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے اخذ علم کیا۔وہاں حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، مولانا محمد یحییٰ شرقپوری اور حافظ عبدالرحمٰن گوہڑی ان کے ہم سبق تھے۔اسی دوران مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے مولانا عطاء اللہ بھوجیانی کو لاہور بلالیا تو مولانا سلفی اور مولانا گوہڑوی بھی اپنے استاد گرامی کی معیت میں لاہور چلے گئے۔ چنانچہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں حضرت محدث بھوجیانی سے صحاح ستہ پڑھیں اور حضرت سید غزنوی

Marfat.com

سے موطا امام مالک پڑھی۔ اس دوران ان کے رفیق مدرسہ مولانا ابوبکر صدیق سلفی، مولانا محمد یونس اثری اور معروف کالم نگار عبدالقادر حسن تھے۔ انہوں نے گوندلانوالہ سے قبل راولپنڈی میں مولانا مسعود عالم ندوی سے بھی کسب فیض کیا۔

مولانا سلفی صغرسنی میں ہی اپنے والد گرامی کے سایہ پدری سے محروم ہو گئے تھے۔ اس لیے انہیں علمی، عملی، سماجی اور معاشی منازل طے کرنے میں بڑی کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ ہر میدان میں حوصلہ مند، آبرومند اور جرأت مندر ہے۔ انہوں نے بلند حوصلگی اور خوش اسلوبی سے زندگی کے معاملات نمٹائے۔ وہ ہمیشہ صابر و قانع، خوش گو و خندہ رو اور راضی برضارب جلیل رہے۔ ان کی طبیعت سیمابی تھی۔ اس لیے انہوں نے زندگی میں مختلف مشاغل اختیار کیے لیکن ہر مقام پر امانت و دیانت کا زیور پہنے رکھا۔ کبھی بددیانتی سے اپنے اعمال نامے کو آلودہ نہیں کیا۔ زندگی میں نشیب و فراز آئے، عسر و یسر دیکھا۔ کسمپرسی و تنگدستی نے بھی ان کی حیات مستعار کے آنگن میں ڈیرے ڈالے رکھے لیکن وہ ہمیشہ صابر و شاکر رہے۔

وہ جماعت اسلامی کے رکن اور جماعت کے آرگن ''تسنیم'' کے رفیق رہے، جہاں ان کا خاص تعلق مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا عبدالغفار حسن، جناب مصطفیٰ صادق اور جناب ارشاد احمد حقانی سے رہا۔ پھر ایک وقت آیا کہ تسبیح ''تسنیم'' کا دھاگہ ٹوٹ گیا اور تمام موتی بکھر گئے۔ مولانا سلفی ٹیوشن بھی پڑھاتے رہے کیونکہ انہوں نے مختلف مواقع پر ایف اے، بی اے اور مولوی فاضل کر لیا تھا۔ ٹیوشن میں ڈاکٹر الیاس مسعود اور جناب حنیف رامے سابق وزیر اعلیٰ پنجاب ان کے شاگرد تھے۔ مولانا مختلف رسائل و جرائد سے منسلک رہ کر اردو ادب میں ماہر اور عربی ادب میں فاضل تھے۔ وہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' سے بھی وابستہ رہے۔ ایک سال 1965ء تا 1966ء بطور ایڈیٹر انہوں نے خدمات سرانجام دیں۔ ماہنامہ ترجمان الحدیث کی ذمہ داری بھی انہیں سونپی گئی لیکن بوجوہ یہ سلسلہ چل نہ سکا۔

وہ جامع مسجد اہل حدیث رحمان پورہ اچھرہ کے بانیوں میں شامل تھے۔ اس کی تعمیر

Marfat.com

وترقی میں خصوصی دلچسپی لی اور عرصہ دراز تک خطبہ جمعہ اور درس وتدریس کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔انہوں نے طباعت اور نشر واشاعت میں بھی دلچسپی لی۔مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی ''الجمال والکمال'' طبع کی۔زندگی کے مختلف مشاغل ومصارف میں وہ آسودہ حال نہیں تھے۔ پھر وہ اردو بورڈ کے شعبہ طباعت میں چلے گئے جہاں سے رابطہ آفیسر کے طور پر مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے خاصی آسودگی دیکھی۔ اہل وعیال کو وہاں بلایا جنہیں زیارت حرمین شریفین کا موقع ملا اور حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔وہاں پہنچ کر وہ بہت کچھ کرنا چاہتے تھے۔دین حق کی ترویج واشاعت کے سلسلہ میں انہوں نے کئی منصوبے اپنے دوستوں کو بتلائے لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔وہ اڑتالیس بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ دسمبر 1975ء میں اپنے منصوبے ادھورے اور پسماندگان کو غمزدہ چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا سلفی کے ہاں پانچ اولادیں ہوئیں،ان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

۱۔ سالم محی الدین:سب سے بڑے صاحبزادے جو جرمنی میں ملازمت کے سلسلہ میں اقامت گزیں ہیں۔

۲۔ ثاقب محی الدین:روزنامہ اخبار سے منسلک اور لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

۳۔ عاکف محی الدین:دونوں بھائیوں سے چھوٹے اور دوبئی میں قیام پذیر ہیں۔ان کے علاوہ دونوں صاحبزادیاں شادی شدہ اور اپنے اپنے گھروں میں بفضلہٖ تعالیٰ خوش وخرم ہیں۔

Marfat.com

مولانا حکیم محمد حسینؒ

مولانا حکیم محمد حسین صاحب مرحوم و مغفور 1901ء میں موضع کھندر ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے اور نومبر 1987ء کو پتوکی قصور میں وفات پائی۔ان کے دادا حافظ جان محمد صاحب مرحوم کو 1775ء میں قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا اور وہ سندھ کی تحصیل اوباڑو ضلع سکھر میں واقع اپنی رہائش گاہ سے پیدل ہی چل پڑے۔اس وقت پنجاب میں حفظ القرآن کی مشہور درسگاہ بمقام لاشاری تھی جو آجکل ضلع اوکاڑہ میں واقع ہے۔اس طرح سندھ سے یہ سینکڑوں میل کا سفر پیدل کیا۔ چنانچہ حافظ جان محمد مرحوم نے قرآن حفظ کیا اور اسی دوران لکھوی علماء حضرات کا علم ہوا، تو لاشاری سے فارغ ہوکر دینی علوم حاصل کرنے کے لئے بمقام ''لکھوکی'' ضلع فیروز پور میں آ گئے۔پھر ادھر کے ہی ہو کر رہ گئے۔''لکھوکی'' کے پاس موضع کھندر میں رہائش اختیار کرلی، اور مسجد میں خطیب کی حیثیت سے تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا اور روزی کے لئے زمین لے کر کاشت کرتے رہے۔پھر برادری میں جہالت اور خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے سندھ واپس نہ گئے۔صرف چند بار زندگی میں وہاں گئے مگر طبیعت نہ مانی اور آپ ہمیشہ کے لئے پنجاب میں آباد ہو گئے، یہیں دیہات میں تبلیغ کرتے رہے۔ان کے گھر مولانا حاصل دین 1825ء میں پیدا ہوئے۔انہوں نے گھر میں ابتدائی تعلیم کے بعد لکھوکی میں دینی تعلیم مکمل کی اور پھر موضع کھندر آ کر تجارت شروع کی اور مسجد کی امامت و خطابت بغیر معاوضے کے کرتے رہے۔علاقہ کے اکثر لوگ علم کا فیض حاصل کرتے۔اللہ کے ساتھ لگاؤ اور حضور ﷺ کی پیروی کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ان کا فرمان تھا کہ اذان ہو جائے تو آدمی اس طرح اُٹھے جیسے پاؤں تلے آگ کا انگارہ آ گیا ہے۔مولانا حکیم محمد حسین صاحب انہی مولانا حاصل دین کے بیٹے تھے۔

Marfat.com

کچھ عرصہ مولانا حکیم محمد حسین صاحب نے دھالا ضلع قصور رہائش اختیار کی اور پھر 1920ء میں چک 17-1.AL سردار پور ضلع ساہیوال میں آ گئے۔ یہ علاقہ چونکہ نیا آباد ہو رہا تھا۔ یہاں آ کر مسجد کی خطابت کے ساتھ ساتھ طبابت کی دوکان کو ذریعہ روزگار بنایا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک کامیاب حکیم کے طور پر مشہور ہو گئے۔ مولانا حکیم محمد حسین صاحب اس زمانے میں کئی بزرگوں کی صحبت سے سلوک کی راہیں بھی تلاش کرتے رہے۔ جن میں مولانا کمال الدین صاحب سرفہرست ہیں۔

چک نمبر 17 میں آٹھ رئیس تھے جن میں چوہدری سر شہاب دین کی 17 مربعہ زمین تھی اور باقی سب کی پانچ پانچ مربعہ اراضی تھی۔ حکیم محمد حسین صاحب نے گاؤں کے درمیان چوک میں ایک سرکاری احاطہ گورنمنٹ سے قسطوں پر لیا ہوا تھا۔ اس میں رہائش پذیر تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ان رئیسوں کا ایک آدمی فوت ہو گیا جو بے نمازی تھا تو انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ اس بناء پر سب رئیس ناراض ہو گئے اور ایک دن سب جمع ہوئے اور ان کو بلایا۔ اولاً سب نے بڑے ادب و احترام کا رویہ اختیار کیا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ ہماری تین باتیں مان لیں باقی جو آپ چاہیں کرتے رہیں، ہم خوش ہیں۔ ایک تو آپ بے نماز کا جنازہ پڑھا دیا کریں، خواہ کھڑے ہو کر گالیاں ہی دے دیا کریں۔ دوسرا آپ آمین بالجہر نہ کہیں اور تیسرا رفع الیدین نہ کیا کریں۔ یہ باتیں چوہدری نذر محمد نے کہیں جو اس وقت سرکاری طور پر آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ نذر محمد صاحب میرا ایک گھر ہے، دوکان ہے اور ایک بھینس ہے، اگر تم کہو یہ ہمیں دے دو تو میں بمع سامان کے سب کچھ تم کو دے سکتا ہوں۔ چونکہ میں مالک ہوں لیکن جن چیزوں کا تم مطالبہ کر رہے ہو، وہ میری ملکیت نہیں ہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے جس میں ردوبدل کا اختیار میں نہیں رکھتا۔ اس دوٹوک بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تو انہوں نے پھر دھمکی آمیز لہجہ میں کہا کہ ہم پھر آپ کو سمجھ لیں گے۔ مولانا محمد حسین صاحب فوراً اُٹھے اور یہ کہہ کر آ گئے کہ جو کچھ کر سکتے ہو

Marfat.com

کرلو۔ انہوں نے واپس آ کر دوکان کھولی اور سامنے الماری میں بوتلوں کو کپڑے سے جھاڑ نے لگے۔ اتنے میں دروازے میں سایہ سا ہوا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو چوہدری نذر محمد جوتیوں والی جگہ پر بیٹھا تھا اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا تھا۔ مولانا محمد حسین صاحب نے کہا کہ آپ چٹائی پر بیٹھیں لیکن وہ بار بار معافی مانگے جا رہا تھا کہ پہلے معاف کرو، تو مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ اچھا بھائی معاف کیا تو وہ چٹائی پر بیٹھا اور ان کا مرید بن گیا اور اپنے اندر پوری تبدیلی پیدا کرلی، پانچ وقت کا پکا نمازی بنا بلکہ تہجد گزار بن گیا اور شکل صورت بھی شریعت کے تقاضوں کے مطابق اختیار کرلی اور آخر عمر تک اسلام کا پابند رہا۔

اسی اثناء میں چوہدری سر شہاب الدین جو بڑا زمیندار ہونے کے ساتھ پنجاب اسمبلی کا سپیکر بھی تھا، (یہ اسمبلی اس وقت متحدہ پنجاب، یعنی موجودہ بھارتی مشرقی اور پاکستانی پنجاب پر مشتمل تھی) گاؤں میں آیا تو رئیسوں نے اس سے شکایت کی کہ مولوی صاحب نے فلاں آدمی کا جنازہ نہیں پڑھایا۔ تو اس نے مولانا محمد حسین صاحب کو بلایا اور کہا کہ آپ نے فلاں آدمی کا جنازہ کیوں نہیں پڑھایا؟ انہوں نے فرمایا کہ چونکہ وہ بے نمازی تھا اس لئے نہیں پڑھایا۔ تو چوہدری شہاب الدین نے کہا کہ اگر میں مرگیا تو کیا میرا جنازہ بھی نہیں پڑھاؤ گے تو مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ ابھی مر کر دیکھ لو۔ تو وہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ میرا گاؤں چھوڑ دیں۔ مولانا محمد حسین صاحب فوراً اُٹھے اور یہ کہہ کر چلے آئے کہ اگر تم میرا مال بھی لینا چاہو تو لے لو لیکن یہ بات نہیں مان سکتا۔ گھر آ کر تیاری کی اور گاڑیبان کو کہا کہ تم کل صبح بیل گاڑی لے کر آ جانا۔ تھوڑی دیر کے بعد چوہدری سر شہاب الدین نے اپنے مختار عام چوہدری سردار خان کو بھیجا کہ جا کر مولوی صاحب کو روکو، ان کو گاؤں سے نہ جانے دینا۔ بعد میں چوہدری نذر محمد اور شہاب الدین نے کبھی مخالفت نہ کی۔ البتہ باقی چوہدری حضرات کبھی کبھی شرارتیں کرتے رہے۔

ایک دفعہ گاؤں کے چوہدریوں نے کہا کہ عید کی نماز مسجد میں ادا کی جائے۔ لیکن مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ بغیر عذر کے مسجد میں نماز جائز نہیں۔ لیکن چوہدری صاحبان مسجد

Marfat.com

میں جمع ہو گئے۔ مولانا محمد حسین صاحب چند آدمیوں کو لے کر گاؤں سے باہر چلے گئے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ مولوی صاحب تو باہر گئے ہیں تو آہستہ آہستہ سب لوگ وہاں پہنچ گئے اور آخر میں سب چوہدری صاحبان بھی کھسیانے ہو کر آ گئے۔ مولانا محمد حسین صاحب کی کوشش ہوتی تھی کہ حتی المقدور ہر کام سنت کے مطابق ہو۔ یہی وجہ تھی کہ کسی بڑے سے بڑے جابر کا خوف بھی خاطر میں نہ لاتے۔

ایک مرتبہ ان کے خطبہ جمعہ میں کسی طرح دو یا تین طوائفیں آ گئیں۔ انہوں نے مولانا محمد حسین صاحب کا خطبہ سنا، جمعہ کے بعد گھر آئیں اور ان کے سامنے انہوں نے اپنے ناپاک پیشہ سے توبہ کی اور جا کر نکاح کر کے شرافت کی زندگی بسر کرنے لگیں۔

مولانا محمد حسین صاحب 1934ء میں حج کے لئے تیار ہوئے۔ جب آپ نے اپنی اماں سے اجازت چاہی تو انہوں نے کہا کہ بیٹا تم حج کی تیاری کر رہے ہو جبکہ میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں، نہ جانے تمہارے واپس آنے تک زندہ رہ سکوں یا نہ رہ سکوں۔ تو انہوں نے بڑے ادب سے کہا، اماں جان اگر نماز کا وقت ہو جائے تو کیا اذان کے بعد گھر میں ٹھہرا جا سکتا ہے؟ دادی اماں نے کہا، نہیں بیٹا وہ تو فرض ہے تو مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح اب مجھ پر حج بھی فرض ہو گیا ہے کیونکہ میرے پاس اس وقت 90 روپے جمع ہیں جو سفر خرچ اور گھر کی ضروریات کے لئے کافی ہیں۔ چنانچہ والدہ محترمہ نے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ مکہ میں حج کے دوران بادشاہ معظم ملک عبدالعزیز سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مولانا محمد حسین صاحب نے دوسری بار 1944ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ اس بار بھی جدہ سے مکہ اور مکہ سے مدینہ اونٹوں پر سفر کیا۔

مولانا حکیم محمد حسین صاحب کے داماد مولانا بدرالدین مرحوم مغفور بچپن میں اپنی سوتیلی والدہ سے تنگ آ کر گھر سے نکل آئے تھے۔ حسن اتفاق سے وہ مولانا محمد حسین صاحب کے پاس آ کر ٹھہر گئے۔ انہوں نے ان کی بچوں کی طرح پرورش کی اور ابتدائی تعلیم کے بعد ان کو دینی

Marfat.com

مدارس میں بھیج دیا۔ تمام علوم دینی سے فارغ ہو کر گھر آ گئے تو مولانا محمد حسین صاحب نے اپنی بڑی بیٹی کا ان سے رشتہ کر دیا اور چھوٹی بیٹی کا اپنے مرحوم بڑے بھائی عبداللہ کے بیٹے مولوی محی الدین صاحب سے رشتہ کر دیا۔ مولوی محی الدین کو مولانا محمد حسین صاحب نے ہی پالا پوسا تھا کیونکہ جب ان کے والد صاحب فوت ہوئے تو مرزا محی الدین صاحب 6 ماہ کے تھے۔ دونوں بیٹیوں کے نکاح پر مولانا بدرالدین صاحب اور مولوی محی الدین سے کہا کہ نکاح کا حق مہر یہ ہے کہ تم دونوں میری بچیوں کو قرآن، حدیث کی تعلیم دو۔ چنانچہ مولانا بدرالدین مرحوم نے اپنی شریک حیات کو مکمل درس نظامی پڑھا دیا۔ اور ساتھ ساتھ ان کی خواہر نسبتی یعنی مولانا محمد حسین صاحب کی چھوٹی بیٹی بھی پڑھتی رہیں۔ مولانا بدرالدین بدر کے آنے کی وجہ سے پورا گھر تعلیم دین کا مرکز بن گیا۔ مولانا محمد حسین صاحب چونکہ ابتداء میں تعلیم مکمل نہ کر سکے تو پہلے مولانا بدرالدین صاحب کو پڑھایا اور پھر خود ان سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ بلکہ ان کی برادری میں کئی عالم دین مولانا بدر صاحب کے شاگرد بنے۔ مثلاً مولانا محمد داؤد ارشد صاحب مرحوم (میاں چنوں والے)، مولانا عنایت اللہ مرحوم، مولانا حبیب اللہ مرحوم۔ گاؤں کے کئی لوگ دینی علوم ان سے حاصل کرتے رہے۔ حکیم محمد حسین صاحب کے صاحب زادے حکیم عبدالرحمٰن عزیز نے بھی ابتدائی تعلیم ان سے حاصل کی۔ ان کا کہنا ہے اس ماحول کا یہ اثر تھا کہ ہمارے گھر میں رات کو خاص طور پر بزرگان دین کے تذکرے ہوتے، دینی مسائل پر گفتگو رہتی تھی۔

اسی زمانے میں چوہدری نذر محمد صاحب مرحوم (جن کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے) نے ترجمان القرآن لا کر مولانا محمد حسین صاحب کو دیا۔ انہیں یہ رسالہ بہت پسند آیا۔ مولانا کے اقامت دین کے نصب العین سے متاثر ہو کر انہوں نے جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی اور دین کا کام مزید تیزی سے کرنا شروع کر دیا، لیکن زندگی بھی غلط کام کی حمایت نہیں کی حتیٰ کہ جماعت میں بھی اگر کوئی خامی یا کمزوری دیکھی تو برملا اس کی طرف اشارہ کیا۔ مولانا مودودیؒ، میاں طفیل محمد اور دوسرے اکابرین کو مسلسل خطوط لکھتے رہے۔

Marfat.com

ملک میں تمام حکمرانوں کو نصیحت آموز خطوط تحریر کیے، بعض نے جواب بھی دیا اور اسلام پر چلنے کا وعدہ بھی کیا۔ ان کی بے باکی صرف اور صرف اسلام کے لئے تھی۔ مظلوم کی مدد کرنے میں بھی جرأت کا مظاہرہ کرتے۔

ان کا نومبر 1987ء میں انتقال ہوا، ان کے جنازہ میں قاضی حسین احمد صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان، مولانا فتح محمد صاحب، حافظ محمد ادریس صاحب امیر صوبہ اور مرکز جماعت اسلامی سے متعدد لوگوں نے شرکت کی۔ قاضی حسین احمد صاحب نے والد صاحب کی میت کو خود کندھا دیا۔

نماز حافظ مولانا عزیز الرحمٰن لکھوی مرحوم نے پڑھائی۔ عصر کے وقت پتوکی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

ان کی اولاد میں سے حکیم عبدالرحمٰن عزیز اور فاطمہ بی بی (حکیم بدرالدین بدر کی اہلیہ) حیات ہیں۔ دونوں ہی نے تمام عمر خدمت دین میں بسر کی ہے۔ محترمہ فاطمہ بی بی سے بلا مبالغہ ہزاروں بچیوں نے قرآن حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے۔

حکیم عبدالرحمٰن عزیز کے تینوں بیٹے بھی اپنی اپنی جگہ دینی خدمت میں مصروف ہیں۔ بڑے بیٹے سیف الرحمٰن قطر ہوتے ہیں، ریڈیو قطر اور قطر ٹیلی ویژن سے ان کے پروگرام اکثر نشر ہوتے رہتے ہیں۔ ان سے چھوٹے حبیب الرحمٰن عاصم انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں عربی کے پروفیسر ہیں اور نیکی میں اپنے دادا جان کی تصویر ہیں۔ ان کے دینی پروگرام اکثر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر ہوتے رہتے ہیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے عبدالغفار عزیز جماعت اسلامی پاکستان کے شعبہ بین الاقوامی امور کے ڈائریکٹر ہیں۔ بین اقوامی حالات پر گہری نظر اور ملت اسلامیہ کا گہرا درد رکھتے ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالکریم حسینوی

مولانا عبدالکریم بڑے متقی، پرہیزگار، دیندار اور عالم باعمل شخص تھے۔ان کے بزرگوں کا تعلق علم وعرفان اور تزکیہ وتصوف سے رہا ہے۔وہ 1926ء میں حسین خانوالہ چک 8 جو ضلع قصور میں پتوکی کے قریب واقع ہے، حاجی قادر بخش کے گھر پیدا ہوئے۔والد ایک نیک طینت اور صالح انسان تھے جنہوں نے وعظ وتبلیغ کو ذریعہ معاش بنانے کی بجائے زراعت سے اپنی ضرورتیں پوری کیں۔انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت دینی ماحول میں کی۔یہی وجہ ہے کہ ان کے بیٹوں اور پوتوں میں سے کتنے ہی جید علماء اور دین اسلام کے خادم بنے۔ان کے بڑے بھائی مولانا حکیم عبدالعزیز اپنے زمانے کے جید عالم دین اور بے مثل خطیب تھے۔مولانا عبدالکریم نے ابتدائی تعلیم حسین خانوالہ سے حاصل کی۔پھر وہ گوجرانوالہ چلے گئے، جہاں سے درسیات میں فراغت پائی۔انہوں نے مولانا عبدالرحیم رحمانی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی اور شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق حسینوی سے کسب فیض کیا۔حصول تعلیم کے بعد واپس اپنے آبائی گاؤں جہاں انہوں نے ذاتی کاروبار کے ساتھ مسجد اہل حدیث کی امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی سنبھالی جو تادم آخر سرانجام دیتے رہے۔بڑے فاضل آدمی تھے اور ملنسار بھی تھے۔اسی بنا پر لوگوں میں ان کا احترام پایا جاتا تھا۔انہوں نے 22 نومبر 1982ء کو اپنے آبائی گاؤں میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ان کی اولاد میں مولانا محی الدین اظہر بڑے فاضل آدمی ہیں جو مقامی سکول میں عربی کے استاد بھی ہیں اور عرصہ دراز سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع قصور کے رکن چلے آرہے ہیں۔جماعتی حلقوں میں اپنی خوش اخلاقی اور جماعتی وابستگی کی بنا پر خاصے معروف ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالکریم عقائد میں بہت پختہ اور علم میں گہرا تحقیقی رسوخ رکھتے تھے۔علمی نکات کو بیان کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔طبیعت میں بہت انکسار تھا۔علمائے کرام کی خدمت کو اپنا شعار سمجھتے تھے۔ان کا دستر خوان بہت وسیع تھا۔دوسروں کی خدمت اور تواضع سے بہت مسرور رہتے۔کثیر العیال تھے۔مگر قلت وسائل کے باوجود ان کے رزق میں بہت برکت تھی۔تکلف سے پرہیز کرتے اور سادگی کو اپنا شعار رکھتے تھے۔عملیات کے میدان کے بہت شائق تھے۔جن حضرات کو جنات یا آسیب کی پریشانی لاحق ہوتی۔اپنے عمل کے باعث وہ ان کے لیے آسانی اور صحت کا معاملہ پیدا کرتے۔ان کے آٹھویں دادا میاں عبداللہ بھٹی جو اپنے زمانے کی ممتاز روحانی شخصیت تھے۔بھیلہ ہٹھار ضلع قصور میں دفن ہوئے۔جہاں پر شرک و بدعات کے رسیا حضرات میلہ لگانے کی کوشش کرتے مگر مولانا عبدالکریم جب تک زندہ رہے، کسی کو ایسی غیر مسنون حرکت کی جرأت نہ ہوئی۔وہ خود مسنون زندگی کے شائق تھے۔اور اس کی دوسروں کو بھی تلقین کرتے تھے۔

Marfat.com

مولانا حکیم عبدالعزیز حسینوی

ماہر علوم وفنون، واعظ وخطیب، طبیب وحکیم، عابد وزاہد، خوش اخلاق اور وضع دار مولانا حکیم عبدالعزیز کی 1911ء میں موضع حسین خانوالہ نزد پتوکی میں حاجی قادر بخش کے گھر ولادت ہوئی۔ ابتدائی طور پر اپنے گاؤں کے سکول حسین خانوالہ سے مڈل کیا۔ پھر دینی تعلیم کے حصول کے لیے قصور چلے گئے۔ پھر مرکز الاسلام لکھو کے اور بعد میں مدرسہ سعیدیہ دہلی میں اکتساب واستفادہ کیا۔ انہوں نے مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی جیسے اعیان ملت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ درسیات میں دہلی سے فراغت پائی اور طب وحکمت میں بھی دہلی سے ہی سند حاصل کی۔ خوش نویسی، خطاطی اور نقاشی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ مولانا عبدالعزیز ثقہ عالم دین اور ماہر طبیب تھے۔ انہوں نے تمام عمر وعظ وخطابت اور درس وتدریس میں صرف کردی لیکن طب وحکمت کو ذریعہ معاش بنایا۔ ایک مدت تک تجارت کو بھی اپنایا۔ ایک موقع پر مختصر پیمانے پر کاٹن جننگ کی فیکٹری بھی قائم کی۔ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار تھے۔ اپنی نجی ضرورتوں پر ہمیشہ دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے پاس نادر مخطوطات اور طبی نسخے موجود تھے۔ ان کی تین دیہات میں مختصر زرعی زمین بھی تھی لیکن ان کا رجحان ومیلان خدمت دین اور طب وحکمت کی طرف رہا۔ انہوں نے مختلف ادوار میں حسین خانوالہ، مسجد اہل حدیث کھڈیاں شاہکوٹ نو اور مسجد اہل حدیث شیخانوالی چونیاں میں خدمات سرانجام دیں۔ اپنی زندگی میں چلنے والی تمام ملی اور سیاسی تحریکات میں حصہ لیا اور استخلاص وطن کے لیے قابل قدر قربانیاں دیں۔ مجاہدین چمرقند کے ساتھ ان کا گہرا تعلق رہا۔ تحریک جہاد اور مجاہدین کے لیے بڑے اخلاص سے کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں انہوں نے اپنی خطابت اور شاعری کے جوہر دکھائے اور اس میں بھرپور حصہ لیا۔

Marfat.com

قیام پاکستان کے بعد سفر حج پر روانہ ہوئے۔ واپسی پر عربی زبان میں مختلف علوم فنون کی سیکڑوں کتابیں اپنے ساتھ لائے۔ اپنے عہد کے معاصر علماء سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ وسیع المطالعہ تھے۔ اس لیے ان کے مواعظ میں ایک علمی اور تحقیقی شان جھلکتی تھی۔ طبیعت مجاہدانہ تھی۔ خطابت میں شعلہ بیانی کی کیفیت ہوتی۔ بسا اوقات عشاء کی نماز سے وعظ شروع کرتے تو صبح کی اذان تک یہ عمل جاری رہتا تھا۔ دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے۔ حکومت وقت کی غیر اسلامی حرکات پر شدید تنقید کرتے تھے۔

مولانا حسینوی کو لکھنے پڑھنے کا بڑا شوق تھا، انہوں نے مختلف موضوعات پر سینکڑوں صفحات تحریر کیے۔ وہ اگرچہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے لیکن ورثاء کے پاس موجود ہیں۔ انہوں نے پنجابی، اردو اور فارسی میں شاعری کی۔ اس ضمن میں چرخہ نامہ منظوم اور ''سفر نامہ حج'' منظوم غیر مطبوعہ ہیں اور ان کی شعری کاوشوں کا خوبصورت مظہر ہیں۔ اب کے ہاں اپنے ترتیب شدہ طبی مسودات بھی موجود ہیں۔ وعظ و خطابت کے سلسلے میں انہوں نے اپنے مواعظ کو تحریری شکل بھی دی اور اس کے دو مجموعے اشاعت کے منتظر ہیں۔ حکیم صاحب زندگی بھر دینی قوتوں کے اتحاد کے خواہاں اور مسلک اہلحدیث کی دعوت کے داعی رہے۔ قادیانیوں اور پرویزیوں کی فتنہ سامانیوں کے تدارک کے لیے بہت متفکر رہتے تھے۔ دینی قوتوں کی اجتماعی جدو جہد میں ہمیشہ اپنے آپ کو شریک رکھتے تھے۔

مولانا نے زندگی بھر دین اسلام کی خدمت کی اور امامت و خطابت، وعظ و تقریر، حکمت وطبابت، تحریکی و جہادی اور شعری و نثری سرگرمیوں میں مصروف عمل رہے۔ بالآخر 1963ء میں ایک طویل علالت کے بعد راہی ملک عدم ہوئے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے

اور اپنے پیچھے قلم و کتاب اور علم و عمل سے محبت کرنے والی اولاد صالح چھوڑی۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر مولانا عبدالعزیز کے بڑے صاحبزادے ہیں جو ملک وملت کے

Marfat.com

معروف سکالر ہیں۔ انہوں نے ابتدائی دینی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ پھر ایک سال 77-1976ء میں مدرسہ رحمانیہ شیخوپورہ سے کسب فیض کیا۔ 1968ء میں اردو ادب میں ایم اے کیا۔ 1978 میں لاء گریجوایٹ بنے۔ پھر 1995ء میں اقبالیات میں ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ ان دنوں ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ ایم اے اردو کرنے کے بعد 1969 میں محکمہ تعلیم میں بطور لیکچرار ملازمت کا آغاز کیا۔ گذشتہ اکیس سالوں سے ڈائریکٹر پبلک لائبریز پنجاب کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر نے اپنے خاندانی کتب خانے کو جو گذشتہ تین پشتوں سے بیت الحکمت کے نام سے موسوم ہے۔ اسے ان دنوں لاہور میں ملتان چونگی سے قریب حبیب پارک میں ایک پانچ منزلہ عمارت میں منتقل کیا ہے۔ اس کتب خانے میں فی الوقت پچاس ہزار مطبوعہ کتب، ساڑھے پانچ ہزار مخطوطات اور پندرہ ہزار جرائد ورسائل ہیں۔ اس کتب خانے میں دنیا کی دس زبانوں میں کتابیں موجود ہیں۔ ان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین ہزار کتب، اقبالیات میں چار ہزار، حدیث میں ایک ہزار، قرآنیات میں ایک ہزار، تحریک پاکستان پر بارہ سو، دنیا کی اسلامی تحریکوں پر تین ہزار، قانون پر چار ہزار، اردو ادبیات میں چار ہزار فارسی ادبیات میں ایک ہزار، پنجابی ادبیات پر ایک ہزار، علوم اسلامیہ میں دس ہزار اور تقابل ادیان پر ایک ہزار کے قریب کتابیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بیسیوں موضوعات پر سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ پروفیسر صاحب جب اپنے ذخیرۂ کتب میں داخل ہوتے ہیں تو ان کا انہاک اور وارفتگی دیدنی ہوتی ہے۔ بالخصوص کسی زائر یا مہمان کو اپنی جمع کردہ کتب کا تعارف کرواتے ہیں تو اس وقت ان کے جذبات واحساسات ایسے ہوتے ہیں جنہیں الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ اس ضمن میں اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ اپنا نسبی وخاندانی اور اپنی اولاد کا تعارف سرسری کروائیں گے لیکن جب کسی کتاب یا مخطوط کا ذکر آئے گا تو یوں محسوس ہوگا کہ یہ ان کی اولاد واحفاد سے بھی زیادہ عزیز تر متاع ہے۔ پروفیسر شاکر نے اندرون وبیرون ملک سینکڑوں علمی وفکری مجالس میں اپنے علمی اور تحقیقی مقالات ومضامین پڑھے ہیں جن میں اصحاب دانش وبینش کے لیے علم وآگہی

Marfat.com

کی بہتی آبشاریں موجود ہوتی ہیں جو سامعین و ناظرین کو سیراب و فیضیاب کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی فطری و جبلی قوتوں کو اور زیادہ جلا بخشے آمین۔ پروفیسر صاحب گذشتہ بائیس سال سے جامع مسجد رحمانیہ شیخوپورہ میں خطابات جمعہ پیش کر رہے ہیں۔ ان کی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ایک ہزار کے قریب تقاریر نشر ہو چکی ہیں۔ اندرون ملک اور بیرون پاکستان بھی آپ متعدد علمی کانفرنسوں اور سیمینارز میں شرکت کر چکے ہیں۔ اردو اور پنجابی زبان میں شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ سینکڑوں کتابوں پر مقدمے، دیباچے اور فلیپ لکھ چکے ہیں۔ آپ کا اسلوب نگارش بہت پختہ اور عمدہ ہے۔ ان دنوں دائرۃ المعارف النبویہ اور کلیات نثر اقبال کی ترتیب و تسوید میں مصروف ہیں۔

ان کے چھوٹے بھائی عبدالقیوم بھٹی پتوکی میں قیام پذیر اور اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر کی دو بیٹیاں اور چھ بیٹے ہیں۔ دونوں بیٹیوں نے علوم اسلامیہ میں اعلیٰ درجے کی تعلیم حاصل کی ہے۔ صاحبزادوں میں محمد صلاح الدین ایوبی معاشیات کے پروفیسر ہیں اور اسی مضمون میں ایم فل کے طالب علم ہیں۔ دوسرے صاحبزادے محمد جمال الدین افغانی نے ''کتاب سرائے'' کے نام سے اردو بازار میں اپنا پبلشنگ ہاؤس قائم کیا ہے۔ محمد رفیع الدین حجازی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں قانون اور شریعہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ محمد کبیر الدین رازی بھی لاہور میں قانون کے طالب علم ہیں۔ محمد جلال الدین رومی اور محمد نجم الدین فارانی انٹرمیڈیٹ اور میٹرک کے طالب علم ہیں۔ پروفیسر صاحب کی اہلیہ خود ایک عالمِ دین ہیں اور شیخوپورہ میں ایک مدت سے قرآن مجید کے ترجمے اور حلقہ درس میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔ وہ مولانا حکیم محمد حسین صاحب کی نواسی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس خاندان کو مسلک توحید اور دین کی خدمات کی مزید توفیق دے آمین۔

چہ باید مرد را طبع بلندے، مشربِ نابے
دل گرمے، نگاہ پاک بینے، جانِ بیتابے

Marfat.com

مولانا بدرالدین بدر

مولانا حکیم بدرالدین بدر صاحب فیروز پوری شریف النفس، منکسر المزاج، عارف باللہ، عامل بالکتاب والسنۃ خیر کے طرف دار، نفرت سے بیزار، ثقہ عالم دین، پیکر اخلاص ومروت، خوش اطوار اور شب زندہ دار انسان تھے ان کی ولادت دھرم سنگھ والا تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور کے زمیندار عبداللہ کے گھر ہوئی۔ والد گرامی بھی نیک اور پارسا شخص تھے۔ گھر کا ماحول دینی تھا۔ اس لیے مولانا بدرالدین بدر نے اپنی عمر عزیز کے بارہویں سال میں ہی قدم رکھا تھا کہ حکیم عبدالرحمٰن عزیز کے والد گرامی مولانا محمد حسین کے پاس چک نمبر 1.AL.17 میں چلے گئے اوران سے ہی ابتدائی دینی کتب پڑھیں۔ ان کے تمام اساتذہ گرامی کے بارے میں صحیح معلومات تو فراہم نہیں ہوسکیں لیکن یہ پتہ چلا ہے کہ انہوں نے آخری درسی کتب ''بھینی سدھواں''، ضلع امرتسر کے مولانا عطاء اللہ سے پڑھیں۔ اور دوران تعلیم مختلف اوقات میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور حافظ محمد بھٹوی ان کے ہم سبق رہے۔ دینی درسیات سے فراغت کے بعد عربی فاضل اور فارسی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ امرتسر کے طبیہ کالج سے طب وحکمت کی تعلیم پائی اور اس میں باقاعدہ سند حاصل کی۔ درسیات وکتابیات میں فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں میں امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ چک 17 میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ ان سے بے شمار لوگوں نے کسب فیض کیا جن میں سے مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلوی میاں چنوں، مولانا عنایت اللہ چھبر اں والے، مولانا حبیب اللہ چھبر اور حکیم عبدالرحمٰن عزیز کے اسماء گرامی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا بدر نے امامت وخطابت، درس وتدریس اور وعظ وتذکیر کے ساتھ طبابت اور تجارت بھی کی۔ تمام عمر کسی دینی خدمت کا کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔

قیام پاکستان کے بعد باقاعدہ تجارت کا شغل اپنایا۔ مولانا سید مودودی کی تحریک وتنظیم

Marfat.com

سے متاثر ہو کر ان سے وابستہ و منسلک ہو گئے۔ 1951 میں جماعت کی رکنیت اختیار کی۔ 1953 میں کاروبار کے سلسلہ میں سندھ چلے گئے اور وہاں زرعی اراضی خرید کر کاشتکاری شروع کر دی۔ ایک عرصہ وہاں گزار کر 1972 میں واپس آ گئے۔ مولانا مستند عالم اور عربی و فارسی کے ماہر انسان تھے۔ ان کا زیادہ وقت ذکر و عبادت اور مطالعہ کتب میں گزرتا۔ اہل علم و عرفان اور اصحاب زہد و تقویٰ کے ساتھ وقت گزار کر دلی راحت محسوس کرتے۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے ساتھ ان کا قلبی اور تکریمی تعلق تھا ان کی صحبت و سنگت میں ذوق مطالعہ پروان چڑھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی لائبریری میں نادر و نایاب کتابیں موجود تھیں۔ انہوں نے 21 رمضان المبارک 1975ء کو تقریباً پچپن سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی نماز جنازہ مولانا عطاء اللہ حنیف نے پڑھائی۔ پسماندگان میں غمزدہ اولاد کے علاوہ کتابوں کا قابل ذکر ذخیرہ چھوڑا جس میں تفسیر حدیث، فقہ، تاریخ اور سیر کی نادر کتابیں تھیں۔

ان کی وفات پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا: ''مرحوم صاحب علم و ذوق، عقیدہ و علم میں پختہ، تبلیغ دین کے جذبہ سے سرشار، مسلکاً اہلحدیث، مرنجان مرنج اور مجسمہ اخلاق و شرافت تھے''۔ (الاعتصام، 26 رمضان، 1395ھ/1975ء)

مرحوم مولانا حکیم بدرالدین بدر نے دو بیٹے اور چار بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔

1۔ عبداللہ طارق سہیل، نے صحافت اور اردو میں ایم اے کر رکھا ہے۔ بڑے ذہین اور باخبر انسان ہیں۔ ملکی و عالمی حالات پر گہری نظر اور پختہ معلومات رکھتے ہیں۔ ان دنوں روزنامہ ''نوائے وقت'' کے نیوز ایڈیٹر ہیں۔

2۔ پروفیسر خالد محمود، گورنمنٹ کالج پتوکی میں انگریزی ادبیات کے سینئر استاد ہیں۔ نیکی اور پارسائی کی وجہ سے اعزہ و اقارب اور احباب و رفقاء میں یکساں مقبول ہیں۔ مطالعہ کا شوق انہیں ورثہ میں ملا ہے۔ عالمی حالات پہ تنقیدی نظر جبکہ ملت اسلامیہ کی زبوں حالی کا قلق سینے میں رکھتے ہیں۔

Marfat.com

مولانا رضاء اللہ ذوقؒ

مولانا رضاء اللہ ذوقؒ 12 اگست 1934ء کو اس وقت کے ضلع لاہور اور موجودہ ضلع قصور کی ایک بستی کوٹلی رائے ابوبکر میں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا مولانا قمرالدینؒ اور والد مولانا عنایت اللہؒ اپنے اپنے علاقوں میں خدمت دین میں مصروف تھے۔ مولانا ذوق کا آبائی گاؤں چھبر، نور پور ضلع قصور کے قریب واقع ہے۔ وہیں ابتدائی تعلیم وتربیت پائی اور پھر دینی علوم کی تحصیل کے لئے اس دور کے معروف دینی مدارس کا رخ کیا اور درس نظامی کے علاوہ عربی اور فارسی میں سندات فضیلت حاصل کیں۔ تحصیل علم کے بعد عملی زندگی میں آئے تو مختلف مقامات پر درس وتدریس اور خطابت کا سلسلہ جاری رہا۔ انؒ کی ابتدائی زندگی عسرت کی زندگی تھی، لیکن یہ عسرت خدمت دین میں کبھی بھی آڑے نہیں آئی۔

انہوں نے تقریباً 30 سال تک مختلف مقامات پر خطابت وامامت کے فرائض انجام دیئے۔ 1956ء میں جماعت اسلامی سے وابستگی اختیار کر لی۔ وہ جہاں بھی رہے، لوگوں کی قرآن وسنت کی روشنی میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ انہیں یہی دعوت دیتے رہے کہ پاک وطن کے تمام مسائل کا حل اسلامی نظام میں ہے۔

خطابت وامامت کی ذمہ داریاں جہاں جہاں بھی ادا کیں، حق وصداقت کے علمبردار رہے اور کبھی مصالحت اور مداہنت سے کام نہیں لیا۔ حق کے معاملے میں کبھی کسی چودھری، کسی وڈیرے، کسی افسر اور کسی حکمران کو خاطر میں نہ لائے، یہی وجہ تھی کہ کہیں بھی ٹک کر نہ رہ سکے۔ حق کے علمبرداروں کے ساتھ ہر دور میں یہی سلوک ہوتا رہا ہے، علمائے حق دنیا والوں کی طرف سے کبھی بھی پرسکون نہیں رہ سکے۔ چنانچہ مولانا رضاء اللہ ذوقؒ بھی ایک کے بعد دوسرے شہر اور بستی

Marfat.com

کارخ کرتے رہے اور قرآن وسنت کی دعوت عام کرتے رہے۔ 1980ء میں چھانگا مانگا کے نزدیک بھوئے آصل نامی قصبے میں وڈیروں کی سازشوں کے باعث خطابت وامامت کی ذمہ داری سے ایسے عالم میں جواب دینا پڑا جبکہ مولانا موصوف شدید علیل تھے اور پتے کے درد میں مبتلا تھے۔ مولانا اس قصبے سے رخصت ہوئے تو لوگ رو رہے تھے۔ ہر کوئی کہہ رہا تھا کہ اس بستی سے اللہ کا ولی رخصت ہو رہا ہے۔ ان کے بستی سے آنے کے بعد یہ بستی قدرت کے انتقام کا نشانہ بنی، بعد دیگرے مختلف آفات کا شکار ہوئی اور اب تک نہیں سنبھل سکی۔ مولانا رضاء اللہ ذوقؒ کی یہ آخری خطابت تھی، اس کے بعد ان کی صحت نے باقاعدہ خطابت کے تسلسل کی اجازت نہ دی۔ چند سال بعد وہ لاہور منتقل ہو گئے۔

مولانا رضاء اللہ ذوق بڑے نفیس طبع اور عمدہ ذوق کے حامل تھے۔ وہ عالم باعمل ہونے کے ساتھ ادیب اور شاعر بھی تھے۔ انہوں نے اپنی ہر صلاحیت معاشرے کی تعمیر اور اصلاح کے لئے صرف کی۔ فکر آخرت ان کا خصوصی موضوع تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر معاشرے میں آخرت کی فکر عام ہو جائے تو ظلم اور زیادتی کا کوئی سلسلہ باقی نہ رہے، ہر طرف امن اور چین ہو، امن اور اخوت کے مظاہر عام ہوں اور ہم اپنی نگاہوں سے اللہ کی برکتوں اور رحمتوں کا نزول دیکھیں۔ مولانا رضاء اللہ ذوق نے جماعت میں آنے سے قبل انجمن شبان المسلمین قائم کی تھی، جس کا بنیادی مقصد نوجوانوں کی اصلاح اور معاشرے سے ظلم اور بے حیائی کا خاتمہ تھا۔

خواتین میگزین کا اجراء مولانا رضاء اللہ ذوق کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ یہ جریدہ قرآن وسنت کی روشنی میں طبقہ نسواں کی اصلاح اور تعلیم وتربیت کا کام کر رہا ہے اور اپنے ظاہری ومعنوی حسن کی بدولت پاک وطن کے صف اول کے جرائد میں شمار ہوتا ہے۔

مولانا رضاء اللہ ذوق ایک طویل عرصہ علیل رہے ہیں، وہ آٹھویں کلاس کے طالب علم تھے جب گنگارام ہسپتال میں ان کا پتے کا پہلا آپریشن ہوا، اس آپریشن سے کچھ ہی عرصہ قبل وہ والدہ کے شفیق سائے سے محروم ہوئے تھے۔ پتے کا دوسرا آپریشن 1986ء میں منصورہ ہسپتال میں ہوا، آخر عمر میں شوگر کا مرض بھی لاحق ہو گیا اور عارضہ قلب بھی پیچھے نہ رہا۔ 14 جولائی

Marfat.com

1996ء کو تیسرا ہارٹ اٹیک تھا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس پاکباز انسان کا سفر آخرت بھی اہل ایمان کو ایک روحانی تازگی دے گیا، جولائی کے گرم ترین دنوں میں ظہر سے کچھ قبل ان کا انتقال ہوا، مگر اس روز گرمی کا نام بھی نہ تھا اور موسم اس قدر سہانا ہو گیا تھا کہ پنکھا چلانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ جب مولانا کا انتقال ہوا، اس وقت ہلکی ہلکی پھوار شروع ہو چکی تھی۔

ان کی نماز جنازہ دو بار پڑھی گئی، پہلی نماز جنازہ ان کے گھر کے قریب گورنمنٹ ایلیمنٹری ٹیچرز کالج میں چودھری محمد اسلم سلیمی نے پڑھائی، جس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک اور مولانا فتح محمد کے علاوہ رفقائے جماعت اور جمعیت کے نوجوانوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ دوسری نماز جنازہ ان کی آبائی بستی چھبر میں حکیم عبدالرحمٰن عزیز صاحب نے پڑھائی۔ یہ نماز جنازہ رات ساڑھے نو بجے کے قریب ہوئی جس میں دور و نزدیک کی بستیوں سے آنے والے اہل ایمان کا بہت بڑا اجتماع دیکھنے میں آرہا تھا۔ اس علاقے میں کئی روز سے بارش نہیں ہوئی تھی مگر یہاں تدفین کے وقت ایسی ٹھنڈی اور فرحت بخش ہوا چلی جو سبھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مولانا رضاء اللہ ذوق کے لئے بشارت محسوس ہوئی۔

مولانا رضاء اللہ ذوقؒ نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی ہے اللہ کا شکر ہے کہ وہ بھی انہی کے راستے پر گامزن ہے۔ بڑے صاحبزادے عباس اختر اعوان خواتین میگزین کے انتظامی امور کے ساتھ ساتھ اذان سحر ڈائجسٹ کی ادارت پر فائز ہیں، ملک سیف اللہ شاہد ادارہ مطبوعات خواتین کے زیر اہتمام بلند پایہ کتب شائع کر رہے ہیں، ان سے چھوٹے ملک حبیب اللہ اعوان خواتین میگزین کے کمپیوٹر سیکشن کے انچارج ہیں، جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے عبیداللہ عابد، ہمقدم کی ادارت کی ذمہ داری نبھاتے رہے ہیں اور ان دنوں ندائے ملت میں بطور سب ایڈیٹر کام کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا رضاء اللہ ذوقؒ کی حسنات کو قبول فرمائے، انہیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے لئے صدقہ جاریہ ثابت فرمائے۔ آمین

Marfat.com

حافظ بشیر احمد حسینوی

حافظ بشیر احمد حافظ قرآن اور باعمل انسان تھے۔ انہوں نے درس وتدریس اور حفظ وتحفیظ کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ ان کا آبائی تعلق صدر پور ملتان سے تھا۔ وہاں سے نقل مکانی کر کے غالباً 1921ء میں یہاں اقامت پذیر ہو گئے اور مسجد اہل حدیث حسین خانوالہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس علاقے میں لکھوی علماء کا اکثر آنا جانا تھا اس لیے ان سے استفادہ کیا۔ درس وتدریس کے ساتھ طبابت کا پیشہ اختیار کیا۔ ان کے بعد ان کے فرزند نبیل حافظ محمد امین نے اپنے والد گرامی کی مسند کو آباد رکھا۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اور طبیہ کالج لاہور سے طب وجراحت میں سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد جب آبائی گاؤں میں مراجعت ہوئی تو اپنے والد محترم کی طرح طبابت وحکمت کو ہی ذریعہ معاش بنایا اور لوگوں کی خدمت کا سلسلہ شروع کیا۔ حکیم حافظ محمد امین بقید حیات ہیں۔ بڑے ہی نرم خو، نرم مزاج اور نرم رفتار شخص ہیں۔ انہوں نے کبھی ارادی طور پر کسی کا دل دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ گاؤں اور گردونواح کے لوگ نیکی اور پارسائی کی وجہ سے ان کا احترام کرتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور چھ بیٹیوں سے نوازا ہے۔

بڑے صاحبزادے ظفر اقبال جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن سے فارغ التحصیل ہیں۔ وہاں انہوں نے کبار علماء سے اکتساب کیا۔ درسیات سے فراغت کے بعد فاضل عربی اور بی اے کے امتحان پاس کیے۔ ان دنوں وہ ہائی سکول میں اوٹی ٹیچر ہیں۔ پروفیسر مسعود اقبال نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے درس نظامی کیا جبکہ گورنمنٹ کالج ساہیوال سے بی اے کیا۔ بعد میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے اسلامیات میں ایم اے کیا۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے

Marfat.com

فاضل اساتذہ سے بھی کچھ عرصہ کسب فیض کرتے رہے۔ ان دنوں گورنمنٹ کالج پتوکی میں اسلامیات کے استاد ہیں۔ بڑے دیندار شخص ہیں۔ احباب ورفقاء کی خدمت کو اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔ کالج کی اضافی ذمہ داریاں بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں۔ ماہر استاد ہونے کے ساتھ بہترین خوشنویس بھی ہیں۔

احسان الحق کا نمبر تیسرا ہے۔ انہوں نے طبیہ کالج لاہور سے طب وجراحت میں فراغت حاصل کر رکھی ہے۔ طبی تعلیم کے بعد اپنے والد گرامی کے ساتھ طبابت کے پیشہ کو اختیار کیا اور وہیں پہ مصروف عمل ہیں۔

پروفیسر اکرام الحق سب سے چھوٹے ہیں۔ انہوں نے جامعہ پنجاب لاہور سے اسلامیات میں ایم اے کیا جبکہ دارالحدیث اوکاڑہ سے درسیات میں فراغت پائی۔ ان دنوں گورنمنٹ کالج بھائی پھیرو میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں بڑے ہی خاموش طبع، نرم خو اور منکسر المزاج آدمی ہیں۔

Marfat.com

حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی

حافظ عبدالرحمٰن غیر معمولی حافظہ کے مالک، ذہین وفطین شرافت کے پیکر، صاحب الرائے اور مردم خیز بستی گوہڑ کے ہونہار فرزند تھے۔ وہ نیک، متقی اور پارسا شخص حاجی باماں کے فرزند اور میاں محمد جمیل ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سسر تھے۔ ان کی ولادت غالباً 1932ء میں ہوئی۔ گھر میں نیکی، دینداری اور علم دوستی کی فراوانی تھی اس لیے انہیں ابتداء میں ہی قرآن کو سینے میں محفوظ کرنے اور علم حدیث سے دل ودماغ کو معطر کرنے کی ترغیب دی گئی۔ تحفیظ قرآن مجید کے سلسلہ میں کچھ عرصہ وہ چک مڑ کے میں رہے، پھر مشن سکول رنگ محل کے قریب چھوٹی مسجد میں قاری مقبول الٰہی کی شاگردی میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ حفظ قرآن کے بعد تحصیل علم کیلئے گوندلانوالہ چلے گئے جہاں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے اخذ علم کیا۔ حضرت محدث بھوجیانی مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی تحریک وترغیب پر بطور صدر مدرس مدرسہ غزنویہ میں منتقل ہوئے تو دونوں لائق شاگرد حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی اور مولانا محی الدین سلفی اپنے استاد گرامی کے ساتھ ہی لاہور چلے گئے۔ وہاں علمی مدارج ومنازل طے کیں اور دینی درسیات میں فراغت پائی۔ حافظ گوہڑوی دوران تعلیم ہی بڑے لائق اور قابل اعتماد طالب علم شمار کیے جاتے تھے۔ اسی دور میں ہی قرأۃ الرشیدہ کا حصہ سوم، حل اللغات لکھ کر شائع کیا۔

درسیات سے فراغت کے بعد مولانا سلفی میدان صحافت وسیاست میں چلے گئے لیکن حضرت گوہڑوی اپنے طبعی رجحان ومیلان کے مطابق تحقیق وتخریج اور تصنیف وتالیف کی پرخار وادی میں اتر گئے۔ پھر تادم آخریں اسی وادی میں بسیرا رہا اور اپنے استاد گرامی حضرت محدث بھوجیانی کی شفقت وراہنمائی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ حضرت بھوجیانی نے جب

Marfat.com

سنن نسائی پر حاشیے کا کام شروع کیا تو ان کے شریک عمل رہے۔ ''التعلیقات السلفیہ'' کی تصحیح کیلئے دو مرتبہ متن وحواشی کو بالجہر پڑھا۔ ''المکتبہ السلفیہ'' کی تعمیر وترقی کیلئے شبانہ روز محنت کی اور قدم بقدم اپنے استاد محترم کا ساتھ دیا۔ جب احسن التفاسیر کی طباعت ہوئی تو اس میں درج شدہ تمام احادیث کی تخریج قلیل عرصہ میں کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ علمی اور تحقیقی خوبیوں کے علاوہ نثری اور طباعتی صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھے۔ استاد گرامی سے مل کر حیات احمد بن حنبل، حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حیات امام ابوحنیفہ، مرعاۃ المفاتیح اور دیوان الحماسہ مترجم جیسی گرانقدر کتب زیور طباعت سے آراستہ کیں۔ ان کی محنت، کام سے لگن، دیانت داری اور حلال خوری کی بنا پر حضرت بھوجیانی ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ کتنے ہی زندگی کے اہم ترین معاملات میں نہ صرف ان سے مشاورت کی بلکہ ان کی معاونت اور مساعدت حاصل کی۔

مولانا بھوجیانی نے خالص علمی انداز میں ماہنامہ ''رحیق'' جاری کیا جو تقریباً تیس ماہ جاری رہا۔ اس کی طباعت اور نائب ادارت کی ذمہ داری انہوں نے حضرت گوہڑوی کے سپرد کی۔ پھر دارالدعوۃ السلفیہ کو کمیٹی کے سپرد کیا گیا تو انہیں نائب صدر بنایا گیا۔ انہوں نے تمام عمر علمی وتحقیقی کام میں صرف کردی۔ وہ بڑے صابر وقانع اور کم گو وخوش گو تھے۔ زندگی کے معاملات میں اپنے شریک کار افراد سے بہت کم گلہ کرتے تھے۔ دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ وہ کبھی شک وشبہ والی روزی کے قریب تک نہیں گئے۔ اپنے نجی وکاروباری تمام معاملات کو صاف وشفاف رکھا۔

لوگوں سے کیا گلہ کرنا، کبھی اپنے ربّ سے بھی گلہ نہیں کیا۔ عمر کے آخری حصہ میں تقریباً پانچ سال اور نو دن کا طویل عرصہ بستر علالت پہ رہے۔ دائیں پہلو اور زبان پر ان کی قدرت ختم ہوگئی تھی لیکن کوئی حرف شکایت ان کی زبان پر نہیں آیا۔ طویل عرصہ علیل رہ کر 20 رمضان المبارک 1418ھ کو پونے چار بجے دن 1998ء جنوری اس جہان فانی کو خیر باد کہہ دیا۔ بیماری کے ایام میں ان کے داماد میاں محمد جمیل نے خدمت انجام دے کر سعادت حاصل کی جو یقیناً ان کیلئے قیمتی سرمایہ سے کم نہیں ہوگی۔

Marfat.com

مولانا حبیب اللہ شاہ گھلنوی

مولانا حبیب اللہ شاہ بڑے معاملہ فہم، کم گو، خوش اطوار، وضعدار، محنت کے عادی، راسخ العقیدہ مسلمان، باعمل عالم دین اور محب وطن انسان تھے۔ 1913ء میں عبدالواحد شاہ کے گھر گھلن چک 9 نزد پتوکی میں ولادت ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی سکول چونیاں سے میٹرک پاس کیا۔ گھر کا ماحول دینی تھا اس لیے دینی تعلیم کے حصول کی طرف راغب ہوئے۔ ابتدائی طور پر علاقہ کی معروف شخصیت مولانا عبدالقیوم ناروکی ملتجہ سے کسب فیض کیا۔ پھر علم وعرفان کے اعلیٰ مدارج ومنازل طے کرنے کیلئے دبستان دہلی چلے گئے۔ جہاں اعیان دین وملت اور اصحاب دانش وبینش سے اکتساب واستفادہ کیا اور بھرپور انداز میں درسیات میں فراغت پائی جبکہ طب وحکمت کی سند امتیاز بھی طبیہ کالج دہلی سے حاصل کی۔ جب مراجعت ہوئی تو علم الدین اور علم الابدان دونوں سے بہرہ ور اور سراپا مزین تھے۔

آبائی گاؤں گھلن میں وعظ وتبلیغ اور امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ والد گرامی کی نصیحت تھی کہ امام وخطیب کو مسجد کی انتظامیہ کا مرہون منت اور دست نگر نہیں ہونا چاہیے بلکہ معاشی طور پر خود کفیل ہونا چاہیے۔ چنانچہ شب وروز کی اکل وشرب کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے طب کو اپناتے ہوئے گاؤں میں ہی اپنا مطب قائم کیا۔ مقامی اور گردونواح کے لوگوں کی دینی آگاہی اور طبی راہنمائی کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تادم آخریں قائم ودائم رہا۔

مولانا نے اپنے استاد گرامی مولانا عبدالقیوم کی معیت وسنگت میں علاقائی قصبات ودیہات میں گلستان اسلام کی خوب آبیاری کی۔ مولانا ثقہ عالم دین، پختہ ایمان اور حوصلہ مند انسان تھے۔ ملک وملت کی آبرو کیلئے چلنے والی تحریکات میں بھرپور حصہ لیا۔ 1977ء میں وطن

Marfat.com

عزیز میں چلنے والی تحریک نظام مصطفےٰ میں تین ماہ قصور جیل میں قید و محبوس رہے۔ خود بھی تمام عمر شعائر اسلام کا احترام و التزام کیا اور اولاد کو بھی ترغیب و تلقین کی۔

ان کے تمام صاحبزدگان علم و آگہی سے شناور ہوئے۔ سید محمد داؤد ایم تاریخ کر کے مدرس تعینات ہوئے اور صدر مدرس ریٹائر ہوئے۔

سید محمد شعیب فارماسسٹ، رائس الخیمہ دوبئی میں مقیم ہیں۔ سید محمد زکریا زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایم ایس سی کی دوران تعلیم اہل حدیث کی فکری و تحریکی تنظیم جمعیت طلبہ اہل حدیث سے وابستہ رہے اور شاندار و جاندار خدمات سرانجام دیں۔ ان دنوں لاہور میں رہائش پذیر اور پاکپتن میں محکمہ زراعت کے ضلعی سربراہ ہیں۔ سید محمد یحییٰ ابتدائی طور پر اپنے والد گرامی کے استاد مکرم مولانا عبدالقیوم سے استفادہ کیا۔ پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلے گئے۔ وہاں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں سے فراغت، دستار فضیلت اور کلاہ امتیاز سے سرفراز ہو کر دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ان دنوں فجیرہ دبئی میں اقامت گزیں ہیں۔

Marfat.com

مولانا شہاب الدین ثاقب زیروی

علم وعمل کا حسین امتزاج، اخلاق واخلاص کا پیکر، خصومت وعداوت سے نا آشنا، محبت ومودت کا مجسمہ، تحریک آزادی کا مجاہد، استخلاص وطن کیلئے کوشاں اور قلم وقرطاس کا راہرو مولانا شہاب الدین ثاقب جن کی زیرہ ضلع فیروز پور کے میاں کریم بخش کے گھر 1912ء کو ولادت ہوئی۔ ابتداء سے ہی تعلیم وتربیت اور نشوونما ایسے ماحول میں ہوئی کہ دینی حمیت اور ملی غیرت بھی ان کے شعور کے ساتھ جوان ہوتی گئی۔ جب شباب تکوینی کی دہلیز پر قدم رکھا تو غیرت وحمیت کا شعوری مجسمہ بھی ان کے ہم قدم تھا۔ پھر تمام عمر عزت وآبرو کے ساتھ لوگوں کو توحید وسنت، شعور وآگہی اور استخلاص وآزادی کی دعوت دی۔ زیرہ ہائی سکول سے ثانوی امتحان پاس کیا اور پھر قصور شہر کے جید علماء مولانا محمد حیات قصوری، مولانا علی شاہ ابوبکر اور مولانا محمد شریف یوسف پوری سے اکتساب واستفادہ کیا۔ یہ وہ دور تھا جب استخلاص وطن اور انخلاء اعداء کیلئے تحریکیں زوروں پر تھیں۔ اور مسلمانان ہند برطانوی استعمار اور ہندی سامراجیت کے خلاف صف آراء تھے اور اسی سلسلہ میں مولانا ثاقب کے آبائی شہر زیرہ میں ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت مولانا عبدالقادر زیروی نے کی اور نواب ممدوٹ راجہ غضنفر علی اور میاں ممتاز جیسے لیڈروں نے تقریریں کیں۔ جبکہ مولانا ثاقب نے اپنے پنجابی منظوم کلام سے رنگ جمایا اور کانگریس کو ہدف تنقید بنایا جس کا عنوان اس طرح تھا۔

دیندے نے نوٹ تے لیندے نے ووٹ
تینوں اللہ والی اوٹ دادھیاں چاھیدا
دہائی بھئی دہائی پاکستان چاھیدا

Marfat.com

مولانا کے یہ اشعار زبان زد عام ہوئے اور لوگوں نے بہت پسند کیے وہ پنجابی میں شاعری کرتے تھے اور برجستہ شعر گو تھے۔ چنانچہ جب زیرہ میں مسلم لیگ کا دوسرا جلسہ ہوا جس کی صدارت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے کی تو انہوں نے اپنی وہ نظم پڑھی جو ایک روز پہلے لکھی تھی۔ جس کا انداز اس طرح تھا۔

ساڈا قائداعظم سوسو اتے بھارو اے
اُہدے ہر ہر پوٹے دے وچ سوسونہرو اے
جدوں جناح دی اسواری گئی
گاندھی نہرو دی مت ماری گئی
ہن پاکستان بنا کے چھڈے
ایہہ بن گیا ساڈا وارواے

تحریک پاکستان میں انہوں نے صرف تقریری و تحریری خدمات ہی پیش نہیں کیں بلکہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور پیش آنے والے مصائب و آلام کا خندہ پیشانی سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور کبھی بھی ان کے پایہ استقلال و استقامت میں لغزش ولڑکھڑاہٹ نہیں آئی۔ اس دور میں مسلمانوں کیلئے گائے کی قربانی کرنا بڑا مشکل کام تھا کیونکہ مشترکہ ہندو مسلم معاشرے میں مسلمان گائے قربان کرتے تھے اور ہندو اسے ماتا جان کر تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ باہم لڑائی اور فساد فطری امر تھا۔ مولانا ثاقب نے بھی دینی حمیت اور مسلکی غیرت کی بنا پر زیرہ میں گائے کی قربانی کی جس کے نتیجہ میں اٹھنے والے طوفان کا جرائتمندی و ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔

مولانا میدان قلم و قرطاس کے بھی شہسوار تھے۔ ان کے گوہر بار قلم سے متعدد کتب منصۂ شہود پر آئیں جن میں سے کچھ نام پیش خدمت ہیں:

Marfat.com

۱۔کملی والا (سیرت طیبہ) ۲۔سید البشرؐ۔ ۳۔صبر حسینؓ

۴۔جنتی ماواں ۵۔گلشن ثاقب۔ ۶۔سلف دی یاد۔

۷۔کتاب التوحید۔ ۸۔تحقیق مسئلہ۔ ۹۔نماز نبویؐ۔

۱۰۔گلدستہ توحید وغیرہ

ہمارے فاضل دوست مولانا محمد یسٰین شاد ملتانی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ضیاء الحق کے دور حکومت میں سیرت النبیؐ پر کتابوں کی نمائش ہوئی جسے ٹیلی ویژن پر نشر کیا گیا۔اس میں مولانا ثاقب کی تالیف ''کملی والا'' سرفہرست تھی۔

مولانا عالم وفاضل،عابد وزاہد اور خوش اخلاق وخوش گفتار بھی تھے۔وہ خلوت نشینی کی بجائے مجلس آرائی پسند کرتے اور اپنے ہم نشینوں اور جلیسوں کو اپنی علمی وتحقیقی اور تاریخی وواقعاتی گفتگو سے مستفید کرتے اور بسا اوقات اپنی پرمزاح گفتگو سے شرکاء مجلس کو محظوظ بھی کرتے بلکہ مجلس کشت زعفران بن جاتی اور جب رقت آمیز لہجے میں اسلاف کے صبر ورضا سے لبریز اور جذبہ ایثار سے مزین واقعات سناتے تو سامعین کی آنکھیں نم آلود ہو جاتیں۔مرحوم کو مولانا علی محمد صمصام کے ساتھ قلبی لگاؤ تھا بلکہ ان کے مابین خاندانی مراسم بھی تھے جس کی وجہ دینی وملی اور جماعتی اور شعری ہم آہنگی تھی۔وہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان آئے تو گوہڑ چک ۸ نزد پتوکی میں اقامت گزیں ہوئے۔پھر واں رادھارام اور کچھ عرصہ بھوئے آصل میں قیام پذیر رہے۔ غالباً 1965ء میں واں رادھارام کا مسکن ترک کر کے ملتان جا بسے جہاں تادم واپسیں رہائش پذیر رہے۔حتیٰ کہ ۲۹ دسمبر ۱۹۹۳ء کو اس دار فانی کو خیرباد کہہ کر دار خلد میں جا قیام کیا۔اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد اور سعی پیہم کو شرف قبولیت سے نوازے اور کروٹ کروٹ رحمت سے نوازے آمین۔

Marfat.com

مولانا عبدالرحیم کوٹلوی

مولانا عبدالرحیم کوٹلوی مستند عالم دین، مسائل دین میں عمیق النظر اور ملکی سیاسیات میں بالغ الفکر شخص تھے۔ کسی بھی قسم کی مصلحت و مداہنت کے بغیر حق بات کہنے کے عادی تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ان کی حق گوئی کھردرے پن میں بدل جاتی۔

قصور کے نزدیک موضع ''بن بودلہ'' میں حاجی قمر دین کے گھر 1900ء میں ولادت ہوئی۔ سن شعور میں قدم رکھا تو انہیں جامعہ محمدیہ لکھوکے میں داخل کروادیا گیا جہاں انہوں نے ابتدا سے انتہا تک تمام کتب پڑھیں۔ جب مولانا محمد علی لکھوی پہلی دفعہ 1929ء میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تو مولانا عبدالرحیم بھی ان کے ساتھ ہی ہجرت کر گئے اور وہیں ان سے روضۃ من ریاض الجنۃ میں صحیحین پڑھیں۔ فراغت کے بعد مراجعت ہوئی تو عثمانوالہ ''روڈے'' میں اقامت گزیں ہو گئے اور وہاں کی اکلوتی جامع مسجد میں امامت و خطابت اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال اور مولانا ولی اللہ مرحوم بھاگیوال نے ان سے اسی مقام پر کسب فیض کیا۔ قیام پاکستان تک یہیں قیام پذیر رہے پھر نقل مکانی کر کے پتوکی میں جاگزیں ہوئے۔ پتوکی حاجی کوٹ کی مسجد قبا میں دین حق کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جو تادم آخر قائم رہا۔

سیاسیات میں احراری تھے۔ اس لیے وہ مجلس احرار میں باقاعدہ شامل رہے۔ قیام پاکستان کے بعد بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی داغ بیل ڈالی تو اس کے ضلعی ناظم قرار پائے جبکہ مولانا محمد اسحٰق گوہڑوی صدر ٹھہرے۔ ابتدائی طور پر تنظیمی ڈھانچے کی تشکیل میں بڑی محنت کی۔

Marfat.com

تبلیغ وتذکیر میں بڑے سخت گیر تھے۔کسی قسم کی مصلحت ومداہنت کوقطعی طور پر ناپسند کرتے تھے۔نماز اول وقت میں ادا کرنے کے قائل تھے اوراس پرسختی سے عمل پیرا تھے۔دین کے معاملے میں کوئی مسئلہ پیدا ہوجاتا توانجام کی پرواہ کیے بغیراپنے موقف پرسختی سے ڈٹ جاتے تھے۔ایک دفعہ وہ کسی سفر پر گئے ہوئے تھے کہ ان کے بعد ایک ملنگ سائیں کی والدہ وفات پا گئیں۔ورثاء نے انہیں عیدگاہ میں دفن کردیا۔عیدگاہ ایک ہی تھی۔تمام لوگ ایک ہی جگہ نماز عید ادا کرتے تھے۔واپسی پر واقعہ معلوم ہوا تو بڑے رنجیدہ ہوئے۔اوراپنے رفقاء سے کہا کہ یہ تو بہت براہوا کیونکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مرحومہ کے ورثاء اس کی قبر پہ میلہ لگوانا شروع کردیں۔مستقبل میں متوقع حزن وملال کے پیش نظر قبر کھدوائی اور میت کونکال کر قبرستان میں دفن کروانا چاہتے تھے کہ شہر میں ان کے خلاف ایک ہنگامہ بپا ہوگیا۔اس ہنگامہ خیز صورتحال میں مجسٹریٹ نے میت اپنے قبضہ میں لے لی۔مولانا کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔انہوں نے مقدمہ برداشت کیا لیکن میت عیدگاہ میں دفن نہیں ہونے دی۔اسے قبرستان میں ہی دفن کیا گیا۔

مولانا محمد عمر اچھروی جماعت اہل سنت بریلوی مکتب فکر کے بڑے خطیب اور مناظر عالم تھے۔کئی اہل حدیث علماء سے ان کے مناظرے ہوئے۔انہوں نے اپنے مسلک کی تائید میں ''مقیاس حنفیت'' کے نام سے کتاب مرتب کی۔اس کی اشاعت کے بعد مولانا نے انہیں مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔چک 10 ون ایل رینالہ خورد میں میدان پڑ گیا۔ضلع منٹگمری (ساہیوال) اور ملتان کی پولیس جمع ہوگئی۔دونوں مکاتب فکر میں بڑا اشتعال تھا لیکن انتظامیہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی قسم کا تصادم ہو۔اسی وجہ سے بڑے سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ایسے حالات میں مولانا عبدالرحیم بھیس بدل کر بیل گاڑی پر بیٹھے اور میدان مناظرہ میں پہنچ گئے لیکن مولانا اچھروی نہیں پہنچے۔یہ ان کی مسلکی غیرت وحمیت تھی کہ بھیس بدل کر میدان میں پہنچے اور مسلکی عزت وآبرو کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

اہل تشیع کے ماتمی جلوس کے خلاف احتجاج کیا کہ اسے شہر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

چنانچہ ان کی کوشش وکاوش سے ایسا روٹ الاٹ ہوا جس میں شہری بازار شامل نہیں۔

مولانا میں مسلکی غیرت وحمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ وہ کتاب وسنت کے مقابلے میں کسی بھی قول وفعل پر سمجھوتہ کرنے کے روادار نہیں تھے۔ وہ قلت وکثرت کی پرواہ کئے بغیر اکیلے ہی ڈٹ جانے والے انتھک مجاہد عالم دین تھے۔ جس بات کو علیٰ وجہ البصیرت حق سمجھتے اس پر ثابت قدمی سے ڈٹ جاتے۔ کوئی خوف وڈر یا کوئی طمع ولالچ ان کے پایہ استقلال میں لغزش پیدا نہیں کرسکتا تھا۔ ماضی میں ان جیسے بے لوث وبے غرض علماء کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ آج مسلک اہل حدیث بغیر کسی ملاوٹ کے دنیا میں موجود ہے مو۔ لانا نے پتوکی میں ہی راہ عدن کا سفر اختیار کیا اور وہیں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ ان کے بعد ان کا صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات ان کے متبحر اور مستند اولاد واحفاد ہیں جو صبح ومساء دین حق کی ترویج اشاعت کیلئے مصروف عمل ہیں۔

ا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم اوکاڑہ

سب سے بڑے بیٹے مولانا عبدالحلیم نے دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور سے 1961ء میں سند فراغت حاصل کی۔ پھر اسی سال جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں استاذ الاساتذہ حافظ محمد عبداللہ محدث بڑھیمالوی سے دوبارہ صحیح بخاری پڑھی۔ اسی سال حضرت حافظ بڈھیمالوی نے اپنے لائق شاگرد کو اپنی دختر نیک اختر کا نکاح دے دیا۔ محترم حافظ عبداللہ بڈھیمالوی فن حدیث کے امام تھے بلکہ اپنے دور میں معرفت فن رجال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ صاحب کمال وجمال وجلال محدث تھے۔ جامعہ محمدیہ سے فراغت کے بعد مولانا عبدالحلیم شام کوٹ نو میں اقامت گزیں ہو گئے اور مسجد غربی اہل حدیث میں امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھال لی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ پھر 1965ء میں شام کوٹ نو میں مسجد فردوس کا سنگ بنیاد رکھا۔ 1971ء تک اس کو کتاب وسنت کی نشر واشاعت کا مرکز بنائے رکھا۔ 1972ء میں جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں عربی ادبیات کے استاد مقرر ہوئے۔ پانچ سال تک فاضل عربی کے طلبہ کی کامل راہنمائی کرتے

Marfat.com

رہے۔

جب شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی مسند شیخ الجامعہ سے دستکش ہوئے تو مولانا عبدالحلیم اس مسند پر فروکش ہو گئے۔ جو آج تک بڑی کامیابی سے اپنے فرائض مذہبی ادا کر رہے ہیں۔ ان کے صاحبزدگان دینی علوم سے بہرہ ور ہیں بلکہ ان کا شمار اصحاب العلم میں ہوتا ہے۔ بڑے صاحبزادے حافظ عبدالوحید کامرس کالج راولپنڈی میں پروفیسر ہیں۔ چھوٹے پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالکبیر محسن بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد میں مسند تدریس پہ جلوہ افروز ہیں۔ ان سے چھوٹے صاحبزدگان عبدالباسط، محمد عمران اور عبدالحی عابد ذاتی کاروبار کرتے ہیں۔

۲۔ صاحبزادہ حافظ عبدالحلیم یزدانی

مولانا یزدانی جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے سند یافتہ اور فحول علماء سے فیض یافتہ ہیں۔ جھنگ شہر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ یہ تو ان کی رہائشی اور مکانی خطابت ہے جو وہ جمعۃ المبارک کو کرتے ہیں۔ ان کے شب و روز کتاب و سنت کی بالادستی اور تبلیغ و تذکیر کیلئے سفر میں بسر ہوتے ہیں۔ ملک کے گوشے گوشے میں انہوں نے اسلام کی حقانیت کا پھریرا لہرایا ہے اور آوازہ بلند کیا ہے۔

جماعتی و تنظیمی معاملات میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے نائب ناظم اعلیٰ ہیں جبکہ میاں فضل حق مرحوم کی وفات کے بعد کئی ماہ قائم مقام ناظم اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں۔ تبلیغ دین کے سلسلہ میں وہ وطن عزیز سے باہر کئی ممالک کا دورہ کر چکے ہیں۔ ملکی سیاسیات اور ملی تحریکات میں ان کی ناقابل فراموش خدمات ہیں۔ عام انتخابات میں صوبائی و قومی سطح پر وہ حصہ لے چکے ہیں۔ نواز شریف کے دور حکومت میں جھنگ شہر کی خدمت کمیٹی کے ممبر رہ چکے ہیں۔ چنیوٹ شہر میں خاتم النبیین ﷺ کانفرنس کئی بار کروانے کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے۔ جماعتی زندگی میں بڑے ثابت قدم اور مستقل مزاج بلکہ دوستوں

Marfat.com

کے دوست اور دشمنوں کے دشمن رہنے کے قائل ہیں۔

۳۔ مولانا عبدالحکیم

مولانا عبدالحکیم فاضل آدمی ہیں۔ والد گرامی کی وفات کے بعد مسجد قبا حاجی کوٹ میں امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کیا جو کئی برس جاری رہا۔ گذشتہ چند برسوں سے معاشی طور پر عرق جات، مربہ جات اور طبی مرکبات بناتے اور بیچتے ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے قاری عبدالقوی فاضل درسیات اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال کے داماد ہیں۔

Marfat.com

حافظ عبید اللہ جمبر کلاں

عالم باعمل، اتقاء وصالحیت کے پیکر، اخلاق واخلاص کا مجسمہ، کتاب وسنت کے داعی، فقہیات کے عالم اور قرآن کے حافظ عبید اللہ ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں ناتھہ میں حافظ قائم دین کے گھر پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول دینی تھا اس وجہ سے حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور نو سال کی عمر میں اپنے نانا جان حافظ محمد اسماعیل کے سایہ عاطفت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حافظ محمد اسماعیل اپنے خاندان میں پہلے حافظ تھے۔

حافظ عبید اللہ حفظ قرآن کے بعد مرکز الاسلام لکھو کے چلے گئے جہاں مولانا عطاء اللہ لکھوی سے کسب فیض کیا۔ دوران تعلیم ہی لکھو کے سے قریبی گاؤں کے ایک نیک اور پارسا شخص نے ان کے علم وہنر، زہد وورع اور درک وفہم سے متاثر ہو کر اپنی نیک سیرت اور خوش اطوار لخت جگر ان کے نکاح میں دے دی۔ چنانچہ وہ لکھو کے سے کامل ایمان اور مکمل تعلیم کے ساتھ واپس آئے۔ مراجعت کے بعد "بیٹو قدیم" کے لوگوں کے اصرار پر مسجد کی امامت وخطابت سنبھالی اور خدمت دین کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہاں مدرسہ تحفیظ القرآن بھی جاری کیا جہاں ان سے سینکڑوں طلبہ نے کسب فیض کیا۔ ان کے استاد گرامی مولانا عطاء اللہ لکھوی کے دو صاحبزادگان حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی اور حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی بھی حافظ عبید اللہ سے فیض یافتہ ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد وہاں سے اپنی سکونت ترک کر کے وہ جمبر کلاں ضلع قصور میں اقامت گزیں ہو گئے اور وہاں کی جامع مسجد اہل حدیث کی امامت وخطابت کے ساتھ حفظ وتحفیظ کا سلسلہ شروع کیا لیکن بوجوہ یہ سلسلہ تادیر قائم نہیں رہ سکا۔ لیکن امامت وخطابت کا سلسلہ تادم آخر قائم رہا جہاں لوگوں کو توحید وسنت کی خالص دعوت سے روشناس کیا۔

Marfat.com

حافظ عبیداللہ اسلاف کی تصویر اور کتاب وسنت کے سچے داعی تھے۔ وہ عفوو درگزر، صبر وقناعت، فہم وادراک اور ضیافت جیسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ اچھے داعی کیلئے ایک اچھا مہمان نواز ہونا بھی ضروری ہے۔ حافظ صاحب مرحوم بھی بڑے مہمان نواز تھے۔ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ وہ جماعتی ربط وتنظیم سے بھی وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے اپنے جید رفقاء کے ساتھ مرکزی جمعیت اہل حدیث کی بنیاد رکھی تو مرحوم حافظ صاحب جمعیت سے منسلک ہو گئے۔ وہ عرصہ دراز تک مرکزی مجلس عاملہ و مجلس شوریٰ کے رکن اور پھر ضلعی امیر بھی رہے۔ انہوں نے حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی کی معیت میں تبلیغی وتنظیمی خدمات انجام دیں۔ جماعتی ربط وتنظیم کے علاوہ تبلیغی مرکز بونگہ کی آبادی کیلئے بھی حضرت حافظ صاحب کی معاونت ومساعدت کی۔ انہوں نے 68 برس کی عمر میں 1983ء میں اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔'

حافظ عبیداللہ کے دس بیٹے تھے۔ لیکن ان میں سے صرف دو صاحبزادگان علمی زیور سے آراستہ ہو سکے۔ بڑے صاحبزادے جو سکول ٹیچر تھے۔ اب ریٹائرمنٹ کے بعد اوکاڑہ میں رہائش پذیر ہیں۔ اور مدرسہ تعلیم الصالحات کے ناظم بھی ہیں جبکہ ماسٹر حاجی خالد محمود کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے حافظ محمد ایاز جو ماہر تجوید وقرات اور فاضل درسیات ہیں، مقامی ہائی سکول میں عربی ادبیات کے استاد اور اپنے والد گرامی مرحوم کی مسجد کے امام وخطیب بھی ہیں۔ بڑے مرنجاں مرنج اور بڑے ہنس مکھ آدمی ہیں۔ گزشتہ چند سال پیشتر ان کی رفیقہ حیات ملک عدم کو سدھار گئیں۔ لیکن پھر بھی انہیں حزن وملال سے ناآشنا ہی پایا۔ عربی دانوں کی سیاست کرتے ہیں۔ اس لیے وہ عریبک ایسوسی ایشن ضلع قصور کے عرصہ دراز سے صدر چلے آ رہے ہیں۔

Marfat.com

حافظ محمد اسحٰق حسینوی

طبیعت کے سادہ اور صاحب عجز وانکسار، علم وعرفان میں بحرِ بے کنار، نہ بزرگی کا پندار نہ بڑائی کا خمار بس صرف خدمت دین کی دھن سوار، پیکر اخلاص اور مجسمہ حسن اخلاق، تصویر صبر ورضا اور مونس وغمگسار استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحٰق نے موضع حسین خانوالہ نزد پتوکی میں ولادت پائی۔ گاؤں میں پڑھنے لکھنے کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ لیکن گاؤں میں لکھوی اور غزنوی خاندان کے علماء کرام کے ورود ورحال اور آمد ورفت کی وجہ سے اہل دیہہ کا مزاج دین آشنا اور علم دوست تھا۔ لوگوں میں احوال الآخرت اور زینت الاسلام کثرت سے پڑھی اور سنی جاتی تھی۔ ملتان کے علاقہ سے حافظ بشیر احمد حسین خانوالہ میں آکر اقامت گزیں ہوئے جو حافظ قرآن، صاحب علم اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے بلکہ درس وتدریس کا قابل قدر ذوق رکھتے تھے۔

حافظ بشیر احمد نے مسجد میں امامت وخطابت اور وعظ وتذکیر کے ساتھ بچوں کو پڑھائی لکھائی کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ انہی کی شفقت وعاطفت کے سایہ میں مولانا محمد اسحٰق نے قرآن مجید کو اپنے سینہ میں محفوظ کیا اور لکھنے پڑھنے کی قدرت بھی حاصل کر لی۔ گاؤں میں نماز تراویح کے دوران پورا قرآن سننے کا رواج نہیں تھا اس لیے پہلی مرتبہ قرآن سنانے کی غرض سے حافظ بشیر احمد کے بھائی حافظ عبدالرشید کے پاس ان کے آبائی گاؤں صدر پور ملتان میں اپنے ساتھی حافظ عبدالعزیز کی رفاقت میں چلے گئے۔ جہاں قرآن مجید سنانے کے بعد رمضان المبارک کے بعد کچھ ایام گزار کر واپس گاؤں آگئے۔ والدین کو شوق تھا کہ ان کا بچہ دینی تعلیم حاصل کرے۔ چنانچہ انہیں اسی غرض سے لکھو کے ضلع فیروز پور بھیج دیا گیا۔ ابتدائی کتب وہ اپنے گاؤں میں ہی پڑھ چکے تھے۔ اب مزید کتابیں مولانا محمد عطاء اللہ لکھوی سے پڑھیں۔ اسی دور میں مولانا محمد عطاء اللہ

Marfat.com

حنیف بھوجیانی تفسیر و حدیث اور صرف و نحو کی ابتدائی کتب دہلی سے پڑھ کر یہاں صحاح ستہ اور علوم وفنون کی معتبر کتابیں پڑھنے آئے تھے۔ انہیں تدریسی فرائض بھی تفویض کر دیے گئے اور وہ مشکوۃ المصابیح پڑھانے لگے۔ ان سے حافظ محمد اسحاق نے مشکوۃ پڑھی جبکہ مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی ان کے شریک سبق تھے۔ اس تعلیم و تعلم کے دوران متعلم و معلم کے درمیان ایسا فکری و روحانی تعلق قائم ہو گیا جو تادم آخر قائم و دائم رہا۔ مولانا بھوجیانی نے تمام عمر علمی و تحقیقی راہنمائی کی جبکہ حافظ محمد اسحاق نے عمر بھر سمع و طاعت کا دامن تھامے رکھا۔

لکھوکے سے استفادہ و اکتساب کے بعد مولانا بھوجیانی کی فہمائش پر حافظ محمد اسحاق اپنے رفقاء حافظ محمد بھٹوی، مولانا محمد اسماعیل ببر کھائی، حافظ عبدالرحمٰن صافوی، مولانا قدرت اللہ بڈھیمالوی، مولانا عبدالجبار اور مولانا عبدالعزیز حسینوی کی رفاقت و سنگت میں مدرسہ دارالاسلام دہلی میں مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے دو سال اخذ علم کیا۔ اس سعادت کے بعد گوندلانوالہ گوجرانوالا میں محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی کی خدمت میں حاضری دی۔ وہاں محدث گوندلوی کے علاوہ محدث بھوجیانی اور اسماء الرجال کے ماہر محدث حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی بھی تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے۔ مولانا نے ان نابغہ روزگار شخصیات سے خوب استفادہ کیا۔

حضرت محدث گوندلوی اگلے سال دارالعلوم عمر آباد مدراس چلے گئے تو ان کی شفقتوں میں سفر کرتے ہوئے تلمیذ رشید بھی ساتھ ہی چلے گئے۔ دارالعلوم عمر آباد سے درسیات میں فراغت کے بعد واپس آئے تو مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی کے مشورہ پر اورینٹل کالج لاہور میں مولوی فاضل (عربی فاضل) میں داخلہ لے لیا۔ اس دور میں مولوی فاضل کا امتحان یونیورسٹی لیتی تھی۔ اور دو سال میں ریگولر کیا جاتا تھا۔ اس قیام کے دوران مولانا محمد اسحاق رحمانی نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے تعارف کروایا اور انہی کے زیر سایہ مسجد چینیانوالی میں قیام و طعام کا بندوبست کیا گیا۔ مولوی فاضل کے بعد وہ کسی سکول میں سرکاری ملازمت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس وقت انہیں ان کے استاد گرامی مولانا محمد عطاء اللہ بھوجیانی کی ترغیب پر معروف بزرگ صوفی

Marfat.com

محمد عبداللہ کے ساتھ مدرسہ اوڈانوالہ جانا پڑا۔ جہاں مدرسہ کی تعلیمی حالت اور معیار بلند کرنے کیلئے ایک قابل ترین استاد کی ضرورت تھی۔ انہوں نے وہاں جا کر اپنی تمام تر تدریسی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مدرسہ میں وہ نتائج برآمد کیے جو مرحوم صوفی صاحب چاہتے تھے۔ وہاں نو دس سال تدریسی فرائض انجام دیے لیکن ان کی رفیقہ حیات کے لاعلاج مرض کی وجہ سے انہیں اوڈانوالہ کی درسگاہ چھوڑ کر اپنے گاؤں کے قریب ڈھلیانہ ضلع ساہیوال کی درسگاہ میں آنا پڑا۔ ادھر بھی انہوں نے بڑی محنت کی۔ انہوں نے دور دراز کے علاقات جات کے طلبہ کیلئے باعث توجہ مدرسہ بنا دیا۔ ان کے ساتھ اور بھی اساتذہ تعینات ہوئے لیکن ان کی رفیقہ حیات کی وفات اور پھر بعد میں دوسری شادی اور خانگی ذمہ داریوں کی بنا پر اپنے گھر واپس حسین خانوالہ منتقل ہونا پڑا۔ گاؤں کے لوگوں نے ان کے وجود کو سعادت سمجھتے ہوئے ان کے آبائی گاؤں میں ہی مدرسہ کا اجراء کر دیا جس میں تمام تر تدریسی ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب کے اپنے آبائی گاؤں میں تدریسی مسند پر براجمان ہونے کے بعد اطراف واکناف سے طالبان کتاب وسنت ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ فیضان علم کا یہ چشمہ کئی برس جاری رہا۔ حتیٰ کہ بطل حریت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے حکم پر انہوں نے اپنی خدمات دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور کے سپرد کر دیں۔ اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت سید غزنوی کو مقامی جماعت سے اجازت لینے کیلئے خود ان سے رابطہ کرنا پڑا۔

حضرت حافظ صاحب نے اپنی زندگی کی تمام بہاریں درس وتدریس کی نظر کر دیں۔ علماء کی کثیر جماعت نے ان سے کسب فیض کیا۔ گذشتہ کئی برس سے وہ جامعہ اہل حدیث مسجد قدس دالگراں لاہور میں اپنی پیرانہ سالی کے باوجود تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے کہ وہ حادثہ کا شکار ہو گئے۔ جس میں ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ اب وہ اپنے داماد شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی کے گھر میں صاحب فراش ہیں اور احباب جماعت کی دعاؤں کے محتاج اور مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے آمین۔

حافظ صاحب نے درس وتدریس کے علاوہ قلم وقرطاس سے بھی تعلق خاطر رکھا اور ان

Marfat.com

کی کئی تحریری کاوشیں منصۂ شہود پر آئیں۔اس سلسلہ میں مولانا عطاء اللہ بھوجیانی نے نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کی بلکہ بھرپور معاونت ومساعدت کی۔جب وہ دہلی میں زیر تعلیم تھے اسی دوران حضرت بھوجیانی انہیں خط لکھتے کہ فلاں کتاب کا فلاں حصہ یا باب نقل کر کے بھجوادیں تو حافظ صاحب دہلی کے علمی مراکز یا مقتدر شخصیات کے ہاں سے مطلوبہ نادر و نایاب کتاب میں سے مطلوبہ حصہ ہاتھ سے نقل کر کے بھجوادیتے۔اس سے ان کی علم دوستی اور کتاب بینی کے ذوق کو جلا ملی۔مدرسہ سلفیہ حسین خانوالہ میں قیام کے دوران انہوں نے مصری جریدہ ''المسلمون'' میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عدل وانصاف سے متعلق چھپنے والے مضمون کا اردو میں ترجمہ کیا جو ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں شائع ہوا جسے قارئین نے بہت پسند کیا اور دیگر کئی رسائل نے شکریہ کے ساتھ شائع کیا۔اس کے بعد مولانا عطاء اللہ بھوجیانی ان سے ملنے گاؤں گئے اور علامہ فاخرزائر الہ آبادی کا ستر صفحات پر مشتمل فارسی رسالہ انہیں ترجمہ کیلئے دیا جس کا انہوں نے ترجمہ کیا جسے بعد میں شائع بھی کیا گیا۔اس کے علاوہ حضرتؒ بھوجیانی کی ترغیب پر ہی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا جن میں سے ''دیوان الحماسہ اور حل لغات، تذکرۃ الحفاظ، قبر صیہ لا مام ابن تیمیہ اور دیگر کئی کتب کے ترجمے کیے۔ان کے کئی علمی وتحقیقی مضامین ومقالات ہفت روزہ الاعتصام، ماہنامہ رحیق اور دیگر رسائل وجرائد میں شائع ہوئے۔

حضرت حافظ محمد اسحاق مدظلہ العالی بلند پایہ عالم دین، صدرالمدرسین، شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ اور فصیح وبلیغ مترجم ہیں لیکن جس طرح ترجمہ کرتے وقت ان کی زبان سادہ رہی اسی طرح ان کی زندگی کے تمام معمولات بھی ہر قسم کے تکلفات سے مبرا اور سادہ رہے۔

نوٹ: افسوس کہ مولانا حافظ محمد اسحٰق حسینوی طویل عرصہ علالت کے بعد 5 جولائی 2002 کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

Marfat.com

قاری محمد صدیق الحسن (حبیب آباد)

مجسمہ اخلاص، حسن اخلاق کے پیکر، نمونہ سلف، سراپا عجز وانکسار، قرآن کے حافظ اور تجوید وقرات کے ماہر استاد قاری محمد صدیق الحسن 29 رمضان المبارک کو اپنے احباب و رفقاء، اعزہ واقارب اور ابناء وتلامذہ کو داغ مفارقت دے گئے۔ انااللہ و انا الیہ راجعون۔

ان کے ارتحال کی خبر پا کر کئی دل بے قرار ہوئے۔ بہت سی آنکھیں آبدیدہ ہوئیں اور کتنے ہی علماء وحفاظ دھاڑیں مار کر روتے رہے۔ اپنے تلامذہ کو اولاد سے زیادہ عزیز جاننے والا تمام عمر قرآن مجید کی تعلیم وتحفیظ میں گزر گئی۔ نہ دولت کی ہوس، نہ شہرت کی خواہش، نہ بزرگی کا پندار اور نہ بڑائی کا خمار، بس صرف خدمت دین کی دھن سوار۔ جب کبھی کسی بھی دوست یا عزیز سے اتفاقاً یا باقاعدہ ملاقات ہوئی حسب مرتبہ خدمت دین کی تلقین کی۔

سادگی سے مرصع، حالات پہ قانع، صبر و رضا کے پیکر اور انتہائی ملنسار اور مشفق و ماہر استاد، یوں خاموشی سے بچھڑ جائیں گے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

قاری محمد صدیق الحسن موضع بھوئے آصل ضلع قصور کے غریب فرد نواب دین کے گھر 1950ء میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی (نواب دین) مالی وسائل سے تو محروم تھے لیکن دینی اور مذہبی طور پر واقعی نواب تھے کہ انہوں نے اپنے لخت جگر اور نورِ نظر صدیق الحسن کو ایسی دولت سمیٹنے کے لئے گھر سے روانہ کیا کہ اسے پا کر انسان جس منصب پر پہنچ جاتا ہے کوئی وڈیرا اور نواب بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ محمد صدیق الحسن نے غالباً 1965ء میں دو جہانوں کی عزیز ترین دولت قرآن مجید کو اپنے سینے میں محفوظ کیا اور اگلے برس اپنی مادرِ علمی میر محمد میں مسند تدریس پہ جلوہ افروز ہو گئے۔ ابتدا سے ہی ایک حلیم باپ اور ماہر استاد کی طرح طلبہ کو پڑھانا شروع کیا۔ پھر چند

Marfat.com

برس بعد مدرسہ تجوید القرآن مسجد لسوڑے والی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور چلے گئے۔ جہاں زینت القراء قاری محمد یحییٰ رسول نگری مسند تدریس پر براجمان تھے۔ ان سے تجوید و قرات میں خوب اکتساب و استفادہ کیا۔ قاری محمد یحییٰ نے اس مسند پر بہت سے طلبہ کو تجوید و قرات کے اسرار و رموز سے آشنا کیا۔ پھر ساہیوال منتقل ہو گئے جہاں جا کر آہستہ آہستہ فن کی طرف حسب خواہش توجہ نہ دے سکے اور وہ جوانی والا تدریس و تحفیظ کا زور شور باقی نہیں رہا۔ ان کے بعد قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ اس جگہ آئے۔ ان کے آنے سے مدرسہ تجوید القرآن کی رونقیں پھر بحال ہوئیں۔ بلکہ انہوں نے اس مسند کو چار چاند لگا دیے۔ ان دنوں لاہور میں اہل حدیث کے دو بڑے تجوید و تحفیظ کے مرکز ہیں۔ ایک کے سرپرست قاری محمد ادریس عاصم ہیں جو اندرون شیرانوالہ گیٹ ہے۔ جب کہ دوسرا مرکز مدرسہ رحمانیہ ماڈل ٹاؤن میں ہے جس کے سربراہ قاری محمد ابراہیم میر محمدی ہیں۔ دونوں صاحبان جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فاضل ہیں۔

قاری محمد صدیق الحسن تجوید و قرات کی سند سے مفتخر ہو کر واپس آئے تو مدرسہ ضیاء السنہ راجہ جنگ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور کئی برس تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ 1993ء میں حبیب آباد (واں رادھا رام) منتقل ہو گئے اور خدمت قرآن کا کام شروع کر دیا۔ وہ جہاں بھی گئے اطراف و اکناف کے لوگ ان کے پاس کھنچے چلے آئے۔ ان کی سرپرستی میں رہ کر طلبہ بھوک و پیاس بھی برداشت کر لیتے تھے۔ کیونکہ ان کے پاس جا کر طلب علم کی بھوک و پیاس باقی نہیں رہتی تھی۔ 1993ء سے 2001ء تک حبیب آباد میں سینکڑوں طالبانِ حق کو فیض یاب کیا۔ ان کے ارتحال کے بعد ان کے نوعمر لخت جگر قاری عبدالرؤف صدیقی نے عزم کیا ہے کہ وہ اپنے والد گرامی کی مسند کو آباد رکھیں گے اور حکیم محمد یونس نے بھی اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ وہ سرپرستی جاری رکھیں گے۔ وہ عزیزم حافظ عبدالرؤف کے نانا اور بڑے مخیر اور نیک دل انسان ہیں۔ مرحوم کے جنازے پر گئے تو پتہ چلا کہ ان کے خاندان پر بھی علم و عرفان کی برکھا برستی ہے اور اس خاندان کے بیسیوں علماء و حفاظ خدمت دین میں مصروف ہیں۔

Marfat.com

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف، مدیر الاعتصام حافظ احمد شاکر، مولانا عبدالستار رحماد میاں چنوں اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن یوسف جیسے مستند افراد قاری صاحب رحمہ اللہ کے اعزہ و اقارب میں سے ہیں۔

قاری محمد صدیق الحسن نے جب سے اس مسجد میں قدم رکھا بہاریں در آئیں۔اس مسجد کی بنیاد 1953ء میں محترمہ ملکانی امت الحبیب صاحبہ کے زمین وقف فرمانے پر رکھی گئی تھی اور احباب جماعت نے اسے تعمیر کیا۔اس مسجد کو آباد کرنے میں مولانا نذیر احمد کا بھی بڑا حصہ ہے۔

مولانا نذیر احمد نے مقتدر علماء سے کسب فیض کیا اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے درسیات میں فراغت پائی۔ پھر جامعہ سلفیہ سے دوبارہ صحیح بخاری پڑھی۔1965ء میں جامعہ مسجد محمدی اہل حدیث حبیب آباد کے محراب ومنبر پر رونق افروز ہوئے۔دھیمے مزاج کے باعمل عالم دین ہیں۔ فقہی مسائل پر ان کی گہری نظر ہے۔غیر محسوس طریقے سے توحید وسنت کی خالص دعوت دیتے ہیں۔مسجد کی امامت وخطابت کے ساتھ اپنا ذاتی کاروبار بھی کرتے ہیں۔اپنی اولاد کی بہتر ماحول میں پرورش و تربیت کی ہے۔ بڑے صاحبزادے میاں محمد سعید گورنمنٹ کالج پتوکی میں اسلامیات کے پروفیسر ہیں۔سماجی ورفاہی خدمت کا پورا جذبہ رکھتے ہیں۔جب کہ اہل حدیث یوتھ فورس ضلع قصور کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ہیں۔چھوٹے بیٹے میاں محمد ارشد جن کی تعلیم واجبی ہے وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ کاروبار میں شریک کار ہیں۔سب سے چھوٹے صاحبزادے میاں محمد اسلم لاء گریجوایٹ، ایم اے سوشیالوجی اور عارف والا میں سول جج ہیں۔حبیب آباد میں اب اہل حدیث کی ایک نہیں کئی مساجد ہیں۔نئی مساجد کو تعمیر کرانے میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ضلعی ناظم نشرواشاعت مولانا محمد زبیر مجاہد کا بڑا عمل دخل ہے۔

Marfat.com

میاں مولا بخش گوہڑوی

طبیعت کے سادہ ،فکر کے خالص ،عقیدہ میں راسخ ،عبادات میں فکرمند ،منکسرالمزاج اور ملنسار میاں مولا بخش بن حاجی نور محمد کا تعلق موضع گوہڑ سے تھا۔انہوں نے طویل عمر پائی اور تقریباً زندگی کی ایک سو پندرہ بہاریں دیکھ کر اٹھارہ مئی 2002 کو اس دارِفانی سے رخصت ہوئے۔

بستی گوہڑ میں شروع سے ہی غزنوی اور لکھوی علماء کرام کا آنا تھا۔اس وجہ سے یہاں کے لوگوں کا عمومی ماحول علم دوستی اور خواہی کا تھا۔مرحوم میاں مولا بخش بھی مولانا محمد علی مدنی لکھوی کے بیعت تھے۔جس وجہ سے پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود واجبات کی ادائیگی میں فکرمند اور مستعد تھے۔وہ کاشتکاری کرتے تھے لیکن صوم وصلوٰۃ کی پابندی کا خاص خیال اور دھیان رکھتے تھے۔گھر کا ماحول دینی و مذہبی ہونے کی بنا پر اپنی اولاد کو فکرمندی سے کتاب وسنت کے علمی زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی پوری کوشش کی۔

بڑے بیٹے چوہدری محمد شریف مناسب حصول تعلیم کے بعد کاروبار میں لگ گئے۔پتوکی میں اپنا کاروبار کرتے تھے۔اپنے والد مرحوم کی وفات کے ایک ماہ بعد خود بھی رحلت فرما گئے۔

چھوٹے بیٹے چوہدری محمد صدیق نے حصول تعلیم کے بعد درس وتدریس کا شغل اختیار کیا۔ایک طویل عرصہ میں پتوکی سکول میں پڑھانے کے بعد ریٹائرمنٹ اختیار کی اور ان دنوں کیمرج پبلک سکول کے نام سے ذاتی ادارہ چلا رہے ہیں۔

سب سے چھوٹے صاحبزادے پروفیسر محمد ایوب جماعتی دینی اور علمی حلقوں میں معروف ہیں اور ان کا شمار نیک اور پارسا لوگوں میں ہوتا ہے۔ابتدائی طور پر انہوں نے مسجد

Marfat.com

چینیانوالی لاہور سے قرآن مجید حفظ کیا۔ جہاں قاری محمد صدیق حفظ اور حضرت قاری اظہار احمد تھانوی تجوید کے استاد تھے۔ 1959 میں حفظ قرآن کے بعد درسیات کی تعلیم کے لئے مدرسہ غزنویہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں داخل ہو گئے۔ اس ادارہ میں شیخ الحدیث حافظ محمد اسحٰق حسینوی، مولانا حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور مولانا عبدالرشید اسلام پوری جیسی عظیم شخصیات سے کسب فیض کیا۔ دوران تعلیم انہیں مولانا حبیب الرحمان یزدانی شہید، مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف اور پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی کی رفاقت میسر رہی۔ یہیں پہ درسیات میں تکمیل کی اور پرائیویٹ بی اے کیا۔ پھر ایم اے عربی و اسلامیات کرنے کے بعد 1972 میں شعبہ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں تعینات ہوئے۔ اپنی تدریسی ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھایا اور بالآخر 3 مئی 2001 کو ریٹائرمنٹ اختیار کی۔ اس دوران مختلف ادوار میں مسجد تقویۃ الاسلام اور جامع مسجد انجینئرنگ یونیورسٹی میں خطابت کے فرائض انجام دیے۔ ملازمت کے بعد وہ باقاعدہ فہم القرآن انسٹی ٹیوٹ سے منسلک ہو گئے جس کی سربراہی اور تدریسی فرائض کی انجام دہی ان کے ذمہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی ترویج حسنات اور منع منکرات کے کئی پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں۔

Marfat.com

میاں محمد جمیل گوہڑوی

میاں محمد جمیل جماعت کی قد آور شخصیت ہیں۔ ان کا بنیادی تعلق ایسی مردم خیز بستی ''گوہڑ'' سے ہے جہاں اعیانِ ملت اور اساطینِ علم نے ولادت پائی ہے۔ ان نامور اور نابغہ روزگار شخصیات میں حضرت مولانا محمد اسحٰق رحمانی گوہڑوی، مولانا محی الدین سلفی گوہڑی، حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی، مولانا عبدالرحمٰن گوہڑوی، حافظ عبدالرشید گوہڑوی، ڈاکٹر محمد یحیٰی گوہڑوی اور پروفیسر محمد ایوب گوہڑوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

محترم میاں صاحب نے 1947 کو گوہڑ چک 8 میں میاں محمد ابراہیم کے گھر ولادت پائی۔ ابتدائی تعلیم مقامی سکول سے حاصل کی اور قرآن پاک بھی مقامی مدرس حافظ محمد دلوؔد سے حفظ کیا۔ کبار علماء کرام کے ورود و رحال کی وجہ سے گاؤں کا ماحول علم دوست اور خیر پرور تھا۔ چنانچہ موصوف بھی کتاب وسنت کے علم و عرفان کی منازل طے کرنے کے لئے جماعت کی معروف درسگاہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ چلے گئے اور وہاں شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد اور شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم صاحب جیسی مقتدر اور بلند پایہ شخصیات سے کسب فیض کیا۔ گوجرانوالہ سے درسیات اور اُردو میں فاضل اور علوم اسلامیہ میں ایم اے کرنے کے بعد لاہور منتقل ہو گئے۔ جہاں اپنا کاروبار اور اعزازی خطابت کا آغاز کیا۔ جو تادمِ تحریر جاری وساری ہے۔

میاں صاحب جامعہ مسجد ابوہریرہ کے خطیب اور ابوہریرہ اکیڈمی کے ناظم ہیں۔ انہوں نے جماعتی سطح پر قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ 1977 میں مرکزی جمعیت اہلحدیث کی مرکزی شوریٰ کے رکن بنے۔ 1967 میں لاہور جمعیت کے ناظم جبکہ 1987 میں مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ نومبر 1997 میں انہیں دوبارہ مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ انہوں نے اپنی

Marfat.com

نظامت کے دونوں ادوار خوش اسلوبی اور ذمہ داری سے نبھائے اور بعد میں آنے والوں کے لئے قابل تقلید روایات چھوڑیں۔

ان دنوں انہوں نے سیاسی و تنظیمی خدمات سرانجام دینے کی بجائے اپنی صلاحیتوں کا مصرف اور خیالات کا مرکز درس و تدریس، دعوت و ارشاد، وعظ و تذکیر، خطاب و تقریر، انذار و تبشیر اور تصنیف و تالیف کو بنایا ہوا ہے۔ وہ انہی تمام تر لسانی و شفوی اور تقریری و تحریری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ ان کے ثقہ نویس قلم سے بیش قیمت تحریریں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جن میں سیرت ابراہیم علیہ السلام نظم جماعت کے آداب، آپ ﷺ کی نماز اور اس کی عملی تصویر، آپ ﷺ کا حج، آپ ﷺ کا تہذیب و تمدن، فضیلت قربانی اور اس کے مسائل اور مشکلات سے نکلنے کے الہامی راستے قابل ذکر ہیں۔

کئی کتابیں زیر طبع اور زیر قلم ہیں جو بفضلہ تعالیٰ عنقریب افادہ و فیض خاص و عام کے لئے منظر عام پر جلوہ گر ہوں گی۔ انشاء اللہ

Marfat.com

علوم اسلامیہ کی معیاری درس گاہ

مرکز ابن الخطاب الاسلامی

الٰہ آباد ضلع قصور

- ☆ شعبہ تحفیظ القرآن
- ☆ تبلیغ دین
- ☆ درس نظامی
- ☆ شعبہ نشر و اشاعت

کتاب و سنت کی بالادستی کے لیے سرگرمِ عمل

رئیس ادارہ

(الحاج مولانا) محمد اکبر سلیم، الٰہ آباد ضلع قصور

Marfat.com

Marfat.com

مؤلف کی دیگر تالیفات

سیرت رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں

مولانا محمد حسین بٹالوی حیات و خدمات

بانئ پاکستان اور اکابر اہل حدیث

علامہ اقبال اور اکابر اہل حدیث

اہل حدیث منزل بہ منزل

عورت حقوق و فرائض

تذکرۃ الابرار

۱۶
1436

Marfat.com